سدرشن

یعنی

دیدار حق

ایک عجیب دلچسپ مضمون

مصنفہ

آپکا ایک سچا خیر طلب خادم

حصہ اول
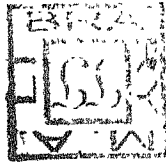
باہتمام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپا

سنہ ۱۹۱۱ء

فہرست مضامین

سدرشن کا میلہ

فصل اوّل
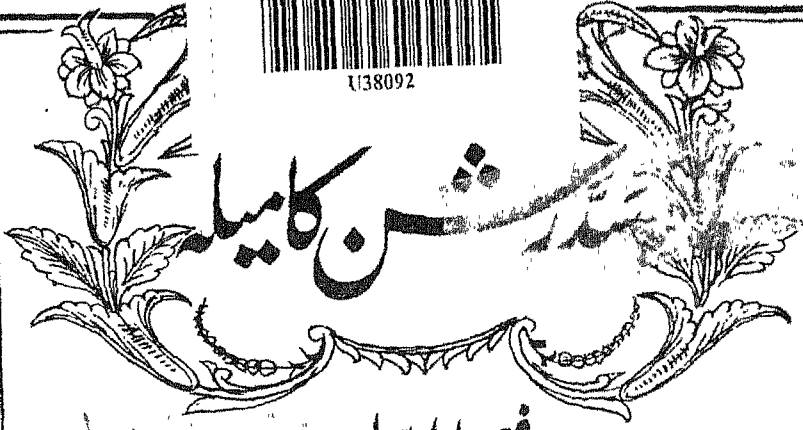
انسان کی اصل سچدانند ہے

موسم گرما کا عین شباب تھا۔ لُو کی شدت اور آفتاب کی حدت مارے ڈالتی تھی۔ ع

گرمی کی وہ شدت تھی کہ خس جلتی تھی بُلبُل

انہین ایام مین کچھ رنج والم ایسے لاحق ہوے کہ دل پر قابو نہ رہا۔ ع

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون

ادھر تو اندرونی کاہشون کا ہجوم اُدھر بیرونی اذیتون کی بھرمار۔ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو قرار۔ سخت حیران تھا کہ کیا کرون اور کہان جاؤن۔ ایکبیک دل مین خیال آیا کہ چلو ہردوار کی سیر کرین۔ شاید سیر و سفر ہی سے کچھ تسکین خاطر ہو۔ چنانچہ شب کی ریل سے روانہ ہو گیا اور صبح کے آٹھ بجتے بجتے ہردوار جا پہونچا اول اشنان کر کے کچھ کھانا کھایا اور کھاتے ہی لیٹ رہا کہ ذرا نیند آجائے تو دردسر جو رات بھر کی بیخوابی سے ہو گیا ہے رفع

ہو جائے - مگر نیند کیا خاک آتی وہی لُو وہی تپش اُس پر طرہ یہ کہ مکان ملا تو چھپر کا جسکے در و دیوار سے آگ برستی تھی کچھ سر کا درد بڑھا کچھ پیاس کی شدت ہوئی آگے سے بھی زیادہ بے چین ہا خدا خدا کرکے دن کاٹا - شام ہونے آئی تو قیام گاہ سے نکل گنگا جی کے کنارے جا بیٹھا وہاں بھی جی نہ لگا تو ناچار بستی کو چھوڑ جنگل کی راہ لی -

شہر مین لگتا نہین صحرا سے گھبراتا ہے دل		اب کہان لیجا کے بٹھین ایسے دیوانہ کو ہم

کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ دریا کے کنارے ایک کنج تنہائی نظر آیا نہایت پر فضا خوش منظر ریتی کا قدرتی فرش بچھا ہوا ہے - سرد و صاف پانی موجین مارتا شور مچاتا بے تکان چلا جا رہا ہے - مچھلیان بشاش تیرتی اُچھلتی نظر آتی ہین - سامنے چھوٹے چھوٹے خوشنما پہاڑ ہین جو سبزے سے بھرے پڑے ہین - چودھوین کے چاند نے جو دریا کے کنارے سے کھیت کیا ہے تو لہرون کا نقرئی لہریا بنا دیا ہے - ہوا مین خنکی آچلی ہے - ریتی بھی ٹھنڈی ہو گئی ہے یہ سمان دیکھکر قدرے تسکین ہوئی - کپڑے اُتار وہین اشنان کیا اور ریتی مین بیٹھ گنگا جی کے نظارہ سے جی بہلانے لگا - بارے جی تو بہل چلا تھا مگر تفکرات نے پھر آ دبایا اور وہی کلفتین شروع ہو گئین جن سے جان بچا کر بھاگا تھا بار خدایا اس بلاے بے درمان نے تو یہان بھی پیچھا نچھوڑا اب کہان پناہ لون! خدایا تو نے یہ ٹھنڈی ٹھنڈی لہرین - یہ بھینی بھینی چاندنی - یہ نرم نرم ہوا بہت اچھا بدل تپش آفتاب کا بنا دیا ہے - مگر اس دل کی پریشانی اور سوز نہانی کا بھی کچھ علاج ہے ؟ خدایا ظاہری کلفتون کے مٹانے کو تو یہ پر فضا مقام بس ہے - مگر کوئی ایسا گوشۂ عافیت بھی ہے جہان اندرونی تشویشون سے نجات پا سکون ؟ کاش کوئی ایسا محفوظ مقام ہوتا کہ افکار و آلام کا لشکر اُسکے گرد بھٹکنے نہ پاتا - وہان یکسوئی اور شانتی مین کوئی خلل انداز نہوتا ! مین اسی سوچ مین تھا کہ غنودگی سی طاری ہوئی اور آنکھ جھپک گئی دیکھتا کیا ہون کہ ایک

وسیع بیابان ہے جس مین لوگون کا ازدحام کثیر چلا جا رہا ہے مین بھی اُس بھیڑ بھاڑ مین چلا ملا
ہون اور تفتیش حال کے لیے اِدھر اُدھر پھرتا ہون - معلوم ہوا کہ ہین تو سب مسافر مگر اپنے
اپنے گروہ اپنے اپنے غول جدا بنا رکھے ہین - اور ہر گروہ نے ایک رستہ اپنے لیے
مخصوص کر لیا ہے - ہان کوئی اکا دُکا برلا مسافر ایسا بھی پایا جو سب سے الگ تن تنہا سفر
کر رہا ہے - اس بیابان لق و دق مین جا بجا خار دار جھاڑیان ہین نشیب و فراز ہین -
کہین گہرے گہرے غار ہین - کہین ریگستان ہین جن مین کھجورون کے جھنڈ ہین شارع عام
کا پتہ نہین جگہ جگہ پگڈنڈیان نظر آتی ہین - اُنہین رستون سے قافلے کے قافلے گزر رہے
ہین - ٹوٹے پھوٹے پتھرون اور کہنہ فرسودہ نشانون سے یہ بھی پتا چلا کہ کسی اگلے زمانہ
مین یہان پختہ سنگین سڑک بنی ہوئی تھی - مگر جاترِیون کے فرقے فرقے جدا - ٹولیان ٹولیان الگ
ہو گئین - پھر ہر ایک ٹولی کا رہنما الگ - ان رہنماؤن نے اپنے اپنے پیرو ون کو صلاح
دی کہ آؤ تم کو سیدھی راہ نکال لے چلین جبھی سے یہ پگڈنڈیون کی مختلف راہین بن گئین اور
وہ پکی سڑک رفتہ رفتہ متروک ہو کر اس حالت کو پہونچ گئی البتہ بعضے اہل ہمت ایسے بھی دیکھے
کہ محض ابنائے جنس کی خیر خواہی اور مسافرون کی امن آسایش کے لیے اُس قدیم شاہراہ
کی مرمت مین مشغول ہین - نہ اجرت کے خواہان نہ صلہ کے طالب - مین نے ظاہری کیفیت
تو سب دیکھی بھالی مگر عقل دنگ تھی کہ اتنا بڑا مجمع کہان جاتا ہے اور اس سفر کی مصیبت
مین کیون مبتلا ہے ؟ اسی حیرت مین تھا کہ حسن اتفاق سے ایک سنیاسی نظر پڑا - جسم
لاغر - قد لنبا - رنگ گورا - سر برہنہ گھوٹم گھوٹ - خندہ پیشانی - گیروا لباس - سن و سال
کوئی تیس کے لگ بھگ داہنے ہاتھ مین ناریل کا کمنڈل لیے مجمع سے الگ تھلگ کسی تصور مین
آہستہ آہستہ چلا جاتا ہے - اُسکا بشاش نورانی چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ تسکین ابدی اور سرور

دائمی کا مسکن ہے تو اسی کا دل ہے - مین بے اختیار اُسکے پیچھے ہو لیا - تھوڑی دور چلکر ایک ندی کے کنارے کھجوروں کے سایہ مین وہ بیٹھ گیا تو مین نے عرض کیا مہاراج حکم ہو تو مین بھی بیٹھ جاؤن اور جو خدمت فرمایئے سر آنکھون سے بجا لاؤن - بیٹھنے کا اشارہ کیا اور مُسکرا کر بولے بابا! کیا یہ ہماری جاگیر ہے جو تمنے اجازت کی ضرورت سمجھی - یہ تو قدرت کا کارخانہ ہے جس مین سب کا حق برابر اور سب کا دعویٰ مساوی - ہان فرق مراتب کے لحاظ سے کوئی حاکم ہے کوئی محکوم - کوئی خادم ہے کوئی مخدوم - سو میرے تمھارے درمیان یہ فرق بھی نہین - انسانی حیثیت سے دونون یکسان تم بھی آدمی مین بھی آدمی مین نے کہا مہاراج یہ تو سچ ہے مگر آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی پتھر - آپ بزرگ ہین واجب التعظیم ہین اس لیے ہم جیسون کو آپ کی خدمت واطاعت ہی لازم ہے - اور بیٹھنے کی اجازت مین نے اسواسطے چاہی کہ مبادا آپ کے تخلیہ مین میری موجودگی کچھ حارج ہو - فرمایا آہا! تم کو اس گیروا لباس نے دھوکے مین ڈالا جو مجکو واجب التعظیم سمجھے اور میرے تخلیہ کا لحاظ کیا - ارے بابا! صرف مقام تنہائی کا نام نہین - وہ تو دل کی ایک حالت ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ ممکن ہے خلوت ہو یا جلوت - تنہائی ہو یا مجمع اُسکے لیے کوئی مزاحم نہین ہے

اگر دل گرفتار ہے مخصوصون مین		تو خلوت بھی بازار سے کم نہین ہے
مگر جسکے دل کو ہے یکسوئی حاصل		تو وہ انجمن مین بھی خلوت نشین ہے

مین نے جو باباجی کو ایسا خلیق اور حق پسند پایا تو اور بھی بات چیت کرنے کی جرأت ہوئی - نہایت ادب سے عرض کیا - مہاراج! تکلیف نہو تو مجکو اتنی بات بتا دیجیے کہ یہ گروہا گروہ خلقت جو سرگرم سفر ہے کہان سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ بولے تمھارے اس سوال پر مجھے ہنسی آتی ہے کیونکہ تم بھی انہین مسافرون مین کے ایک مسافر ہو - اچھا

تم ہی بتاؤ کہان سے آئے اور کہان کو جا رہے ہو؟ مین نے کہا کیا عرض کرون مجکو اپنی جہالت پر سخت افسوس ہے - اسی لیے آپ سے سوال کیا اگر مین جانتا تو پوچھتا ہی کیون ؎

ظاہر مین گرچہ بیٹھا لوگون کے درمیان ہون		پر یہ خبر نہین ہے مین کون ہون کہان ہون

فرمایا خیر تم نہین جانتے تو سنو یہ آنا جانا اور سفر و حضر تو صرف کہنے کی بات ہے ورنہ اصل مین یہ **سدرشن کا میلہ** ہے - مین نے کہا مہاراج مین تو اب بھی نہ سمجھا - سدرشن کی شرح کیجیے تو کچھ بھید کھلے - کہنے لگے اسکی شرح ایک غور طلب مضمون ہے ذرا جی لگا کر سنو - دیکھو انسان کے دل مین طرح طرح کی خواہشین پیدا ہوتی ہین - اگر ان خواہشون کی قسمین چھانٹو تو کسی خواہش کو ان تین قسمون سے باہر نہ پاؤ گے -

خواہشِ بقا - خواہشِ علم - خواہشِ سرور

(۱) خواہشِ بقا

ہر انسان کی یہ دلی خواہش رہتی ہے - کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو زندہ رہے - موت کا نام آیا اور اُس کا دل گھبرایا - زوالِ ہستی کا خیال بندھا اور اُسکے اوسان خطا ہوئے - وہ تو یون چاہتا ہے - کوئی ایسا خضر ملے جو آب حیات کا گھونٹ پلا کر جنم جنم کو موت کا کھٹکا مٹا دے یا کہین سے ایسی اکسیر اعظم ہاتھ آجائے کہ بیماری وضعف پیری سے عمر بھر کو چھٹکارا ہو - وہ صرف دوا دارو ہی پر قناعت نہین کرتا بلکہ خیر خیرات - دان پُن - صدقہ قربانی نذر بھینٹ - گرہنت پڑھنت - تعویذ گنڈے - جنتر منتر - دعائین وظیفے - غرض ہزار ہزار جتن کرتا ہے کہ کسی طرح موت اور اسباب موت سے اپنے آپکو بچائے جب زندگی جاوید کی تمنا

کسی عنوان سے بن نہین پڑتی تو ناچار درازی عمر ہی کی فکر مین کرتا ہے - اور آخر دم تک موت کے مقابلہ پر کمر بستہ رہتا ہے باایں ہمہ اُسکو یہ بھی یقین کامل ہے کہ یہ جسم فانی ہے اور موت ایک نہ ایک دن آنی ہے کوچ کی گھڑی سر پر کھڑی ہے نہ دعا سے ٹلے نہ دوا سے رُکے جب ہر طرح سے ہار مانی اور موت پر کچھ بس نہ چلا تو خواہش بقا دوسرا رنگ بدل کر آئی اور انسان کو یہ سمجھاتی ہے کہ خیر دنیا مین ہم نہ رہین تو ہمارا قائم مقام ہی رہے ؎

لیکن اُٹھین بھی تو اک نقش بٹھا کے اُٹھین	گرچہ ہم صفحۂ ہستی پہ ہین اک حرفِ غلط

وہ اپنے دوام و قیام سے مایوس ہو کر اولاد کی بقا کو اپنی بقا اُسکی حیات کو اپنی حیات تصور کرتا ہے اور یہ تصور کچھ بیجا بھی نہین - آخر اولاد بھی تو اُسی کا قطرۂ خون اور اُسی کا جزو بدن ہے - اسی لیے جو بات اپنے واسطے چاہتا وہ اُسکے لیے چاہتا ہے - اپنا مال و متاع گھر بار عمر بھر کی کمائی کس خوشی سے اُسکے لیے چھوڑتا ہے گویا خود ہی قابض ہے - یہان تک کہ جن کے صلبی اولاد نہین ہوتی وہ عزیز و اقارب مین سے بیگانون مین سے کوئی بچہ گود لیکر پال لیتے پرورش کرتے اور اپنے ورثہ کا وارث بنا جاتے ہین کہ مرے پیچھے کوئی نام لیوا باقی رہے اور دنیا مین انکا جانشین کہلائے حقیقی یا فرضی اولاد تو ایک طرف انسان اپنی بقا پر ایسا فریفتہ ہے کہ ہر چیز مین ہر کام مین ہر بات مین اُسکو تلاش کرتا اور تنکے کا سہارا بھی غنیمت جانتا ہے - کنوان - تالاب - پل - باغ - مندر - مسجد - دھرم شالہ - خانقاہ - مہمانسرا - مقبرہ - لاٹ - منارہ - تصنیف و تالیف - ایجاد و اختراع - تازہ تحقیقات - شان و نمود کا کام - ان سب یادگارون کی بنا عموماً اسی خواہش پر ہے کہ دنیا ہم کو بھول نہ جائے - ہم نہون تو ہمارا نام ہی رہے - چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

مردون کا آسمان کے تلے نام رہ گیا	رستم رہا زمین پہ نے سام رہ گیا

الغرض ہر شخص ہمیشہ اپنی بقا کا طالب ہے۔ مرنے سے ڈرتا اور جینے پر مرتا ہے
اپنی حیات کے بے ثبات پاکر اپنی یادگاروں ہی کا نقشہ جماتا ہے مگر تا بکے

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے ناميوں کے نشان کیسے کیسے

(۲) خواہش علم

یہ بھی ایک قدرتی خواہش ہے۔ کوئی فرد بشر اسکے چسکے سے خالی نہین۔ بچہ۔ بڈھا جاہل۔ عالم۔ گنوار حکیم۔ کسی رتبہ یا کسی پیشہ کا آدمی ہو خواہش علم سب مین پائی جاتی ہے بچہ باپ سے پوچھتا ہے۔ بابا جان یہ آسمان کیا ہے؟ زمین کیونکر بنی؟ یہ سورج کیون چکر کاٹتا ہے؟ یہ چاند کیون گھٹتا بڑھتا ہے؟ یہ بادل کہان سے آئے؟ ہوا کیون چلی؟ یہ تارے کس نے بنائے؟ غرض ہر چیز جو اُسکو نظر آتی ہے۔ اُسکی حقیقت جاننا چاہتا ہے جسکی خبر باپ تو باپ اُسکے لکڑ دادا کو بھی نہ تھی۔

ایک دکاندار عدالت کے چپراسی سے پوچھتا ہے۔ میانجی بھلا اُس ڈاکہ کے مقدمہ مین کیا حکم ہوا؟ حالانکہ اُس کو مقدمہ سے کچھ سروکار نہین۔ ایک راہگیر ریلوے کے ملازم سے پوچھتا ہے۔ کیون بابوجی وہ جو ہاترس کے پاس ریل گاڑیاں لڑگئی ہین کچھ اُنکی کیفیت آپ نے بھی سُنی؟ اسی خواہش کا نتیجہ ہے کہ طرح طرح کے اخبار گزٹ میگزین نکلتے ہین اور دنیا کے تازہ ترین حالات وحادثات و واقعات کی خبرین روزانہ ہفتہ وار ماہوار پہونچاتے رہتے ہین۔ مگر یہ تو خواہش علم کی ادنی چاٹ ہے جسکا چسکا اسکو صبح شام لگا رہتا ہے رہی سیری سو وہ تو بڑے بڑے کتب خانون سے بھی جن مین ہزارہا جلدین بھری پڑی ہین محال ہے۔ اسی لیے ہر سال ہزارون نئی کتابین مختلف علوم وفنون کی تالیف وتصنیف ہوتی

اور چھپتی ہین انسان چاہتا ہے کہ اپنی حقیقت اور نہ صرف اپنی بلکہ کل عالم کی ماہیت اُسکو معلوم ہوجاے۔ اسی غرض سے طبیعی ریاضی فلسفہ مذہب وغیرہ علوم ایجاد ہوئے اور جو کچھ ترقیان ان مین ہوتی چلی جاتی ہین وہ سب اسی خواہش کی بدولت ہین جو لوگ علم دوست ہین اُن مین یہ خواہش ایسی زبردست ہوجاتی ہے کہ مرتے مرتے بھی تحصیل علم سے نہین چوکتے۔ ایک مہندس کی نقل ہے کہ وہ کوئی مسئلہ ریاضی کا حل کر رہا تھا۔ انھین دنون غنیم شہر کو محاصرہ کیے پڑا تھا یہانتک کہ شہر فتح ہوگیا اور چند سپاہی ننگی تلوارین لیے اُسکے سر پر آپہونچے تب تو مہندس کے چھکے چھوٹے لگا منت سماجت کرنے۔ بھائی اتنی مہلت دیدو کہ مین اس سوال کو حل کرون پھر تم کو اختیار ہے بے تکلف مار ڈالنا۔ وہ جو لوگ کہا کرتے ہین کہ ہم کو مرنے کی بھی فرصت نہین سو عوام کے لیے تو ایک قسم کا مبالغہ ہی مبالغہ ہے مگر اہل علم کی مصروفیت دیکھو تو ایک بیان واقعی ہے۔ اور یہ بھی اس خواہش کا خاصہ ہے کہ کبھی پوری نہین ہوتی مہد سے لحد تک اپنا کام کیے جاتی ہے کیونکہ آدمی ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ ہر شئی کی اصل و حقیقت کو جانے پہچانے اور اُس سے کوئی بھید قدرت کا پوشیدہ نہ رہے لیکن قدرت کے قوانین اور اسرار ہین لانہایت اس لیے اُنکا علم بھی ہے بیحد و غایت انسان جس قدر علم حاصل کرتا ہے اُسی قدر خواہش بڑھتی جاتی ہے پھر سیری ہو تو کیونکر ہو۔ عالم جب میدان علم کی وسعت پر نظر کرتا ہے تو اُسکے آگے اپنی معلومات کو حقیر و ناچیز جانتا اور اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھتا ہے۔ البتہ اوچھی پونجی والون کو اپنے علم کا غرہ ہوتا ہے اور غلطی سے اپنے آپ کو دھنا سیٹھ سمجھنے لگتے ہین۔ لیکن جب آگے بڑھکر علم کے بیش بہا خزانے دیکھتے ہین تو اپنی خام خیالی سے خود شرماتے ہین۔ علم کا چشمہ بھی عجیب چشمہ ہے جس کا تھوڑا پانی پیئے تو آدمی دیوانہ بن جائے زیادہ پیئے تو عاقل و فرزانہ۔

(۳) خواہش سرور

یہ خواہش بھی فطری ہے کیونکہ ہر انسان میں ہے اور نہایت قوی ہے - کون ہے جو راحت کا طالب اور رنج سے خائف نہو - ہر شخص شب و روز اس دھن مین لگا رہتا ہے کہ جہان تک بنے اور جیسے بنے عیش و نشاط کا سامان مہیا رکھے - کسی وقت دل پر میل نہ آنے پائے - ساری عمر خوشی و خرمی مین بسر ہو - مگر آدمی کتنے ہی سامان بہم پہونچائے اور کتنے ہی ہاتھ پاؤن مارے آسایش کی نسبت تکلیف مین زیادہ گرفتار رہتا ہے - البتہ اُسکے ساتھ ایک مونس غمخوار ایسا ہے جو ہر حالت مین اُسکی دلدہی کرتا اور کوششون پر آمادہ رکھتا ہے - آسودگی کے زمانے مین یون پھسلاتا ہے - ارے میان! کیسا رنج اور کہان کا ملال ان باتون کا خیال بھی دل مین نہ لاؤ - خدا عیش کی گھڑیان سلامت رکھے - عمر بھر چین سے جاؤ ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

دُکھ درد کی حالت مین یون تسلی دیتا ہے کہ - ہمیشہ دن ایک سے نہین رہتے کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتین - خوشی نہ رہی تو غم کیون رہیگا - یہ بھی ایک وقت ہے اب گزرا ؎

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند

ذرا صبر کرو پھر چین ہی چین ہے یہ بُرے دن یاد بھی نہ رہینگے - ایسا شفیق غمگسار کون ہے؟ امید جو ہمیشہ تجربہ کے خلاف بھی یقین دلاتی ہے - کہ جو ہوا سو ہوا آیندہ ہرگز ایسا نہوگا - غرض ساری عمر انسان کی اسی کشمکش مین گزر جاتی ہے - کبھی دُکھ کبھی سُکھ کبھی رنج کبھی راحت - آخر کار ایک دن موت اُسکی گردن آدباتی اور سب جھگڑے چُکا دیتی ہے - ڈھارس بندھانے والی امید سبھی کو ساتھ لگی ہوئی ہے ورنہ آدمی غم و اندوہ کے اندیشے

سے گھُل گھُلکر بے موت مرجایا کرتا - الحاصل سرور جس پر آدمی اس قدر شیفتہ و فریفتہ ہے تین طرح کا ہوتا ہے -

پہلا جسمانی یا حسی - دوسرا دماغی یا عقلی - تیسرا روحانی یا باطنی

سرور جسمانی

جسمانی سرور وہ ہے جو حواس ظاہری کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً نغمۂ شیرین یا کلام فصیح کان کی راحت ہے - شکیل و جمیل انسان - خوشنما اشیا - خوش قطع مکان اور پر فضا مقام کا نظارہ - سبزہ زاروں باغوں پہاڑوں کی سیر آنکھ کی آسایش ہے - اسی طرح مشک و عنبر و عطریات کا سونگھنا ناک کی - مزیدار کھانے زبان کی - نرم کپڑوں اور گدگدی چیزوں کا لمس جلد بدن کی لذت ہے - جب کئی اندریوں کی راحت ایک وقت مین حاصل ہوتی ہے تو لطف بھی دوبالا ہوجاتا ہے مثلاً گویا ہو خوش گلو اور خوبرو بھی کھانا ہو آب و نمک بھی ٹھیک بو باس بھی اچھی کپڑا ہو خوش رنگ بھی اور نرم بھی - جبکہ ایک ایک دو دو اندریوں کی راحت ایسی دلکش ہوتی ہے کہ آدمی اُسیر پروانہ بنجاتا ہے تو پانچوں کا اجتماع قیامت سے کم نہین ؎

آل - پتنگ - مرگ - مین - بھرنگ جرت ایک ہی آنچ	تلسی وہ کیسے جیئے جس کو لاگین پانچ

مدعا یہ ہے کہ بھونرا خوشبو کے شوق مین - پروانہ روشنی کے عشق مین - ہرن راگ کی دھن مین مچھلی کھانے کی چاٹ مین - اور ہاتھی حظ نفسانی کی وحشت مین ہلاک ہوجاتا ہے انسان بیچارہ جس پر پانچوں اندریان غالب ہین کیونکر زندہ رہے - مگر انسان مین ہر اندری کا جوش یکسان نہین ہوتا - کوئی کسی اندری کا غلام ہے کوئی کسی کا - بعض کو عمدہ کھانوں کا شوق ہے تو بعض کو اچھے لباس کا - کوئی حسن صورت پر مرتا ہے - تو کوئی گانے بجانے مین عمر صرف کرتا ہے

اکثر حکما کا اتفاق اسپر ہے کہ کل لذائذ حسی مین کام یعنی خواہش نفسانی نہایت زبردست ہے - اس راحت کے پیچھے انسان ایسا دیوانہ ہوجاتا ہے کہ دولت صحت - عزت سبھی تو کھو بیٹھتا ہے - بلکہ جان تک دریغ نہین کرتا - چنانچہ کسی کو کثرت عیاشی مار رکھتی ہے کوئی رقیبون کے ہاتھ سے ہلاک ہوتا ہے -

دولت کل جسمانی راحتون کی ضامن ہے - روپیہ پلّے ہو تو ہر قسم کا سامان عیش فراہم ہوسکتا ہے - اسی لیے انسان اسکی طلب مین سخت کوشش کرتا ہے - مگر جب خواہش نفسانی کا بھوت سوار ہوتا ہے تو دولت کی بھی کچھ پروا نہین کرتا بیدھڑک اُڑا ڈالتا ہے -

تندرستی سے بقاے حیات ہے - اسکی حفاظت کے لیے انسان کیا کچھ نہین کرتا ایک اپنے دم کے لیئے ہزارون بے گناہ جانورون کا خون بہاتا ہے - تندرستی ہی پر حصول علم کا مدار ہے - علم طب کی اتنی قدر و منزلت صرف اسی وجہ سے ہے کہ وہ حفظ صحت کی تدبیر بتاتا ہے تندرستی ہی حصول راحت کی بنیاد ہے - ایک صحت نہو تو سب راحتین ہیچ ہین لیکن لذائذ حسی کے چٹخارون پر تندرستی جیسی عزیز چیز کو بھی آدمی قربان کردیتا ہے جسم و دماغ ایک حالت مین دیر تک رہنے سے تکلیف دہ ہوجاتے ہین لهذا اُن کی تبدیل حالت سے راحت حاصل ہوتی ہے - انواع و اقسام کے کھیل و تماشے اسی لیے راحت کا ذریعہ ہوتے ہین -

عادت بھی حصول راحت کا بڑا ذریعہ ہے مثلاً حقّہ - پان - چائے - اور نشیلی چیزین جبکہ لت پڑجاتی ہے تو ان سے بھی راحت حاصل ہوتی ہے - بعض حکما کہتے ہین کہ محض عادت ہی راحت کی بنیاد ہے - جس شے کی عادت نہین اُس مین نہ راحت ہے نہ سرور -

سرور دماغی

دماغی سرور وہ ہے جو حواس باطنی کے وسیلے سے محسوس ہوتا ہے اس کو راحت

خیالی بھی کہتے ہین اسکے تین ذریعے ہین۔

اظہار خودی۔ علم۔ نیکی

اظہار خودی

یہ نہایت پُر زور خواہش ہے جس سے اعلیٰ درجے کی راحت دماغی حاصل ہوتی ہے اسکے بہت سے وسائل ہین۔ دولت۔ طاقت۔ خوبصورتی۔ حکومت۔ نیکنامی وغیرہ۔
دولت راحت جسمانی کے علاوہ اس سے اظہار خودی کا سرور بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ اہل دولت اپنے ہم چشمون مین معزز خیال کیے جاتے ہین۔
طاقت بھی اظہار خودی کا وسیلہ ہے کیونکہ زبردست آدمی اورون پر غلبہ حاصل کرسکتا ہے خوبصورتی پر بھی آدمی کو بڑا ناز ہوتا ہے اور اس سے اظہار خودی کا خوب موقع ملتا ہے ؎

وہ رہتے ہین اپنی ہی خوبی پہ نازان		مرے یا جیے کوئی اُن کی بلا سے

حکومت تو اعلیٰ سے اعلیٰ ذریعہ اظہار خودی کا ہے۔ دولت۔ عزت۔ شہرت سب اسکی جلو مین چلتی ہین اس لیے آدمی اسکی حصول پر مٹا ہوا ہے کونسی کوتک ہین جو حصول سلطنت کے لیے انسان نے نہین کیے بیگانون بیگانون کے خون مین ہاتھ رنگے بیگناہون کا قتل عام جائز رکھا۔ حکومت ہی کا نشہ ہے جو انسان کو بلاخوف میدان جنگ مین توپون کے مقابل لیجاتا ہے۔ حکومت ہی کا زور ہے جو انسان کو سردار لشکر یا سرگروہ قوم بنا کر واجب التعظیم کردیتا ہے۔

نیکنامی اور شہرت مین بھی اظہار خودی کا سرور لبالب بھرا پڑا ہے اور خواہشین سرد ہو جاتی ہین تب بھی نیکنامی کی چاہت اکثر دل مین بنی رہتی ہے۔ کیسا ہی تارک الدنیا ہو بے طمع بے لاگ

بے نفس ہوا ایک لفظ خلاف شان کہدیجئے فوراً چین بچبین ہوجائیگا - یہ خواہش نہایت باریک اور پوشیدہ ہے - بسا اوقات انسان خود نہین جانتا کہ اس مین یہ خواہش باقی ہے - حالانکہ دل کے پردون مین چھپی رہتی ہے اس لیے اسکا دور کرنا بہت کٹھن کام ہے -

علم

جیسا کہ حصول راحت جسمانی کا ایک ذریعہ ہے اس سے بڑھکر اظہار خودی کا وسیلہ ہے - اگر ان دونون راحتون سے قطع نظر کرو تو بھی علم بنفسہ ایک اعلےٰ درجہ کی راحت ہے اسکا مزہ وہی خوب جانتے ہین جنکو علم حاصل ہے - عالم آدمی سلطنت کی بھی پروا نہین کرتا - کیونکہ بادشاہ کو جو راحت حاصل ہوتی ہے وہ بیرونی ساز و سامان سے ہوتی ہے اس سامان مین ذرا کسر پڑی اور راحت مین خلل آیا مگر عالم خود گنجینۂ راحت ہے کسی خارجی شئے کا محتاج نہین - بعض اوقات فلاسفر کا ایک خیال اور شاعر کا ایک شعر تخت و تاج سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے - کہتے ہین کسی بہادر سردار نے ایک ملک فتح کیا - اسپر اُسکے ایک دوست نے مبارکباد دی تو آہ سرد بھر کر بولا کاش مین فلان نظم کا مصنف ہوتا نہ کہ اس ملک کا فاتح ع

گو نہین حکم روان طبع روان رکھتے ہین	ہم نہین ملک سخن ملک جہان سے ناسخ

جب سکندر پیدا ہوا تو اُسکے باپ نے حکیم ارسطو کو نامہ لکھا یہ مضمون کہ مین نہین جانتا کہ بیٹا پیدا ہونے کی خوشی مجھے اسلیے ہے کہ وہ ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ ہوگا یا اسلیے کہ اسکو آپ جیسے اُستاد کی شاگردی نصیب ہوگی -

ایک عالم کا ذکر ہے کہ وہ عرصہ دراز سے ایک سوال کے حل کرنے مین جد و جہد کر رہا تھا - ایک روز حمام نہاتے وقت اُسکا ذہن لڑگیا اور عقدہ حل ہوگیا پھر تو وہ یون کہتا سر بازار ننگا بھاگا چلا گیا - مین نے حل کر لیا مین نے حل کر لیا - ایسا سرور جو از خود رفتہ بنا دے علم ہی سے حاصل

ہو سکتا ہے نہ کہ دنیوی سامان سے -

راحت علم مین ایک فضیلت یہ ہے کہ وہ جسمانی راحتون سے زیادہ لطیف و دیرپا ہوتی ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ اس مین اورون کو شریک کر لینے سے کچھ گھٹا نہین آتا تیسری بزرگی یہ ہے کہ اسکی زیادتی مین کچھ اندیشہ خرابی کا نہین جیسا کہ جسمانی راحتون مین ہوتا ہے کہ جہان حد سے بڑھین آدمی کو لے ڈوبین بلکہ یہان اسکے برعکس ہے جتنی علمی راحت بڑھیگی اُتنی ہی آدمیت کو ترقی ہوگی -

نیکی

یہ تیسرا طریقہ راحت دماغی کے حصول کا ہے دوسرون کی نفع رسانی مین بلا غرض سعی کرنا نیکی کہلاتی ہے - ایسا کرنے سے ایک عجیب لطیف سرور دماغی حاصل ہوتا ہے - اکثر آدمی جو خود غرضی کی بلا مین مبتلا اور خود مطلبی کے زندان تنگ مین مقید ہین وہ اس نعمت عظمی کے ذائقہ سے بالکل محروم ہین - مگر جو شخص اسکی لذت سے کچھ بھی آشنا ہو جاتا ہے وہ اپنا تن من دھن اسپر نثار کر دیتا ہے اور تمام عمر حاتم وقت بنکر اس بے بدل راحت کا حظ اُٹھاتا ہے - نیکی - رحم - ہمدردی - محبت - سب ایک چشمے کے سوتے - ایک درخت کی شاخین - یا یون سمجھو کہ چیز ایک اُسکی حالتین مختلف - اُن مختلف حالتون کے یہ جدا جدا نام ہین - انسان نیکی کی بدولت فرشتہ بن جاتا اور یہ دنیا اُسکو بہشت کا سا سرور دیتی ہے

ایسی معیشت کر لوگون سے جیسی غلکش میر نے کی
مدت گزری اُٹھ گئے اُسکو روتے ہین ہمسائے ہنوز

سرور روحانی

جب انسان کو نیکی کی بدولت صفائی قلب حاصل ہوتی ہے اور دل یکسو ہو کر استغراق

مین پہونچتا ہے تو اُس مین ایک عجیب لطیف سرور باطنی پیدا ہوتا ہے جسکو سرور روحانی
کہتے ہین۔ علم کا مزہ عالم ہی جانتا ہے نیکی کی راحت نیک شخص ہی محسوس کرتا ہے اسی طرح
روحانی سرور صرف وہی شخص معلوم کرتا ہے جو اہل حال ہے اہل قال اُسکو نہین سمجھ سکتا جنکو یہ سرور
حاصل ہوتا ہے وہ رشی مُنی اولیا کے نام سے موسوم کیے جاتے ہین اُنھین اولیا کا بیان ہے
کہ راحت جسمانی و راحت دماغی اس سرور روحانی کے ادنی مراتب ہین جنکو اس سرور کی جھلک بھی
نصیب ہو جاتی ہے اُن کی نظر مین دنیا کی کل راحتین ہیچ ہو جاتی ہین اور اُسکے سب مزے ایسے
پھیکے پڑجاتے ہین کہ پھر اُنکی طرف رغبت نہین ہوتی ہے ٥

جس نے اودھر کو جھانکا پھر وہ اِدھر کہان ہے	دیدار دلربا کا دیوار قہقہہ ہے

میرے اس بیان سے یہ تو آپ بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ تین خواہشین انسان کی فطرت مین
داخل ہین۔ خواہش بقاے دوام۔ خواہش علم کُل۔ خواہش سرور سرمدی۔ سنسکرت مین بقاے
دوام کو ست کہتے ہین علم کُل کو چت۔ سرور سرمدی کو آنند۔ ان تینون لفظون کی ترکیب سے
بنا لفظ سچدآنند۔ پس اِنسان ہمیشہ سچدآنند کا خواہشمند رہتا ہے۔ مگر اُسکی یہ خواہش عموماً پوری
نہین ہوتی تو اب دو باتین غور طلب ہین۔ اول انسان کی فطرت مین سچدآنند کی خواہش کیون
ہے؟ دوم سچدآنند کی خواہش ہے تو اوسکو پاتا کیون نہین؟ یہ تو سُنا ہوگا کُلُّ شَیٍٔ یَرجِعُ اِلیٰ اَصلِہٖ یعنی ہر ایک شے
اپنی اصل کیطرف رجوع کرتی ہے نہ کہ دوسری طرف۔ اچھا تو انسان ایک شے ہے اسلیئے انسان ہمیشہ اپنی اصل
کیطرف رجوع کریگا نہ کہ دوسری طرف مگر ہم دیکھتے ہین کہ انسان ہمیشہ سچدانند کیطرف رجوع کرتا ہے نہ کہ دوسری
طرف۔ پس معلوم ہوا کہ سچدانند ہی انسان کی اصل ہے اسلیے سچدآنند کی طلب اُسکی فطرت مین ہے ٥

باز جوید روزگار وصل خویش	ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش

اب رہی یہ بات کہ انسان کو باوجود تلاش سچدآنند حاصل کیون نہین۔ اصل یہ ہے کہ وہ تلاش

تو بیشک کرتا ہے مگر اُن قیود کے اندر جن میں سچدآنند کا ظہور کامل نہیں ہے اگر یہ قیود دور ہوجائیں
تو ممکن ہے کہ انسان سچدآنند کو پائے - سچدآنند کی ترکیب تو تم نے سن ہی لی ست - چت - اور
آنند - اب سچدانند کا پہلا جز ست جو کل لفظ کے معنی دیتا ہے درشن کے ساتھ ملایا - درشن کے
معنی ہیں زیارت یا حصول - صرفی قاعدہ کے بموجب (ت) (د) سے بدل گئی تو سدرشن ہوا یعنی
سچدآنند کا دیدار یا حصول -

سوامی جی یہ کہکر خاموش ہوگئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی بزرگانہ عنایت کا کیا شکریہ ادا
کروں - اس بیان شافی سے مجکو کمال راحت حاصل ہوئی اور نہ صرف راحت بلکہ میری بہت سی
جہالت دور ہوگئی - میں خوب سمجھ گیا کہ انسان کی اصل سچدآنند ہے اِسلیے وہ ہمیشہ سچدآنند کا
متلاشی رہتا ہے - مگر اتنی بات اور رہ گئی کہ وہ قیود جنکی وجہ سے سچدآنند کا کامل ظہور نہیں ہوتا
کیا ہیں اور کیونکر دور ہوسکتی ہیں؟ فرمایا آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ہونا ہے اسی دم ہوجائے سو یہ
ممکن نہیں مثلاً علم کل کی خواہش آپ کی فطرت میں ہے - لیکن اس کا حصول دفعتہً نہیں ہوسکتا
بلکہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے ع

بہ مطلب میرسد جویاے کام آہستہ آہستہ

خیر اس سوال کا جواب پھر کسی وقت دینگے - اب قریب دوپہر ہونے آیا ذرا اشنان کرلیں
یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے میں نے کہا حکم ہو تو میں بھی ہمراہ چلوں اشنان میں آپ کو مدد دونگا
فرمایا کچھ ضرورت نہیں ہم تو تنہائی میں اشنان کیا کرتے ہیں - یہ کہتے ہوئے چل دیئے - کوئی
دو گھنٹے بعد واپس آئے اور بیٹھکر چادر کی گرہ کھولی جھاڑیوں میں سے بیر جن لائے تھے کچھ
مجھے دیے کچھ آپ کھائے کمنڈل سے پانی پیا اور ایسے خوش معلوم ہوتے تھے کہ لذیذ کھانا کھاکر
بھی کوئی اتنا خوش نہوتا - ایک پتھر کا تکیہ لگاکر لیٹ گئے اور کہنے لگے سنو میں اپنے ایام سفر کا

کا حال بیان کرتا ہون۔

فصل دوم

سوامی جی کا سفرنامہ

ایکبار چلتے پھرتے ایک بستی مین گزر ہوا جسکا نام دھرم پور تھا کچھ ایسا بڑا شہر تو نہ تھا مگر بہت ہی گلزار تھا۔ کوئی پچاس ہزار کے قریب آبادی ہوگی۔ مکانات بیشتر پختہ۔ ساہوکارون کی کثرت جنکی عالیشان عمارتون سے دولت مندی ٹپک رہی تھی۔ سڑکین کشادہ۔ کوچے صاف جا بجا پاکیزہ مندر اور مصفا مسجدین بنی ہوئین جنکو دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ باشندے یہان کے دیندار اور دھرماتما ہین۔ بازار بہت چوڑا چکلا۔ دکانین خوش قطع اور وسیع قیمتی اجناس سے بھری ہوئین محلے در محلے تعلیم کے لیے مدرسے جاری۔ بستی سے باہر ایک شاندار عمدہ کالج تھا جس مین اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی تھی سواد شہر باغات سے سرسبز ہو رہا تھا جن مین دھرم شالے بنے ہوئے اور سدا برت لگے ہوئے تھے کہ سادھو فقرا آئین تو آرام پائین اور بےفکری سے عبادت مین جی لگائین شہر کے ایک جانب ندی بہتی تھی پار جانے کو ایک مضبوط آہنی پل تھا کنارے کنارے پختہ گھاٹ بنے تھے اور جا بجا پھلواڑیان نئے نئے قسم کے بیل بوٹون سے آراستہ۔ کسی مین پاکیزہ مندر ہے تو کسی مین مصفا مسجد ہے شہر کے اکثر زن و مرد صبح شام وہان جاتے اور نہا دھو کر اپنے اپنے طور پر پوجا پاٹ کرتے۔ دریا پار خوب صورت پہاڑیان تھین بہت اونچی تو نہ تھین مگر خوب سرسبز و شاداب اُنپر چڑھنے کو کشادہ راہین پہاڑ کاٹ کر بنائی گئی تھین چوٹیون پر چھوٹے چھوٹے میدان تھے جنمین لوہے کی چوکیان اور تپائیان پڑی رہتی تھین شہر کے نوجوان سیر و تفریح کے لیے اکثر شام کو وہان جاتے۔ ٹہلتے یا تپائیون پر بیٹھ شہر اور دریا کی سیر دیکھتے یا آپس مین بات چیت کرتے۔ کبھی مذہبی فلسفی اور منطقی مباحثے چھڑ جاتے

مگر نہایت تہذیب و شائستگی کے ساتھ ایک سے ایک تیوری مین بل نہ ڈالتا۔ اس شہر کو دیکھکر میری طبیعت بہت خوش ہوئی ندی کنارے ایک باغ تھا۔ باغ مین عالیشان مندر۔ اور مندر کے متعلق دھرم شالہ تھی۔ مین وہان جا اُترا معلوم ہوا کہ یہ عمارت سیٹھ بھولا ناتھ کی ہے۔ نوکر چاکر جو مالک کی طرف سے تعینات تھے بہت نیک سیرت خلیق۔ با ادب۔ مسافر نواز۔ مجکو دیکھتے ہی حال پوچھا اور چٹ پٹ کھانے کے اہتمام مین مشغول ہوگئے۔ مین نے ذرا آرام کرکے اشنان کیا۔ پھر کھانا کھایا۔ سر شام لالہ صاحب بھی باغ مین تشریف لائے میری خبر سنکر پاس آ بیٹھے اور دیر تک باتین کرکے چلے گئے۔ لوگون سے سُنا کہ یہ اس بستی کے بڑے ساہوکارون مین سے ہین۔ نہایت سخی نیکدل۔ نیم دھرم کے سخت پابند اور بیوہار بھی ایمانداری کا ہے۔ اسلیئے لوگون مین ان کی بڑی عزت اور ساکھ ہے۔ پھر تو لالہ صاحب کئی بار میرے پاس آئے گئے۔ مجھسے بہت محبت کرنے لگے عرصہ تک مجھے ٹھرائے رکھا کہین جانے نہ دیا۔ ایک دن جو آئے تو کہنے لگے سوامی جی آج ہمارے ٹھاکر جی کا بیاہ ہے۔ اسی بستی کے ایک ساہوکار مین اُنکی تلسی جی سے شادی قرار پائی ہے آپ بھی مہربانی کرکے تشریف لائین۔ مین نے اُنکی خاطر سے منظور کرلیا۔ شام کے آٹھ بجے ہونگے کہ ایک لڑکے نے آکر سلام کیا۔ کوئی سولہ برس کا سن و سال۔ نام پوچھا تو روشن لال۔ کہنے لگا لالہ جی نے آپ کی سواری کے لیئے ہاتھی بھیجا ہے برات چڑھنے کا وقت قریب آگیا صرف آپ کا انتظار ہے۔ مین اُسی طرح اُٹھ لڑکے کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہولیا۔ وہان پہونچے تو دیکھا بڑی دھوم دھام ہو رہی تھی۔ اور ہاتھی۔ گھوڑے۔ چرٹ۔ بگھیان وغیرہ سب ٹھاٹھ سامان مرتب اور تیار تھا۔ ہمارا ہاتھی بھی ہاتھیون کی قطار مین مل گیا اور فوراً برات روانہ ہوگئی۔ روشنی کا ایسا عمدہ انتظام تھا کہ رات کو دن بنا دیا۔ باغ بہاری کی ٹٹیون سے لالہ زار کھل گیا۔ باجے گاجے کی سُریلی صداؤن سے ہوا گونج اُٹھی۔ آتشبازی بھی نہایت نفیس تیار کرائی گئی تھی قدم قدم پر انار پھلجھڑیان۔ مہتاب۔ پٹاخے۔ چھچھوندرے جا رہے تھے۔

مین نے روشن لال سے پوچھا۔ کیون صاحبزادے اِس برات کا سمان دیکھکر تمھارا دل خوش ہوا؟ اُسنے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر جواب دیا۔ نہین مہاراج۔ مین نے کہا کیا وجہ؟ کہا سوامی جی ہم تو غریب آدمی ہین۔ میرے والدین نے خدا جانے کیا کیا سختیان اپنے اوپر جھیلکر اور کیسے کیسے پاپڑ بیل کر مجکو انٹرمیڈیٹ تک تعلیم دلائی ہے۔ آج کل تعلیم کے اخراجات کچھ ایسے بڑھ گئے ہین کہ غریب بیچارے تو کس گنتی مین ہین اوسط درجہ والے بھی ہچکچاتے ہین۔ ہے امیر لوگ اول تو اپنے بچون کی تعلیم چندان ضروری نہین سمجھتے اور جو سمجھتے بھی ہین تو اُن کو خرچ کی کیا کمی اور اِس سے کیا بحث کہ غریب بھائیون پر کیا بیتا بیت رہی ہے اور اُنکے بچے کیسے مارے مارے پھرتے ہین۔ عموماً ہمدردی اور مروت تو اُنکے دلون کو چھو نہین گئی۔ لالہ جی نے ہزارہا روپیہ خرچ کر کے ٹھاکر جی کا بیاہ تو رچا لیکن میرے ساتھ جو زندہ ٹھاکر جی موجود بیٹھا ہون اور کوئی غیر بھی نہین رشتے مین اُنکا عزیز قریب ہوتا ہون کبھی کچھ سلوک نہ کیا۔ میری جان کو تو یہ غم کھائے جاتا ہے کہ اگلی جماعت کی کتابین کیونکر خریدون گا اور ماہواری فیس کہان سے لاؤن گا۔ چار ناچار آیندہ تعلیم سے ہاتھ اُٹھانا اور کالج سے نام کٹانا پڑیگا۔ ایسی حالت مین بیگڑیون کا سا کھیل آپ ہی انصاف کرین مجھکو کیونکر بھلا معلوم ہو۔ یہ کہکر اُسکا جی بھر آیا اور آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے مین نے اُسکے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ بچہ گھبراؤ نہین خدا نے تم کو ایسی ہمت ایسا شوق اور ایسی سمجھ دی ہے تو وہ تمھاری مرضی کے موافق کوئی سامان بھی غیب سے کر دیگا جسکو تم نہین جانتے ع خدا خود میر سامان ست ارباب توکل را + اتنے مین برات سمدھی کے دروازہ پر جا پہونچی۔ ٹٹیون پر ہاتھ پڑ گیا ایک لٹس مچگئی اور لوگون نے شور و غل سے زمین سر پر اُٹھائی یہ ہنگامہ فرو نہ ہوا تھا کہ آتشبازی مین آگ لگائی گئی۔ چکرون کی جھنگھاڑ اور گولون کی دھون دھان سے کان بہرے ہوگئے۔ ہاتھی گھوڑے بدکنے لگے۔ وہ تو خیر ہو گئی ہمارا فیلبان بہت ہوشیار تھا نہین تو دو چار کا کچلا ہو گیا ہوتا۔ غرض صدہا روپیہ ذری سی دیر مین پھنک گیا۔ اور

دھوان تک نہ نکلا۔ مگر لوگون نے واہ واہ بہت کی۔ لالہ جی بھی خوش تھے کہ بڑا نام ہوا اور جیسا دل کھول کے خرچ کیا تھا نیگ لگا۔ خوشامدی مصاحب بھی دل بڑھا رہے تھے کہ صاحب دولت اسی دن کے لیے ہوتی ہے کہ چار آدمی جلسہ دیکھین اور کیا کوئی گٹھریان باندھ کے ساتھ تھوڑے ہی لے جاتا ہے۔ بڑی بات یہی ہے کہ جگت مین نام ہوا اور لوگ یاد کیا کرین۔ خیر مین تو اُسیوقت اجازت لیکر دھرم شالہ کو واپس آیا۔ دوسرے دن سنا کہ شادی کے سب کام خیر وخوبی سے انجام ہوے۔ اور بخوشی تمام دُلھن کو لیکر گھر آئے۔

ایک روز شام کے وقت دریا کے گھاٹ پر لالہ جی اور مین بیٹھے باتین کر رہے تھے کہ روشن لال آیا اور ہم سے کچھ دور الگ بیٹھکر دریا کی سیر دیکھنے لگا۔ مین نے سیٹھ جی سے کہا کہ یہ لڑکا بہت مسکین۔ سعادت مند۔ ذکی وفہیم ہے۔ آپ کا تو رشتہ دار ہے کچھ اسکے حال پر توجہ نہین کرتے میرا یہ کہنا تھا کہ لگے سرد آہین بھرنے۔ کیا کہون سوامی جی! مجھکو ایشر نے سب کچھ دیا ہے کسی شے کی کمی نہین مین بہت خوش ہون اور ہزار ہزار شکر اُسکی درگاہ مین کرتا ہون مگر جب یہ خیال آتا ہے کہ آگے کو نہ کوئی نام لیوا ہے نہ پانی دیوا تو سر سے پاؤن تک سناٹا نکل جاتا ہے اور دل ہے کہ پانی کے بلبلہ کی طرح بیٹھا جاتا ہے ابتک تو آس تھی کہ شاید مہر کی نظر ہو جائے مگر عمر زیادہ ہوئی اور کوئی صورت نظر نہ آئی۔ واقعی یہ لڑکا ہونہار ہے اور میرا رشتہ دار ہے۔ اسکول مین پڑھتا ہے۔ جی چاہتا ہے اسی کو گود لیلون شاید اسی سے میرا نام چلے اور یہ دھن دولت ٹھکانے لگے۔ بھلا اس بارے مین آپکی کیا رائے ہے مین نے کہا۔ جو کچھ آپ نے سوچا ہے نہایت مناسب اور بجا ہے۔ بے تامل اسکو متبنّی کر لیجیے اور خوب تعلیم دلائیے تاکہ اسکا علم اور آپ کی دولت دونون ملکر خلق خدا کو نفع پہونچائین اور آپ کے بعد بھی چشمۂ فیض جاری رہے۔ اب تو سیٹھ جی کا ارادہ مصمم ہو گیا۔ گھر پہونچتے ہی بیوی سے مشورہ لے دوسرے دن روشن لال کو باقاعدہ متبنّی کر لیا۔ بہت دھوم دھام اور ناچ رنگ کے ساتھ تمام رسمین

ادا ہوئین۔ کل بستی کی دعوت کی گئی۔ غریبون محتاجون کو کھانا کپڑا بانٹا اور لپنے مقدور کے موافق خوب دان پُن کیا۔

اسکے بعد ایک روز روشن لال کی تعلیم کے باب مین مجھسے مشورہ لیا مین نے کہا۔ بدستور کالج کی تعلیم جاری رکھیے۔ کہنے لگے۔ اجی اس تعلیم کا نتیجہ تو اکثر یہی دیکھا کہ ناستک یعنی دہریے ہوجاتے ہین۔ میرا دل تو اسے قبول نہین کرتا۔ مین نے کہا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک طرفی تعلیم ہوتی ہے۔ انگریزی علوم کیساتھ دینی تعلیم بھی ہو تو یہ نتیجہ ہرگز نہو۔

(لالہ جی) اچھا محض سنسکرت ہی پڑھوائین تو کیسی؟

(مین) نری زباندانی سے انسان کے دماغی قویٰ کا پورا پورا نشو ونما نہین ہوتا اسلیے علوم کی تعلیم نہایت ضروری ہے سنسکرت کے علم تو بوجوہات زائل ہوچکے اور جو کچھ رہے سہے باقی بھی ہین تو اُن کا جاننے والا کہان اور پڑھانیوالا کون؟ علوم طبعی و ریاضی تو انگریزی مین اچھے ہین اور فلسفہ سنسکرت کا لاجواب ہے دونون کی تعلیم ساتھ ساتھ ہو تو واہ واہ اس سے بہتر کیا۔ جو عمدہ تعلیم پاتے ہین وہی کسی وقت مین سچے آستک (خداپرست) ہوتے ہین ع۔ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت۔ میری راے مین اگر آپ اس لڑکے کو ہندو کالج بنارس بھیجدین تو بہتر ہے کیونکہ وہان علاوہ انگریزی و سنسکرت علوم کی تعلیم کے اخلاقی و مذہبی تعلیم بھی دیجاتی ہے اسلیے اُسکے طلبا دہریئے و نیچریئے نہین ہوتے بلکہ آستک و دھرم کرم کے پورے پابند ہوتے ہین۔ یہ کالج چند شخصون کی عالی ہمتی سے چل رہا ہے افسوس اسکو پوری امداد نہین پہونچتی ہے۔ ہندوستان مین دان پُن تو بہت ہوتا ہے مگر سوپاتر دان یعنی مستحق لوگون کو نہین پہونچتا۔ جو صاحب اہل ہمت اور علم دوست ہین وہ اپنی خیرات ہی یہان بھیجدیا کرین تو اس کالج کی بھی مدد ہوجائے اُنکا دان بھی سپھل ہوجائے کیونکہ ودیا دان سب دانون [illegible] ہے اور اُنکی اور اُنکے بھائیون کی اولاد بھی سدھر جائے۔

سیٹھ صاحب نے یہ راے بہت پسند کی مگر سیٹھانی نے لڑکے کو جدا کرنا منظور نہ کیا لہذا یہ قرار پایا کہ
دھرم پور کالج مین ہی تعلیم جاری رکھی جائے دو چار دن کے بعد مین بھی چلدیا اتنا قیام بھی اتفاقی تھا

درویش روان رہے تو بہتر		آب دریا بہے تو بہتر

بعد کو معلوم ہوا کہ سیٹھ صاحب نے اپنی دریا دلی سے ایک رقم کثیر ہندو کالج کو گمنام بھیجدی۔

کئی سال کے بعد اُس بستی مین پھر گزر ہوا تو دیکھا کہ لالہ جی کا انتقال ہو گیا ہے روشن لال ایم اے
پاس کر کے گھر کے کاروبار مین مشغول ہے۔ کل کارخانہ بدستور بلکہ پہلے سے بھی بہتر حالت مین ہے۔
ایک دن کا ذکر ہے کہ سیٹھانی روشن لال کے پلنگ کے پاس کھڑی یون کہہ رہی تھین۔

سیٹھانی۔ بیٹا روشن لال اُٹھو۔ دیکھو کتنا دن چڑھ آیا۔ آج تو تمکو اپنے پتا جی کا شرادھ کرنا ہے۔

روشن لال (آنکھین ملتے ہوئے) ماتا جی مین نے ذرا ذرا انتظام کل ہی کر دیا ہے آپ خاطر جمع رکھیے۔

سیٹھانی۔ اے بیٹا کیا انتظام کیا ہے کچھ مجھسے بھی تو کہو۔

روشن لال۔ ماتا جی شہر بھر کے جتنے ودوان پنڈت اور سنیاسی ہین کوئی پچاس ہونگے سب
کا نمنترن (دعوت) کر دیا ہے اور محتاج خانے کے محتاجون اور یتیم خانے کے بچون کے لیے بھی
کھانے اور کپڑے کا بندوبست کیا ہے بس دس بجے تک کل سامان تیار دیکھ لیجیے۔

سیٹھانی۔ خیر بیٹا تم جانو۔ لیکن تمھارے پتا جی کے سامنے تو شرادھ کے دن پورے ایک ہزار
برہمنون کا بھوجن ہوا کرتا تھا۔ اُن کی ریت مین کسر پڑی تو بھلا ہمین تمھین لوگ کیا کہین گے۔

روشن لال۔ ماتا جی لوگون کے کہنے سننے کا آپ کچھ خیال نہ کرین۔ یہ بوجھ بار تو مین اُٹھا لونگا اب
رہی یہ بات کہ کرنا کیا چاہیے سو مجھسے سوامی دیانند جی کہہ چکے ہین کہ شردھا کے ساتھ ودوانون کا
ستکار کرنا اور کھانا کھلا کر اُنکو ترپت کرنا ویدون مین شرادھ ترپن کہا ہے۔ اور عقل بھی اس بات کو قبول
کرتی ہے دنیا کے دکھاوے کو ایک بڑا جھگڑا کرنا بالکل فضول ہے۔

سیٹھانی - للاجی ویدون مین تو یہ بھی لکھا ہے کہ سانجھ سویرے سندھیا کرنی آدمی کا عین فرض ہے سو تم رات کے دس بجے تو اپنا گھر سے آتے ہو اور دن کے آٹھ بجے سو کر اُٹھتے ہو۔ مین وید نہین پڑھی اسلیئے کچھ کہہ نہین سکتی کہ شرادھ ترپن کا کیا مطلب ہے پر اتنا جانتی ہون کہ آدمی کو کچھ نہ کچھ لوک یعنی رسم زمانہ بھی تو کرنی پڑتی ہے -

روشن لال (شرما کر) سندھیا کی بابت جو آپ نے فرمایا بہت ٹھیک ہے مگر وقت وقت کی تہذیب جدا ہوتی ہے - یہ بھی تو خیال کرو جس زمانہ کی یہ تہذیب تھی اُس زمانہ مین کیسی آسانی سے گزران ہوتی تھی غلہ اور پھل پھلار کی بہتات - آبادی کم - آدمی کو معاش کی تلاش مین اتنا سر کھپانا کاہے کو پڑتا تھا جتنا آج کل - اسواسطے اگلے وقتون کے لوگ بہت سا وقت اپنی ذاتی ترقی اور پوجن بھجن مین صرف کرتے تھے - ہمارے زمانہ کے رنگ ڈھنگ اور ہین ایک پیٹ پالنے ہی کا دھندا اتنا بڑا ہے کہ سر اُٹھانے کی فرصت نہین ملتی - پھر اپنے ہمجنسون کے ساتھ ہمدردی اور اپنے ملک کی بھلائی - اپنے وطن کی خدمت - اپنے فرقہ کی خیر خواہی - یہ سب اس زمانہ کی ضروری باتین ہین - صرف اپنی ہنڈیا کی خیر منانے سے آج کل کام نہین چلتا - حاکمون سے ملنا جُلنا اُنکے خیالات معلوم کرنا عام لوگون کی خواہش اُنکو بتانا - کمیٹیون مین شریک ہونا - جلسون مین جانا - کبھی قحط کا انتظام ہے - کبھی وبا کی روک تھام ہے - اگر اس زمانہ کے شریف رئیس ان کامون سے جی چُرائین اور اپنی جان بچائین تو اُنکی آبرو دو کوڑی کی ہوجائے اور بھلے مانسون مین اُنکی گنتی نہ رہے - سرکار دربار مین اُنکو کوئی کھڑا بھی نہونے دے - اب ذرا میری حالت دیکھیئے صبح کے آٹھ بجے پلنگ سے اُٹھا - نو بجے تک ضروریات اور اشنان سے فارغ ہو کر ذراسی چائے پی اور کوٹھی کے کام مین گھوڑے کی طرح جُت گیا - کبھی بارہ بجے کھانے کی فرصت ملی وہ بھی مشکل سے ایک سے دو تک اخبار پڑھے جنسے معلوم ہوتا ہے کہ آجکل دنیا مین کیا ہورہا ہے پھر ناول دیکھا جس سے

تومون کے طور طریق انسان کی طبیعت کے نئے نئے انداز ظاہر ہوتے ہین - تین سے چار تک آنریری مجسٹریٹی کا کام کیا - چار بجے کچھ ناشتہ کر کے یتیم خانہ اور محتاج خانہ کے ملاحظہ کو گیا - وہان سے ٹون ہال آیا - کسی دن جلسہ ہے کسی دن لکچر بدقت تمام کوئی سات بجے اپنا گھر پہونچا اور جب ایک پیالی چاے کی اور دو سگرٹ آرام کرسی پر بیٹھکر پیے تو ذرا جان مین جان آئی - پھر اپنا کھیلنے لگا - یار دوستون کی ہنسی مذاق اور گپ شپ سے دل تازہ ہوا اور دن بھر کی کوفت مٹ گئی - رات دن کے چوبیس گھنٹون مین لے دیکے صرف تین گھنٹے تفریح کے ملے جو یہ بھی نہو تو بس انسان کی زندگی ہوچکی - بھلا اس صورت مین صبح شام دو دو گھنٹے سندھیا کی فرصت حال کی تہذیب مین کیونکر ملسکتی ہے - اس سے میری یہ غرض تو نہین ہے کہ ہمارے اگلے بزرگون اور رشیون کی تہذیب ناقص تھی اور آجکل کی اچھی ہے - مگر اتنا ضرور کہتا ہون کہ انسان کو زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے - یہ باتین سُنکر شھانی کو غصہ تو بہت آیا مگر پی گئین اور مُنہ بناتی ہوئی وہان سے چلدین اور شرادھ جیسا کہ روشن لال نے انتظام کیا تھا بہت اچھی طرح سے ہوگیا -

شام کو روشن لال میرے پاس آئے اور اِدھر اُدھر کی باتین کر کے لگے کہنے - سوامی جی آج ہمارے پتاجی کا شرادھ تھا - اُسوقت سے میری طبیعت بہت پریشان ہے - کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ مرے پیچھے انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے - جہانتک عقل کام دیتی ہے یہ ہی سمجھ مین آتا ہے کہ ان پانچ عناصر کے اجتماع سے ایک طرح کی چیتنا پیدا ہوجاتی ہے جسکو روح کہتے ہین - جب عناصر کی گرہ کھل گئی وہ چیتنا بھی جاتی رہی پھر ثواب عذاب کیسا مین نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ تمھارے نزدیک یہ پانچون عناصر جڑ ہین یا چیتن -

روشن لال - جناب انگریزی سائنس یعنی علوم مادی کی رو سے تو کل مادہ جڑ ہے لیکن اُسکے اندر ایک قوت مخفی ہے جو طرح طرح کی تبدیلیان مادہ مین پیدا کرتی رہتی ہے اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے

ورنہ جز مین تغیر تبدل کیونکر ہو۔

(مین) اس مخفی قوت کو تم چتین کیون نہین مانتے؟

روشن لال۔ اسواسطے کہ اگر وہ چتین ہے تو کل اشیاء چتین کیون نہین۔

(مین) جملہ اشیا اسی مخفی قوت کا مظہر ہین اور اُسکے ظہور کی تین صورتین ہین (۱) جمادات و نباتات مین جو خواص جو آثار تم پاتے ہو یہ اُسی قوت کی چمک ہے (۲) اجسام حیوان و انسان ہین جو چتینا تم دیکھتے ہو یہ اُسی قوت کا ظہور ہے (۳) کاملین ہین وہی قوت مکاشفہ و سرور بنکر جلوہ گر ہوتی ہے۔

روشن لال۔ اچھا یہ مان بھی لیا کہ اس قوت کا ظہور مختلف صورتون مین مختلف طور پر ہوتا ہے تو اس سے مطلب کیا نکلا؟ بعد مردن جب آدمی کے اجزاے دماغ منتشر ہو گئے تو چتینا کہان رہی۔

(مین) ہان تو آپ کا خیال یہ ہے کہ چتینا کا ظہور محض دماغ پر منحصر ہے۔

روشن لال۔ بیشک جب دماغ زائل ہو گیا تو چتینا کا ظہور پھر کس مین ہو گا۔

(مین) ممکن ہے کہ اس جسم کثیف کے اندر کوئی اور جسم لطیف ہو جس مین انسان کی چتینا بعد از مرگ بھی باقی رہتی ہو۔

روشن لال۔ سوامی جی قصور معاف ایسے ڈھکوسلون پر نہ تو عمل درآمد ہو سکتا ہے نہ اطمینان پُرانے زمانہ کے بھولے بھالے آدمی اسکو مان لیتے تھے۔ نئی روشنی والون کی تسلی کے لیے یہ دقیانوسی خیالات کافی نہین۔ ایک لڑکا کوئی بارہ برس کا ہو گا چپ چاپ بیٹھا ہماری باتین سُن رہا تھا۔ مین نے اُسپر مقناطیسی عمل شروع کیا تو پانچ ہی منٹ مین وہ سو گیا۔ اب روشن لال سے مین نے کہا کہ اس لڑکے کا دماغ تو جون کا تون یہین موجود ہے۔ کسی اور جگہ کے حالات پوچھو۔ دیکھو بتاتا ہے یا نہین روشن لال نے چند باتین پوچھین اور جواب صحیح پائے تو بہت سٹ پٹائے اور بولے۔ اچھا سوامی جی اب رات زیادہ گئی۔ مجھے اجازت دیجیے۔ ان باتون پر خوب غور

کرکے کل پھر قدمبوسی حاصل کرون گا۔ دوسرے دن آئے تو کہنے لگے۔ سوامی جی مین نے بہت غور و فکر کیا آپ کے عمل سے یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ چیتنیا کا وجود محض دماغ پر منحصر نہین بلکہ وہ دماغ سے علیحدہ بھی رہ سکتی ہے۔ اب مجھے یہ بتایئے کہ آپ کی راے مین انسان کیا چیز ہے۔ مین نے کہا۔ اسکے جاننے کے لیے ایک خاص تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے اگر مجمل طور پر مین کچھ بیان بھی کردون تو وہ تمھارے دل مین نہ جمیگا بلکہ اور بہت سے شکوک پیدا ہونگے جو تمکو سخت پریشان کرینگے۔ اسلیے بہتر ہے کہ تم کچھ پڑھو۔ کہا۔ کیا پڑھون۔ مین نے کہا۔ پہلے تو گیتا۔ برہمہ سوتر اور اپنشد پڑھو بعد کو پران کا مطالعہ کرنا۔ چنانچہ روشن لال نے ایک لائق پنڈت سے پڑھنا شروع کردیا اور مین بھی چلدیا۔

تیسری بار جو مین اُس بستی مین پہونچا تو ایک دن سیٹھانی میری خبر پاکر آئین اور کہنے لگین۔ سوامی جی روشن لال کا حال تو بہت ابتر ہے کچھ ایسی مہربانی کیجیے کہ وہ پھر سیدھی راہ لگ جاے نہین تو مین اُسکے غم مین گھُل گھُل کے مرجاؤن گی۔ مین نے کہا۔ خیر تو ہے! کیا ہوا۔ کیا کچھ بدراہ ہوگیا؟ یا تمھارا کہنا نہین مانتا۔ بولین۔ جی نہین یہ بات کہان۔ اُسے تو اپنا بھی ہوش نہین۔ کھانا بہت کم کھاتا ہے۔ بات کم کرتا ہے۔ بہت پیچھے پڑی تو کچھ ہون ہان کردی نہین تو بالکل چپ سنّاٹے مین۔ جیسے کسی کے دھیان مین ڈوبا ہوا ہے۔ ملنا جُلنا آنا جانا سیر سپاٹا سب موقوف گھر مین سے باہر نکلنا بند۔ بس ایک جگہ تصویر بنا بیٹھا رہتا ہے۔ جانے میرے بچے کو کیا ہوگیا! یہ کہکر لگین ہاے ہاے کرنے اور زار و قطار رونے۔ مین نے کہا۔ سیٹھانی جی گھبراؤ مت تمھارا بیٹا اچھا خاصہ ہے۔ شاستر کے نہ سمجھنے سے اُسے کچّا ویراگ ہوگیا ہے کچھ سندیہہ کی بات نہین جیسا تھا پھر ویسا ہی ہوجائیگا بلکہ اُس سے بہتر۔ خیر وہ آنسو پونچھ پانچھ کر گھر کو گئین۔

دوسرے دن مین نے روشن لال کو بلا بھیجا اور پوچھا کہو بیٹا کیا حال ہے؟

(روشن لال) سوامی جی کیا عرض کرون مجکو دنیا کی کسی چیز مین مزہ نہین آتا - ہر وقت ایک اُلجھن سی رہتی ہے - بس اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ سنیاس لے لون اور کسی گوشۂ تنہائی مین بیٹھکر عبادت آلٰہی مین باقی عمر کے دِن تیر کر دون -

(مین) بیٹا کیون - کس مقصد کے لیے؟

(روشن لال) یہی مکتی کے لئے -

(مین) تو عبادت کے کیا معنی سمجھتے ہو؟

(روشن لال) اور کیا معنی ہین - بس یہی کہ دل کو یکسو کر کے یادِ معبود مین مستغرق ہو جانا -

(مین) مانا مگر دل کی یکسوئی کیونکر ہو -؟

(روشن لال) خواہشات کے دور ہونے سے -

(مین) بھلا خواہشات کیونکر دور ہون -؟

(روشن لال) گوشہ نشینی سے - نہ وہان دنیا کا بکھیڑا ہوگا - نہ اُسکے حصول کی خواہش پیدا ہوگی -

(مین) سنو جی! اول تو کوئی ایسی جگہ نہین جہان دنیوی اشیا نہون ایک قسم کی نہونگی دوسری قسم کی ہونگی - پھر جو تدبیر تمنے بیان کی وہ تو بعینہ ایسی ہے جیسی ایک حکیم نے کسی مریض کو بتائی تھی - ایک مریض آیا حکیم جی کے پاس - حضرت کچھ علاج بتائیے - کھانا کھاتے ہی میرے پیٹ مین درد شروع ہو جاتا ہے - حکیم جی نے فرمایا - اسکا تو سہل علاج ہے بس کھانا نہ کھایا کرو - اول تو اشیا کے دور ہونے سے خواہش دور نہین ہوتی جیسے طامع کے دل سے تنہائی مین بھی طمع دولت نہین جاتی - دوسری بات یہ کہ اشیا کو قطعی دور کر دینا محال ہے اور نہین تو کھانے کپڑے ہی کی ضرورت ہوگی -

(روشن لال) اسلیئے تو بعضے سنیاسی ننگے پھرتے ہین -

(مین) یون تو کل جانور ننگے پھرتے ہین - کیا وہ سنیاسی ہو گئے اچھا ننگے بھی پھرے تو کھانے کی

فکر کیونکر ہوگی؟

(روشن لال) اکثر رحم دل آدمی سنیاسیون کو کھلا ہی دیتے ہین۔

(مین) کیا خوب اور لوگ تو تمپر رحم کرین کھانا کھلائین اور جنکا کھانا تمھارے ذمہ ہے تم اُن پر بے رحمی کرو۔ اچھا یہ تو بتاؤ اگر سب کے سب تمھاری ہی طرح مکتی کی تلاش مین نکل پڑین کیونکہ اس مین سب کا برابر استحقاق ہے تو کیا نتیجہ ہو پھر کون کسکو کھانا دے۔

(روشن لال) سوامی جی پھر خواہشین کیونکر دور ہون یہی کمبخت یکسوئی مین خلل ڈالتی ہین اور جب یکسوئی نہین تو عبادت کیا خاک ہو۔

(مین) بیٹا خواہشین اشیا کی موجودگی سے پیدا نہین ہوتین جیسا کہ تمھارا خیال ہے بلکہ خودی سے پیدا ہوتی ہین جب تم نے اپنے آپ کو جسم سمجھ رکھا ہے تو راحت جسمانی ہی کو ڈھونڈھتے ہو اور اُن اشیا پر جنسے راحت جسمانی پاتے ہو تمھاری رال ٹپکتی ہے اگر اپنے آپے کو سچدآنند سمجھو تو کیون جسم کی سائیسی کرو اور جسمانی راحتون کے لیے کھرپا جالی لیئے پھرو۔ پس خودی کو دور کرو خواہشین خود نکل بھاگین گی تمھاری کوشش کی ضرورت بھی نہوگی اور تارک تو اصل مین وہی ہے جو سامان عیش رکھتا ہو اور اسکو ہیچ سمجھے ؎

گر بدولت برسی مست نگردی مردی

جسکو کچھ میسر ہی نہین اُسنے چھوڑا تو کیا چھوڑا وہی مثل ہے ننگی نہائے تو کیا نچوڑے۔ ع

عصمت بی بی ست از بے چادری

ایسا شخص تو جب دلفریب چیزون کو دیکھ پاتا ہے اور بھی زیادہ للچاتا ہے۔ البتہ جسکی خودی دور ہوگئی اُسکو سب حالتین یکسان ہین۔ نہ کسی شئے کی رغبت باقی رہتی ہے نہ کسی سے نفرت پورانون مین ایک جگہ لکھا ہے کہ سچا یوگی اور سچا عابد وہی ہے جو دنیا مین رہے اور اُسکو ایک سراب یا عالم خواب

سمجھے یہ ہی عبادت ہے۔

روایت ہے کہ ایک روز شام کے وقت مہاراج سری کرشن جی رادھا جی کے ساتھ جمنا کنارے سیر کر رہے تھے کہ وید کے گانے کی صدائے دلکش کان مین آئی۔ رادھا نے متعجب ہو کر کرشن جی سے پوچھا یہ آواز کہان سے آتی ہے۔ فرمایا کہ قریب کے جنگل مین ایک کٹی ہے جسمین ایک سنیاسی مشغول عبادت ہے۔ رادھا نے کہا درحقیقت سنیاسی جو گھربار چھوڑ چھاڑ کر جنگلون مین رہکر عبادت کرتے ہین بڑے بابرکت لوگ ہین اور سب سے زیادہ خدا کی عنایتون کے مستحق ہین اور یقیناً سب سے پہلے ہی اُنکو حاصل کرین گے۔ گھر مین رہکر کتنا ہی بڑا پارسا کیون نہو مکروہات دنیا سے نجات نہین پاسکتا اور تنہائی کی سی عبادت نہین کر سکتا۔ کرشن جی نے بے توجہی سے جواب دیا ہان شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن رادھا کے دل مین تو جنگل کی پاک زندگی کھُب گئی تھی اسلئے اُس نے اس مضمون کو ختم نہ کیا بلکہ پھر اُسی کا ذکر چھیڑا کہ سنیاسیون کی چھوٹی سی کُٹی اور گیروا لباس مین ایک طرح کی برکت ہوتی ہے۔ انسانون کی صحبت ترک کرنا جنگل کے درختون اور جانورون مین رہنا بس یہ ہی اُنکی بزرگی کی کافی دلیل ہے۔ خدا کا دھیان جنگل کی تنہائی سے بہتر اور کہان ہو سکتا ہے۔ یہ کہکر کرشن جی سے درخواست کی کہ چلو اس درویش کی زیارت کرین۔ کہا اچھا چلو۔

راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہو

لیکن مین اس عابد سے ایک ظرافت کرون گا۔ اس لیے مین ایک شکاری کا بھیس بدلتا ہون اور تم جیسی حسین شہزادی ہو۔ بس ویسی ہی بنی رہو۔ اس طرح ہم دونون اُس سے رات بھر کے قیام کی اجازت چاہین گے جانورون سے بچنے کا بہانہ کافی ہو گا۔ پھر مین اس سے ایک عجیب ماجرا اپنی نسبت بیان کرون گا۔ ذرا اتنا خیال رکھنا کہ لعل لب پر ہنسی نہ آنے پائے۔ یہ کہکر کرشن جی نے ایک بڈھے کوزہ پشت تھکے ماندے شکاری کا روپ بدلا اور نوجوان شاہزادی کے ہاتھ کے سہارے چلنا

شروع کیا۔ پھر تو رادھا بے اختیار مارے ہنسی کے لوٹی جاتی تھین۔ خیر اس انداز سے چلتے چلتے
اُس جگہ پہونچے جہان جنگل کے ایک گوشہ مین فقیر کی خوشنما کُٹی تھی آس پاس کی سب چیزین صاف
ستھری آراستہ دکھائی دیتی تھین جس سے مالک کی طبیعت کا مذاق ظاہر ہوتا تھا کُٹی کے اندر چند مٹی
کے برتن۔ لکڑی کاٹنے کے اوزار۔ کاٹھ کی چوکیان۔ شیر کی کھال اور مرگ چھالا دباغت کی ہوئی
زم زم۔ یہ چیزین موقع بموقع سجی ہوئی تھین۔ کُٹی کے باہر کچھ اونچے اونچے پیڑ کُٹی سے ملے کچھ دور
دور ادھر اُدھر لگے گیروے کپڑے شاخون پر لٹکتے یوگیانہ وضع ظاہر کر رہے تھے۔ یہ دونون
شام کے جھُٹ پٹے مین جبکہ چاندنی جھلکنے لگی تھی وہان پہونچے۔ اس مقام کا مالک ایک خوبصورت
جوان تن پر گیروا خوش رنگ لباس جسکی رنگت چاندنی مین جھلملا رہی تھی کُٹی کے باہر چوڑی پتھر کی چوکی
پر پورب کو مُنھہ کئے چار زانو بیٹھا تھا۔ روبرو آتے ہی یہ دونون مسافر اُسکے قدمون پر جھکے اُس نے
دعائین دیکر پوچھا۔ بابا کون ہو اسوقت کہان سے آنا ہوا؟ بڈھے نے جواب دیا یہ نازپروردہ شہزادی
جو آپ کے سامنے کھڑی ہے ایک بادشاہ کی لڑکی ہے اسکا باپ بڑے ساز و سامان سے
شکار کھیلنے جنگل مین نکلا تھا اور سیر و تماشا دکھانے اسکو بھی ساتھ لایا تھا آج صبح وحشی درندون
کے خوف سے سب منتشر ہو گئے ایسی بھاگڑ مچی کہ کسی کو کسی کی سُدھ نہ رہی۔ یہ بیچاری شامت کی
ماری جنگل مین ادھر اُدھر بھٹکتی پھر رہی تھی کہ ایک شیر نے اسکا پیچھا کیا۔ اگر مین وہان موجود نہ ہوتا تو یا ہر
شہزادی اُسکا لقمہ بن گئی ہوتی۔ وہ تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مین نے دیکھ پایا اور جھٹ سے کمان
مین چلہ چڑھا زہ پر تیر رکھ شست باندھ کے جو مارا تو اُس موذی کے کلیجہ پر بیٹھا اور گرتے ہی
ٹھنڈا ہو گیا۔ مین اگلے زمانہ مین بھی بڑا تیرافگن قادر انداز مشہور تھا۔ غرض اُس شیر کو مار کر اس غمزدہ
کی مصیبت کا ماجرا مین نے اسی کے مُنھہ زبانی سُنا اور براہ ترحم اپنے جی مین ٹھان لی کہ جس طرح
بنے اسکو باآرام تمام اسکے پدر بزرگوار کے پاس پہونچا دون۔ ہم دونون دن بھر ہر طرف سراغ

لگاتے پھرے لیکن شکاریون کا کچھ پتا نہ چلا اور شاہی لشکر ہمکو کہین نہ ملا۔ جب تکان کے مارے عاجز ہوگئے تو یہ ارادہ کیا کہ کہین امن کی جگہ ملجائے تو جا ٹھہرین خوش قسمتی سے آپ جیسے مہاتما کی کُٹی نظر پڑ گئی امید ہے کہ آپ مہربانی فرماکر رات کی رات بسر ام کرنے کی اجازت دینگے اور آپ کے زیر سایہ ضرور جنگلی جانورون سے پناہ ملے گی۔ اس مبارک کُٹی مین آپ کا زہد۔ آپ کی عبادت۔ آپ کی پارسائی۔ ہماری امن وعافیت کے لیے کافی ضامن ہے اور یہ محض خدا کی عنایت ہے کہ درماندگی اور پریشانی مین ایسی اچھی محفوظ آرام گاہ ہمکو ملگئی درویش نے یہ سرگذشت سُنکر شہزادی کی مصیبت پر بہت ہمدردی ظاہر کی اور خوشی سے ٹھہرنے کی اجازت دی۔ مہمان نوازی کی راہ سے جو کچھ میسر آیا اُن دونون کے سامنے حاضر کیا۔ پھر بڈھے شکاری کی شجاعت مروّت اور رحمدلی کی تعریفین کرکے اُسکو تھوڑا سا شربت دیا کہ یہ نہایت مفرح ہے۔ مکار شکاری نے مشکور ہوکر جھٹ پی لیا اور کوئی آدھے گھنٹے مین بیخبر سو گیا اور خرّاٹے لینے لگا۔ شہزادی بھی سمٹ سمٹا کے کُٹی کے ایک کونہ مین جا لیٹی۔ ابھی ایک گھنٹے کا عرصہ بھی نہ گزرا ہوگا کہ درویش دبے پاؤن شہزادی کے پاس آیا اور دھیمی دھیمی آواز سے اُسکو جگایا۔ آنکھ کھولی تو سنیاسی کو دوزانو اپنے قریب بیٹھا پایا۔ پھر تو ایڑی سے چوٹی تک سناٹا نکل گیا اور غصے کے مارے تن بدن مین آگ لگ گئی۔

شہزادی (حیرت زدہ ہوکر) ہین یہ کیا بات! میرے پاس آنے سے مطلب؟

سنیاسی (ہاتھ جوڑکر) شہزادی میری گستاخی معاف کر۔ مین نے ایسی دلفریب صورت اپنی زندگی مین کاہے کو دیکھی تھی تیری نظر کا جادو کس سے رُک سکتا ہے جبکہ ایسا بےبہا خزانہ سامنے ہو تو صبر محال ہے۔

شہزادی۔ ارے غضب! یہ تیری پرہیزگاری۔ یہ زاہدانہ لباس محض بناوٹ۔ یہ عابدانہ صورت وویدخوانی نری دُھوکے کی ٹٹی۔ تو جانتا بھی ہے کہ مین ... ...

درویش (بات کاٹ کر) شہزادی بس معاف کر یہ پرہیزگاری زہر کا گھونٹ ہے جسکی تیزی و تلخی

مارے ڈالتی ہے۔ مین نے گھر کے تفکرات سے جان چھڑا کر یہ گوشۂ تنہائی اختیار کیا تھا مگر یہان جو جو تکلیف ہوتی ہے بس میرا ہی جی جانتا ہے۔ اے حسن و جمال کی متوالی۔ اے ناز و نعمت کی پالی۔ تو نہین سمجھ سکتی کہ نفس کو قابو مین رکھنا کیسی کڑی منزل ہے یہ خدا کی مہربانی ہے کہ گھر بیٹھے اس تشنہ لب کے پاس آب زلال کا چشمہ پہونچا دیا دیکھ تیرے رخ روشن کے آگے چاندنی بھی ماند ہے اور وہ بے وقوف بڈھا کونے مین پڑا خراٹے لے رہا ہے ایسا نشیلا شربت مین نے پلایا ہے کہ تین دن تک بھی اسکو ہوش نہ آئیگا اے فرشتہ صفت خوبرو میرے حال زار پر رحم کر مین تو ایک نظر عنایت کا طالب ہون

رادھا غضبناک ہو کر بولی۔ او کمبخت بدذات! یہ لفظ ابھی ختم ہونے پائے تھے کہ متوالا بڈھا شکاری جو بظاہر سو رہا تھا ایک خونخوار اژدہا بنکر پھنکارین مارتا اُٹھا اور بدکار فقیر کیطرف اپنا پھن کر کے کھڑا ہو گیا اب تو فقیر کے اوسان خطا ہو گئے ؎

	کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین	.

گرتا پڑتا لڑکھڑاتا بھاگا اور پیچھے پھر کے نہ دیکھا۔ کرشن جی اصلی صورت مین آ گئے۔ رادھا بولین لو مین بھی کیسی بھولی نادان ہون کہ ظاہری صورت سے دھوکا کھا گئی۔ بیشک ان ریاکاری کی باتون سے نجات نہین ہوتی بلکہ .. .. ..

یہ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ کرشن جی چلائے رادھا رادھا! مجھے جلدی پکڑ۔ کوئی چیز نہین معلوم کیا ہے کھینچے لیے جاتی ہے۔ رادھا نے گھبرا کر ہاتھ پکڑ لیا مگر کچھ عجب طرح کی زبردست کشش تھی کہ وہ تو وہ رادھا بھی اُنکے ساتھ کھنچنے لگین۔ دونون اپنے آپ کو سنبھالتے اور زور لگاتے ہین مگر سب فضول۔ بے اختیار کھنچے چلے جاتے ہین اور کچھ خبر نہین کہ کہان کو اور کیون؟ اس مقناطیسی کشش نے رادھا کو ایسا اچنبھے مین ڈالا کہ لگین کرشن جی سے بار بار پوچھنے۔ آخر یہ عجیب کرشمہ ہے کیا؟ کچھ تو بتاؤ۔ وہ بولے۔ بتاؤن کیا مین خود نہین جانتا۔ مگر ہان ایسا خیال ہوتا ہے۔ شاید کوئی

بھگت اپنے پریم کے جذب نہانی سے ہمکو اپنی طرف کھینچ رہا ہے - اور ظرافتہً یہ بھی کہدیا - دیکھو جی ایشور بننے مین کیسی تکلیف ہوتی ہے - انھین باتون باتون مین ایک باغچہ کے اندر جا پہونچے - رادھا نے ادھر اُدھر دیکھا - نہ کوئی درویش پایا نہ کوئی عابد و زاہد نظر آیا تو انکو افسوس ہوا البتہ دیکھا تو یہ دیکھا کہ ایک مکلف پلنگ پر نرم گدگدا بچھونا بچھا ہے اور ایک جوان رعنا اُسپر لیٹا آرام کر رہا ہے - پانچ نوجوان عورتین ہین نیم تن برہنہ جو اُسکی خوشی خاطر کے لیئے رقص و سرود مین مشغول ہین - پھر تو رادھا سے نہ رہا گیا - کرشن جی سے طنزاً کہا اُٹھیئے بس جی بس! دیکھے آپ کے بھگت! کیا اسی شخص کے جذب محبت کا یہ زور شور تھا - کرشن جی نے یون ہی چلتا سا جواب دیدیا - ذرا ٹھہرو - دیکھو - غرض انکی آہٹ پاتے ہی وہ نیم تن برہنہ کنواریان تو بجاتی شرماتی جھٹ پٹ اِدھر اُدھر ہو گئین اور وہ شکیل جوان اپنے بستر سے اُٹھ نہایت خوش خوش انکی طرف لپکا اور سر تسلیم جھکا کر یون کہنے لگا - میرے مالک میرے معبود! تو بڑا ہی برکت والا ہے - میرا نکما دل تیرے قیام کے لیے حاضر ہے - تیرے پاک قدم میری خوشی کا باعث ہین - آ اور میرے دل مین نزول فرما مین تیرے پاؤن اپنے آنسوؤن سے دھوؤنگا - تیری بزرگی بیحد و بے نہایت ہے - اُسے تو ہی خوب جان سکتا ہے - میری زبان ناتوان چاہتی ہے کہ تیری صفت و ثنا کرتے کرتے فنا ہو جائے اور مین تیرے جلال باکمال پر جی جان سے قربان ہو جاؤن - اگر تیری بزرگی کو بڑے گہرے سمندر سے مثال دون تو یہ بچون کا سا خیال ہے - سورج چاند اور انبھ کے تارے اُس سمندر کے ادنے بلبلے ہین - پانی اور آگ کے طوفان اُسکی ادنٰے لہرین ہین - کیا آسمان کیا سمندر کیا پہاڑ جنکو ہم اپنی نادانی سے بہت بڑا سمجھ رہے ہین وہ سب تیری بزرگی کے آگے ایک ناچیز قطرہ سے بھی کم ہین - تیری بزرگیون کا بھید سمجھنے سے دیوتا بھی عاجز ہین - میری کمزور آنکھین تیری چیتون اور مکھڑے کی خوبی دیکھکر آسمان کے ستارون کے مانند کھُلی کی کھُلی رہجاتی ہین اے مہاراج! جب تک مین تجھسا ہی نہو جاؤن تجکو

کیونکر جان سکتا ہون۔ وہ کہتے ہین تو سرب روپ ہے پھر بھی نراکار ہے۔ سراسر حرکت ہے پھر بھی غیر متحرک ہے۔ بالکل نام ہے پھر بھی بے نام ہے۔ تمام تر مکان و زمان ہے۔ تاہم لامکان ولازمان ہے۔ تو بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا ہے۔ تو اب تو مجھے انسانی شکل مین نظر آتا ہے لیکن جب تیری اصلی شان کا تصور کرتا ہون تو اُسے بڑے سے بڑا پاتا ہون۔ تمام تارے، سمندر دریا، پہاڑ، انسان، حیوان، تیری ایک اُنگلی کی صنعت ہین۔ جب تیری ذات پاک کو مشاہدہ کرتا ہون تو یہ کل کائنات ہیچ در ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ صرف ابدی نور ابدی علم ابدی سرور باقی رہجاتا ہے۔ اے میرے معبود! جیسا کہ تو ہے۔ مجھکو اپنا علم عطا فرما تاکہ مین تجھکو سمجھ سکون اور تیری پرستش کرسکون۔

یہ کلمات اُس جوان کے ہونٹ پر تھے کہ باطنی کشش نے سری کرشن جی مہاراج کو اُس سے بغلگیر کردیا۔ اس موقع پر رادھا کو ایک لمعۂ نور نظر آیا جس مین کل ارض و سما اس طرح تیرنے لگے جیسے آفتاب کی شعاع مین ذرے۔ آخر کار اُس نور کے دریائے ناپیدا کنار مین وہ دونون صفحۂ ہستی سے غائب ہوگئے نہ سری کرشن جی باقی رہے نہ وہ جوان ؎

چون فنائے عشق آرد اشتلم	ہر دو گردد عاشق و معشوق گم

رادھا کو اس عجیب و غریب تجلی مین اُس لازوال نور کے سوا جسکے آگے مہرو ماہ کی روشنی بھی تاریکی سے زیادہ نہ تھی ایک عالمگیر بے صدا راگ سنائی دیا اور ایک بیحد سرور حاصل ہوا جس مین اُسکے تمام خیالات محو ہوگئے جب اس خواب نما نظارہ سے جاگی تو اپنے آپ کو اپنے محل کے اندر پیارے کرشن جی کے پہلو مین پایا ؎

باکہ خفتی دوش در بر پہلو خاستی	کہ چنین پر جوش چون دریاستی

رادھا بے اختیار بولی۔ ہان اے ساحرون کے ساحر! آپ نے عملاً جتادیا بلکہ آنکھون سے دکھادیا کہ اصلی ترک کیا ہے۔ وہ جورو بچون سے بظاہر الگ ہو بیٹھنا نہین ہے۔ وہ بستی اور مکان کو چھوڑکر پہاڑون کی گپھاؤن مین جا چھپنا نہین ہے۔ وہ عورتون کے راگ رنگ سے بچکر پرندون کے نغمات دلربا

سنناہنین ہے - بلکہ اصلی ترک محض دل سے علاقہ رکھتا ہے نہ کہ جسم سے - کیونکہ جسم تو جب تک قائم و برقرار ہے طبعی اشیا سے اُسکو چھٹکارا ہو نہین سکتا - پس جو عالم کہ قابل ترک ہے وہ بیرونی نہین بلکہ اندرونی ہے یعنی ہوا و ہوس سے دل کا متحرک ہونا ہی اصلی عالم ہے اور اسی کا ترک واجب ہے ٥

چیست دنیا از خدا غافل بُدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
آب در کشتی ہلاک کشتی ست	آب خود در زیر کشتی پشتی ست

تجکو دیکھنا اور تمام علائق کو تیری مرضی پر چھوڑ دینا - اُن مین ہونا اور عین اُسی دم اُن مین نہونا تجھکو پانا ہے - اور اس خوشی مین تمام نام و روپ کو بھول جانا بس یہی اصلی سنیاس ہے ٥

درراہ تو رو دار ند از خویش نہان ماندہ	بے جسم و جہد گشتہ بے نام و نشان ماندہ

غدار سنیاسی نے دنیوی علائق کو جسم سے چھوڑا مگر دل سے پکڑا اسلیئے آپ کو نہ پہچان سکا اور خوف کھا کر بھاگ نکلا عیش پسند جوان دل سے تارک و آزاد تھا - گو ظاہرا سامان عیش سے گھرا تھا مگر آپکے پاس تھا یہی وجہ تھی کہ اپنی طرف آپ کو کھینچ لیا اور آپکے جلال مین محو ہو گیا - سنیاسی درحقیقت وہی ہے جس نے کل تعلقات کو دل سے مٹا دیا نہ مین رہا نہ میرا جسنے برھم مین پناہ لی اور جسکا عمل اور عقیدہ اس مسئلہ عظمے پر ہے کہ یہ تمام برھم ہے کثرت کوئی چیز نہین - وہ خود برھم ہے اور وہ اسی دنیا کے اندر بلا تکلیف دائمی سمادھی (استغراق) مین رہتا ہے وہی تعظیم و تکریم کے لائق ہے - وہی اصلی یوگی حقیقی سنیاسی اور سچا برہم گیانی ہے ٥

طالب حق بے نشان چون حق شود	قید را بگذارد و مطلق شود

روشن لال! ایک حالت تو تمھاری وہ تھی کہ دنیا سے ایسی چیپیدگی کہ روح کا خیال تک نہ لارد بلکہ اُسکے وجود ہی سے انکار محض ایک حالت یہ ہے کہ دنیا اور مکروہات دنیا پر لات مارنے کو تیار بیٹھے ہو - سنو بیٹا! ہر فضیلت کے لیئے دو رزیلتین ہوتی ہین - ایک کمی کی طرف ایک زیادتی کی طرف

مثلاً شجاعت ایک فضیلت ہے - اُس مین کمی ہو جائے تو جبن ہے یعنی نامردی۔ اُس مین زیادتی ہو جائے تو تہوّر ہے یعنی اندھا دھن مردانگی - اور یہ دونون رزیلتین ہین - کفایت شعاری بھی ایک فضیلت ہے اور کمی بیشی کے لحاظ سے اُسکے مقابل بخل اور اسراف دو رزیلتین ہین - اسی پر قیاس کر لو کہ ترک و تجرد بھی ایک فضیلت ہے اب اسکے مقابل کی دو رزیلتین کیا ہین؟ یہی دنیا سے غایت درجہ کی چسپیدگی یا محض قطع تعلق - پس عقل تو یہی پسند کریگی کہ رزائل سے بچو اور فضیلت کو اختیار کرو - اسی مین انسان کی صلاح و فلاح ہے - ہان جی تمنے تو گیتا پڑھی ہے - یہ بات یاد ہوگی کہ جب ارجن نے سری کرشن جی سے پوچھا ہے کہ دل جو ہوا کی طرح متحرک ہے کیونکر یکسو ہو سکتا ہے؟ تو مہاراج نے جواب دیا ہے - واقعی دل کی یہی حالت ہے - مگر وہ ویراگ اور ابھیاس سے قائم و مستقل ہو جاتا ہے - دل کی تین حالتین ہوتی ہین - ایک تو طرح طرح کے خیالات سے بےچین رہنا اس حالت کا نام انتشار ہے - دوسرے ایک خیال مین مستغرق رہنا اسکا نام اطمینان ہے تیسرے غافل و بےخبر رہنا اسکا نام مدہوشی ہے ان مین صرف اطمینان فضیلت ہے باقی رزائل - اب پوچھو کہ ان رزائل سے بچنے کی سبیل کیا؟ سو انتشار تو ویراگ سے دور ہوتا ہے - ویراگ کے معنی ہین راگ یعنی تعلق کا دور ہو جانا اور تعلق کی دو صورتین ہین - یا رغبت سے پیدا ہوتا ہے یا نفرت سے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

مطلب یہ کہ عداوت بھی بغیر تعلق کے نہین ہوتی - پس دنیا سے نہ اتنی رغبت چاہیے کہ اُسی کے ہو رہو - نہ اتنی نفرت کہ ہردم اُس سے بھاگتے پھرو - ہان بیچ کی راہ اختیار کرو - بس یہی اصلی ویراگ ہے - مگر دل کا بھی عجب حال ہے جہان ترک کی باگین کھینچ پکڑین اور رغبت و نفرت دونون سے روکا تو دنیا کی طرف جانے کی کوئی وجہ نہ رہی - اس صورت مین انتشار تو رفع ہوا لیکن اُسکے

رفع ہوتے ہی دل مدہوشی وبیخبری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جیسا انتشار سے روکنا ضروری تھا ایسا ہی مدہوشی سے روکنا بھی واجب ہے۔ اُسکا علاج شغل ہے اور شغل کا طریق یہ ہے کہ دل ایک خیال مین مستغرق رہے مگر مدہوشی نہ آنے پائے ؎

پس ترا مشغول بائد باشد درون	کہ نہ پردازی ازان سوے برون
گر مراقب باشی وبیدار تو	ہر دمے بینی جزاے کار تو

یہی وجہ تو ہے کہ شام سویرے دو دو گھنٹے سندھیا کرنی ویدون مین انسان کا فرض قرار دیا ہے یہی مضمون شاسترون مین اس طور پر بیان ہوا ہے۔ آدمی جب عبادت مین مصروف ہونا چاہے تو پہلے رجوگن اور تموگن کو دور کرکے ستوگن مین دل کو قائم کرلے۔ کیونکہ جب تک ان دو نقصون سے پاک صاف نہ ہووے دل لائق عبادت نہین ہوتا۔

ہان تو روشن لال! تم اپنی موجودہ حالت ہی مین رہکر ترک اور شغل کے ذریعے سے یکسوئی حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اپنے آپکو سنیاسی سمجھو اور سچ پوچھو تو اصلی سنیاس یہی ہے ؎

گر ہزاران دام باشد ہر قدم	چون تو با ما ئی نباشد ہیچ غم

بیٹا! ذرا غور تو کرو۔ یہ بڑھیا مان۔ یہ جوان بیوی۔ یہ ننھے ننھے بچے جن کی کل امیدین تمھارے دم قدم سے وابستہ ہین۔ اگر تم نے ایسا سنیاس لیا جیسا کہ تم سمجھے بیٹھے ہو توان بیچارون پر کیا بیتا بیتے گی۔ اچھا فرض کرو کہ تم نے ان چند جانون کو مصیبت کے بھاڑ مین جھونک کر اپنے لیے نجات حاصل کر ہی لی (جو محال عقل ہے کیونکہ اُس ذات پاک کا قرب جو ارحم الراحمین ہے بیرحمی سے حاصل ہونا معلوم! اور خودغرضی کی راہ سے مکتی کی منزل کو پہونچنا خیر صلا) تو ہمارے نزدیک بلکہ دنیا جہان کے نزدیک ایسی نجات سے گرفتاری بدرجہا اولے ؎

جائے ہے جی نجات کے غم مین	ایسی جنت گئی جہنم مین

حکایت مہاراج یدھشٹر جب سرگ لوک (بہشت) کو جانے لگے تو دھرم راے امتحاناً کتے کی صورت پکڑ انکے ساتھ ساتھ ہو لیے۔ چلتے چلتے جب ایک خاص مقام پر پہنچے تو بمان (ہوائی مرکب) انکی سواری کے لیئے نازل ہوا اور کہا گیا کہ اسپر سوار ہوکر سرگ کو تشریف لے چلئے۔ تو وہ اپنے رفیق سفر یعنی کتے سمیت چلنے کو تیار ہوے۔ اُسوقت حکم ہوا کہ کتا سرگ مین داخل نہین ہو سکتا تو یدھشٹر نے اپنے جانے سے بھی صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہمت وحمیت گوارا نہین کرتی اور دھرم اجازت دیتا ہے کہ جسنے اپنا آسرا لیا ہو اُسکو اُدھر مین چھوڑ جائین اور اپنی خواہش پوری کرین۔

حکایت۔ مہاراج بدھ دیو جی کی تپشیا (ریاضت) جب پوری ہو چکی اور نروان (نجات) مین جانے کا وقت آگیا تو خیال آیا کہ جب کل بنی نوع انسان تکلیف مین مبتلا ہین تو اکیلا مین نروان مین جا کر کیا خوش ہونگا اس خیال کے آتے ہی جانے سے انکار کیا اور کہا کہ جو ہو سو ہو مین اسی عالم مین سب کے شریک حال رہکر سب کے نروان کے لیئے کوشش کرونگا۔

سنو جی! کل سیٹھانی زار زار روتی میرے پاس آئی اور کہنے لگی جانے میرے بچہ کو کیا ہو گیا! سوامی جی کچھ ایسی دیا کرو کہ وہ بھلا چنگا ہو جائے نہین تو یہ غم مجکو کھا جائیگا۔ اُس بیچاری کو بے غرضانہ محبت مادری نے کیسا بیتاب کر رکھا ہے کہ بچہ پر جان دیتی ہے حالانکہ تم اپنی خود غرضی سے اُسپر ایک مصیبت ڈھانے کو آمادہ ہو ع بہین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

ہمنے تمکو دل دیا تمنے ہمین رسوا کیا		ہمنے تمسے کیا کیا اور تمنے ہمسے کیا کیا

روشن لال! کیا تمھارے دل مین رحم ومحبت کا اُنس نہین رہا اتنا کہنا تھا کہ روشن لال کا جی بھر آیا اور بے اختیار رو پڑا۔ جب دل کی بھڑاس نکل چکی تو آنسو پونچھ پانچھکر بولا سوامی جی! مین سخت غلطی پر تھا آپ نے سچ فرمایا کہ بے رحمی اور خود غرضی سے مکتی ہرگز ہرگز حاصل نہین ہو سکتی اور بفرض محال ہو بھی تو ان شرائط پر ہمت عالی کب پذیرا کر سکتی ہے۔ بس اب تو مین نے یہ بات گرہ باندھلی اور جو

جی مین ٹھان لی کہ آیندہ آپ کی ہدایتون پر عمل کرون گا۔ چنانچہ اگلے دن سے بدستور سابق اپنے کاروبار کے دیکھ بھال مین مصروف ہو چلا۔ سندھیا پوجن کا پابند ہو گیا اور اپنے بال بچون مین خوش وخرم رہنے لگا۔ اس بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سچی اور خالص محبت جو اپنے غرض و مطلب کے لیے نہو عین عبادت ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین وایمان — کہ دنیا مین کام آئے انسان کے انسان

فصل سوم
قیود مکان وزمان

جب تیسرا پہر ہونے آیا تو سوامی جی نے فرمایا۔ چلو جی منزل طے کرین جتنا رستہ کٹے سو بہتر جو قدم اُٹھے سو غنیمت۔ مین فوراً کمر باندھ کے ساتھ ہو لیا۔ کوئی چار پانچ کوس چلے ہونگے کہ شام ہو گئی۔ سرراہ ایک درخت کے نیچے جا ٹھہرے وہین رات بسر کی صبح سویرے پھر چل پڑے۔ جب پہر سوا پہر دن چڑھ گیا تو ایک پیڑ کے سایہ مین دم لیا اور ندی کنارے اشنان کر کے جھاڑی جھنڈیون مین سے کچھ پھل توڑ تاڑ کر کھا لیئے چلّو بھر پانی پیا شکم سیر ہو گیا۔ اب اطمینان ہو کر سوامی جی ایک طرف لیٹ گئے اور بولے لو آج تمھارے اس سوال کا جواب دیتا ہون۔ کہ وہ قیود کیا ہین اور کیونکر دور ہو سکتی ہین؟ تم دیکھتے ہو کہ آگ کے شعلہ مین روشنی اور حرارت دونون ساتھ ساتھ موجود ہین بلکہ دونون ایک ذات ہو کر شعلہ کی صورت مین نمودار ہوتی ہین۔ اسی طرح ست۔ چت۔ اور آنند تینون ساتھ رہتے اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتے ہین البتہ اُنکا ظہور جس ظرف مین ہوتا ہے اُس ظرف کی حیثیت سے جداگانہ رنگ ڈھنگ کا ہوتا ہے۔ مثلاً تم ایک پتھر شعلہ کے مقابل رکھدو تو اُس مین صرف گرمی محسوس ہوگی روشنی ظاہر نہو گی کیونکہ وہ شفاف نہین ہے۔

اگر پتھر کے بجائے شیشہ ہو تو اُس مین روشنی اور گرمی دونون کا ظہور برابر ہوگا - بس اسی پر قیاس کرلو
کہ جمادات اور نباتات مین محض ست کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ اُن مین صرف اُسی کے ظہور کی صلاحیت
ہے - ادنےٰ درجہ کے جانورون مین ست کے ساتھ کچھ کچھ چت کی جھلک بھی پڑتی ہے - اعلےٰ درجہ
کے حیوانون اور عام انسانون مین ست - چت - آنند - تینون کا جلوہ نظر آتا ہے مگر محدود و ناقص
البتہ خاص انسان ہین جنکو کاملین کہتے ہین وہ سچدانند کے مظہر کامل ہین -
کسی نے خوب کہا ہے ؎

هرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست	کہ بچشمان دل مبین جز دوست

الغرض سچدانند کا ظہور ظرف یعنی مظہر کی صفائی پر موقوف ہے - اب تم ایک کل کا تصور کرلو جو
نہایت صنعت کے ساتھ بنائی گئی ہے - اُس مین کاریگر نے چند شیشے اوپر تلے ایسے تعبیہ کیے ہین کہ
پہلا تو نہایت صاف شفاف ہے - دوسرا کچھ مدھم - تیسرا اُس سے بھی ملگجا - یہان تک کہ سب سے
پچھلا بہت دھندلا ہے - اور یہ کل اس انداز سے رکھی ہے کہ پہلا شیشہ ٹھیک آفتاب کے
مقابل ہے جسپر براہ راست روشنی و حرارت پہونچتی ہے - اُس مین سے گزرکر دوسرے شیشہ مین پڑتی
ہے پھر دوسرے سے تیسرے مین - اسی طرح بتدریج آخری شیشہ تک نمودار ہوتی ہے - اب تم آخری
شیشہ کو دیکھو تو روشنی دھندلی حرارت بھی دھیمی پاؤگے اُس سے اوپر والے کو دیکھو تو روشنی ذرا چمکیلی
حرارت بھی ذرا تیز ملیگی - اسی طرح درجہ بدرجہ ہر شیشہ مین روشنی و حرارت کا ظہور زیادہ پاؤگے - حتے کہ
اُس صاف شفاف شیشہ مین جو آفتاب کے زیرنظر ہے روشنی و گرمی کا ظہور بھی کامل ترین ہے
جسکی طرف دیکھکر چکاچوند ہو جائے - اب فرض کرو کہ ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جس مین ایسی ایسی
کلین ہزارون لاکھون کیا بلکہ بے شمار لگی ہین پھر ہر ایک کل کے شیشے صفائی و کدورت کے لحاظ
سے دوسری کل کے شیشون سے مختلف ہین - اسی لیئے ہر ایک کل کے ہر شیشے مین روشنی و

حرارت کا ظہور بھی مختلف طور پر ہو رہا ہے۔ کہین کسی درجہ کا کہین کسی درجہ کا ہر جگہ نیا رنگ نئی آن نیا جلوہ نئی شان۔

اچھا! اب ان کلون کو تو ذہن سے نکال باہر کرو اور جو اصل مقصد ہے اُسی کو سمجھو۔ ان کلون سے مراد ہے حضرت انسان اور شیشے کیا ہین اجسام انسانی۔ اور آفتاب وہی سچدانند جو سب مین جلوہ گر ہے۔ دور کیون جاؤ اپنے ہی مین غور کیون نکرو کہ یہ جو سب سے آخری پردہ ہے یعنی جسم خاکی اس مین سچدآنند کا ظہور کیسا تاریک حالت مین ہے۔ زندگی ہے تو چند روزہ علم ہے تو محدود سرور ہے تو ناپائدار پھر یہ بھی مسلم ہے کہ نسل انسانی ایک سانچہ مین اینٹون کی طرح نہین ڈھالی گئی بلکہ اُسکے بیرونی پردہ کی ساخت صفائی اور قوے کی طاقت و توانائی ایک دوسرے سے مختلف ہے اس لیے سچدانند کا ظہور بھی نوع بشری مین رنگا رنگ نظر آتا ہے کسی کو عمر طویل نصیب ہوتی ہے۔ کوئی علم و فضل مین برتر ہے۔ کوئی مسرت و خوشدلی مین اعلے ہے۔ بہرحال ہم دیکھتے ہین کہ ہم بذریعہ جسم کثیف کے مکان و زمان کے زندان تنگ مین مقید ہین اور یہ قیود حصول علم کے سخت مانع ہین۔ ہم نہین دیکھ سکتے کہ اس دیوار کے اُس پار کیا ہو رہا ہے۔ ہم کچھ نہین جانتے اب سے پانچ منٹ بعد کیا ہونے والا ہے۔ ہان اگر ان قیود کا حجاب درمیان سے اُٹھ جائے اور دور و نزدیک ماضی و مستقبل ایک ہو جائے تو بیشک علم کل بھی حاصل ہو جائے۔ دور و نزدیک کے واقعات اگلے پچھلے حادثات بلکہ کوئی راز قدرت ہمپر پوشیدہ نہ رہے۔ اور علم کل کے لئے ہستی لازوال و سرور دائمی لازم ٹھہرا تو کچھ شبہہ نہین کہ علم کل حاصل ہو تو ہم سچدآنند ہو جائین۔ دراصل یہی قیود ہین جو ہمارے سچدانند ہوجانے کی سد راہ بن رہی ہین۔ یہ مانا کہ ریل و تار کی ایجاد سے طول مکان و زمان مین کمی ہو گئی۔ مگر یہ کمی بھی کچھ کمی ہے۔ آخر ریل مین سو میل قطع کرنے کو کم از کم ایک گھنٹہ تو چاہیئے اور اسپر بھی بیرونی اشیا کے محتاج اگر یہ قید بالکل اُٹھ جائے تو چشم زدن کی بھی دیر نہ لگے۔

ہان تو یہ مکان و زمان کی قیدین جسقدر اِس بیرونی پردہ مین ہین نسبتہً دوسرے پردہ مین بہت کم ہین۔ اُس دوسرے پردہ کا نام ہے سُپن یعنی عالم خواب۔ دیکھو اُس عالم کے اندر ہم کتنے تھوڑے عرصہ مین بہت سے مقامات اور بہت سے واقعات دیکھ لیتے ہین جنکے دیکھنے کو جسم کثیف مین ایک بڑی مدت درکار ہوتی۔ اسپر بعض صاحب یہ اعتراض کرسکتے ہین کہ خواب تو ایک خیالی سوانگ ہے آنکھ کُھلی اور نظرون سے غائب۔ نہ کہین آئے نہ کہین گئے۔ اُسوقت کے محسوسات عالم بیداری مین کچھ وجود نہین رکھتے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جیسے خواب کی باتین بیداری مین لاشئے معلوم ہوتی ہین ایسے ہی بیداری کا ہنگامہ خواب مین بھولا بسرا ہو جاتا ہے تو اِن دونون حالتون مین سے کسکے محسوسات کو صحیح مانین کسکو غلط۔ کسکو اصلی سمجھین کسکو عارضی۔ شاید یہ کہوگے کہ جاگرت یعنی بیداری کی محسوسات پائدار و مستقل ہین۔ ہم اُنکو اپنے حواس سے معلوم کرتے ہین اسلیئے اُنکے وجود مین شک وشبہہ باقی نہین رہتا۔ یہ بات مانی۔ لیکن خواب مین بھی تو حواس ہی کام کرتے ہین اسلیے اُسوقت کے معلومات و محسوسات بھی مشکوک و مشتبہ نہین ہوتے۔ رہی یہ بات کہ خواب کے محسوسات بیداری کی طرح دیرپا نہین۔ بیشک نہین۔ اور نہ اُنکو دیرپا ہونا چاہیے کیونکہ جو معاملات اس عالم ظاہر کے اندر برسون مین طے ہوتے ہین وہان لمحون مین گزر جاتے ہین۔ اور یہ مکان و زمان کی قیود کم ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ بس یہی فرق ہے خواب و بیداری مین۔ ہان ایک فرق اور بھی ہے کہ خواب مین بیداری کا سا اختیار حواس و محسوسات پر ہمکو نہین ہوتا اس کا سبب یہ ہے کہ ہمنے اُس عالم سے ایسی مناسبت پیدا نہین کی ہے جیسی کہ عالم بیداری سے۔

خواب کئی قسم کے ہوتے ہین ایک تو خواب پریشان جن مین بہت سے معاملات بے ترتیب نظر آتے ہین۔ یہ عوام الناس کے خواب ہوتے ہین دوسری قسم کے خواب وہ ہین جن مین آیندہ یا گزشتہ معاملات خواہ کسی جگہ کے ہون ہوبہو معلوم ہو جاتے ہین۔ چنانچہ بعض صاحبون کو تجربہ

ہوا ہوگا کہ جو خواب مین دیکھا تھا وہی وقوع مین آیا - ایسے خواب نیک اور سچے لوگون کو بیشتر نظر آتے ہین -
تیسری قسم کے وہ خواب ہین جن مین بزرگون اور کاملون کی زیارت اور ارادنسے ہدایت حاصل ہوتی
ہے - ایسے خواب اعلیٰ درجہ کے ملکوتی صفات انسانون کو ہوا کرتے ہین -

الغرض عالم ملکوت اِس عالم ناسوت کا ایک لطیف شئی یا نقشہ ہے اسی لئے اُسکو عالم مثال
بھی کہتے ہین جو واقعات دنیا مین ہونے والے ہین وہ ملکوت مین پہلے سے ہو چکتے ہین - اسلیئے
بعض واقعات عالم ناسوت مین واقع ہونے سے بیشتر خواب مین معلوم ہو جاتے ہین - ورنہ
جو امر ظہور ہی مین نہ آیا ہو اُسکا علم کیسا؟ یہ بھی یاد رکھو کہ روحانی ترقی پہلے خواب ہی سے شروع
ہوتی ہے یعنی نیک اور سچے آدمیون کو رویاے صادقہ یعنی سچے خواب نظر آنے لگتے ہین
سے انسان اپنے دل کی صفائی یا کدورت کا اندازہ کرسکتا ہے کیونکہ خواب صفائی دل کا
آئینہ ہے اور حصول سچد آنند کا دروازہ -

تیسرا اندرونی پردہ وہ ہے جسکو سُشُپتی (خواب غفلت) کہتے ہین - جب ہم خواب غفلت
سے چونکتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے آرام سے سوئے - اس پردہ مین ہمنے آرام ضرور
محسوس کیا ہے کہ جاگنے پر اُسکی یاد آئی ورنہ جو چیز ہمنے محسوس ہی نہ کی ہو اُسکو یاد کیونکر کرسکتے ہین -
کیسا ہی دُکھ درد ہو - کیسی ہی بیتابی بے چینی ہو - اس پردہ مین پہونچتے ہی راحت وسکون سے
بدل جاتی ہے - چونکہ سرور کا ظہور بغیر علم کے اور علم کا ظہور بدون ہستی کے ممکن نہین اسلیئے سچد آنند
کا ظہور اس پردہ مین یقینی ہے مگر ہم اس پردہ سے قطعی ناواقف ہین لہذا جاگنے کے بعد ہمکو وہان
کے علم کی کچھ خبر نہین رہتی - اگر وہان علم نہوتا تو حالات سابقہ کا سلسلہ حالات ما بعد سے ٹوٹ
جاتا یعنی خواب سے پیشتر کے حالات بالکل یاد نہ رہتے - علم مقناطیس کے ذریعہ سے کچھ کچھ
حالات اس پردہ کے معلوم ہوئے ہین - معمول جب اس حالت مین لایا جاتا ہے تو فوراً وہان

کے صحیح حالات بیان کرنے لگتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہان مکان وزمان کی قیود نہایت
کم ہوجاتی ہین اور چونکہ وہ پردہ نہایت لطیف ہے اسلیے وہان کا علم بھی بہت صحیح ہوتا ہے - اور
چونکہ سچدآنند کا ظہور اور پردون کی نسبت اس مین بدرجہا زیادہ ہے اسلیے اسقدر سرور حاصل
ہوتا ہے کہ معمول بسا اوقات وہان سے واپس آنا نہین چاہتا - لیکن ایسے معمول کمتر دستیاب
ہوتے ہین جو عالم جبروت تک پہونچ سکین - بیشتر ایسے ہی ملتے ہین جن کی رسائی صرف ملکوت تک
ہوتی ہے اور وہین کے حالات بیان کرسکتے ہین -

یون توہم روزمرہ ان تینون حالتون یا پردون مین گزرتے ہین - مگر ہمنے بیرونی پردہ سے ایسا
قوی ارتباط پیدا کرلیا ہے کہ بس اسی کے قوانین سے واقف ہین - باقی دو پردون سے نہایت کم
کیونکہ ان مین جو ہم پہونچتے ہین توبے اختیار پہونچتے ہین - البتہ اُنکی طرف ہماری توجہ پوری پوری ہو
توپھر اُنکے قوانین سے بھی ایساہی وقوف اور ایساہی فائدہ حاصل کرسکتے ہین جیسا کہ عا[illegible]
قوانین سے - چنانچہ جنگلی وحشی آدمی جنکو اس دنیا کے قوانین سے کم واقفیت ہے [illegible]
کے اشیا پر بہت کم اختیار و قابو حاصل ہے حالانکہ علوم مادی کے جاننے والے انھین اشیا سے صدہا
قسم کے کام لیتے اور فائدے اُٹھاتے ہین - ریل تار وغیرہ صنعتین صرف واقفیت ہی کی بدولت جاری
ہین - بس اُن پردون مین ناواقفیت نے ہمکو بھی وحشیون کی طرح بے اختیار و بےبس کر رکھا [illegible] گر
بیرونی پردہ کے مانند اُن پردون پر ہمکو قدرت حاصل ہوجائے اور باختیار خود اُن مین جاسکین [illegible]
قوانین سے بہت فائدے اُٹھاسکتے ہین اور ہمارے علم و سرور کو بہت ترقی و وسعت ہوسکتی ہے -

جب انسان تیسرے پردہ سے گزر کر چوتھے پردہ تُریا یعنی عالم لاہوت مین پہونچتا ہے اُسکا علم و سرور
تحریر و تقریر مین نہین آسکتا - ایسے شخص کو جیون مُکت کہتے ہین - فقرا مین جو کشف و کرامت دیکھی جاتی
ہے وہ قانون قدرت کے خلاف نہین ہے بلکہ اُن قوانین کے مطابق ہے جنسے ہم ناواقف ہین -

کشف کے معنی ہین کھلنا۔ پس فقرا کو وہ پردے کھل جاتے ہین جو درست ہماری چشم بصیرت پر پڑے ہوے ہین انسان کے ہر پردہ مین دو جزو ہوتے ہین ایک جز تو جسم ہوتا ہے دوسرا جز اُس جسم مین سچدآنند کا ظہور۔ اور اسی ظہور کا نام روح ہے۔ اجسام کی اصلیت پانچ عناصر یعنی خاک باد آب آتش اور خلا ہے اسلئے کل اجسام ان پانچ عناصر کی طرف رجوع کرتے ہین۔ اور روح کی اصلیت ہے سچدآنند پس روح ہمیشہ سچدآنند کی جانب رجوع کرتی ہے ٥

تن بعشق خاربن چون ناقہٴ — جان بہ ہجر عرش اندر فاقہٴ
در زدہ تن در زمین چنگالہا — جان کشاید سوے بالا بالہا

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سچدآنند کے حصول کی قابلیت صرف روح مین ہے نہ کہ جسم مین کیونکہ جسم کی اصلیت اور ہے۔ پس روح ہی انسان کا اصلی جز ہے یا یون کہو کہ درحقیقت روح ہی انسان ہے اور جسم اُسکے لئے بطور غلاف ہے۔ اور بوجہ قیود مکان و زمان صرف ان پردون مین تمام جہل و رنج و تکالیف ہین نہ کہ روح مین جو نور الٰہی و سرور دائمی ہے ٥

جسم ظاہر روح مخفی آمدست — جسم ہمچون آستین جان ہمچو دست
ہر گرانی و کسل خود از تن ست — جان زخفت جملہ در پریدن ست
آب صافی در گلے پنہان شدہ — جان باقی لبستہٴ ابدان شدہ
قابل تغییر اوصاف تن ست — روح باقی آفتاب روشن ست

جس طرح روح کا تنزل ان پردون مین یکے بعد دیگرے ہوا ہے اسی طرح اُسکو واپس لیجاکر اُسکے مرجع اصلی پر پہونچایا جائے تو سچدآنند جو انسان کی اصل ہے اُسکو کیون نہ حاصل ہو ٥

مرو بیرون ز خود تا وصل بینی — تو اصلی شاید از خود اصل بینی

انسان کے ہر پردہ مین اجتماع روح و جسم سے ایک انانیت یا خودی پیدا ہوتی ہے اور

اُسی پردہ کے مطابق ایک بیرونی عالم ہوتا ہے جسکو انسان اپنے حواس سے محسوس کرتا ہے
عارف وجاہل مین صرف اتنا فرق ہے کہ عارف کی انانیت روح مین ہوتی ہے اسلئے وہ تعینات
وتعلقات مین نہین پھنستا اگر جاہل کی خودی جسم مین ہوتی ہے اس لئے وہ علائق جسمانی مین مبتلا
ہو کر طرح طرح کی تکلیفین اُٹھاتا اور حصول مدعا سے باز رہتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جبتک یہ خودی
دُور نہو گی حصول مدعا ناممکن ہے ع

جادۂ راہِ بقا غیر از فنا ملتا نہین	ہے خودی جبتک کہ انسان مین خدا ملتا نہین
[illegible] تا بتو رہ نیست بسیار	درین رہ مر خودی تست دیوار
اگر از خود بمیری آخر کار	حجاب اینجا تو برداری بیکبار
اگر از خود بمیری یکدمے تو	نہی بر ریش جانت مرہمے تو
گزر کن زین فضول و یار خود جوی	درون جان خود دیدا [illegible]
ترا جا نیست واز جان می چہ جوئی	کہ تو با او و او با تو تو او [illegible]
تو اوئی اے ندیدہ وصل او تو	بماندہ چون بیابانے تو بتو تو
بکن ترک ہمہ تا دوست گردی	چرا چندین بگرد پوست گردے
اگر تو ترک خود گیری خدائی	چرا چندین تو در عین بلائے

جب سوامی جی یہکر خاموش ہوئے تو مین نے عرض کیا کہ آپ کی اس فیض رسانی کا شکریہ کسی طرح
ادا نہین ہوسکتا بس اب مین خوب سمجھ گیا کہ قیود مکان وزمان ہمارے سچد آنند ہونے مین مانع
ہین- اور یہ قیود انسان کے ہر پردہ مین کم وبیش رہتی ہین- اور جبتک خودی دور نہو انسان
مقصود اصلی سے محروم رہتا ہے- ہان تو جناب مین یہ جاننا چاہتا ہون کہ خودی دور ہو تو کیونکر
ہو- کچھ اسکا بھی علاج بتایئے- فرمایا کہ اچھا اسکا جواب پھر کبھی دینگے- اب تو یہان کا قصہ یہین رہنے دو

دوسرے روز وہی معمولی اشنان کرنے اور پھل پھلاری کھانے کے بعد دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ مین سوامی جی آرام کر رہے تھے فرمانے لگے لو تم کو ایک اور سفر کا حال سناتے ہین۔

فصل چہارم

سوامی جی کا سفرنامہ

ایک بار چلتے پھرتے نربدا ندی کی گھاٹی مین اتفاق سفر ہوا صبح کا سہاؤنا وقت تھا بسنت رُت موسم خوشگوار ہوا مین اعتدال۔ پھر دریا کا کنارہ اور قدرتی باغ و بہار کا نظارہ۔ جا بجا چھوٹی چھوٹی خوشنما پہاڑیان سبزے اور بیل بوٹون سے لدی گویا سبز پری بنی کھڑی تھین اس انتظار مین کہ آفتاب اپنی کرنون کے سنہری موباف سے اُنکی چوٹیان گوندھے۔ پہاڑیون کے دامن مین اونچے اونچے تناور درخت گویا بن کے پیشوی صفین باندھے پتھریلے دریا کے پانی کی سریلی صدائین نہایت شوق سے کان لگائے سنتے اور کبھی وجد مین آکر سر دُھنتے تھے۔ جب مشرقی افق پر سرخی چھائی اور نگار آتشین رخسار کے نقاب اُلٹنے کا وقت قریب آیا تو درختون پر بھانت بھانت کے پرندون کا جمگھٹ ہوگیا مختلف سُرون مین چہچہانے اور مبارک سلامت کے نغمے گانے لگے۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے فرنگی ارگن کے سب پردے ایک ساتھ چھیڑ دیے ہین۔ ہوا کے نرم نرم جھوکون کے ساتھ جنگل کے رنگا رنگ پھولون اور پتیون کی خوشبو بھک بھک آرہی تھی گویا عطار قدرت نے عطر مجموعہ کا قرابہ کھولدیا تھا جسکی مہک سے روح راحت پاتی تھی۔ مین اس عالم نشاط مین جھومتا جھامتا مستانہ وار چلا جارہا تھا اور کل حواس اپنے اپنے مرغوبات لطیف سے محظوظ تھے۔ البتہ بیچاری زبان ہی محروم تھی اسی واسطے وہ اُس لطف و سرور کے بیان سے قاصر ہے۔

غرض چلتے چلتے دوپہر ہونے کو آیا تو مین دریا کے کنارے ایک سہاونی جگہ بیٹھ گیا - کپڑے اُتار
کے اشنان کیا اور کچھ پکے پکے پھل آس پاس کے درختون سے توڑ کر کھالئے اور پھر آرام کر کے
پھر چل دیا - جب غروب آفتاب کا وقت قریب آیا تو مجھکو شب گزاری کی فکر ہوئی - اتفاق سے
ایک شخص نظر آیا مین نے اُس سے پوچھا کیون میان اُس جنگل مین کوئی مقام ایسا بھی ہے جہان
رات کو بسر ام کرنے کا ٹھکانا مل سکے - بولا جی ہان بہت عمدہ جگہہ آپ کو ملجائیگی - یہان سے تھوڑی
دور آگے چلکر سدّھ بابا کی منڈھی ہے - بہت اچھے فقیر مین اور بڑے دیالو - بس اُنکے پاس جاٹھرو
بہت آرام پاؤ گے - یہ سنتے ہی مین نے قدم بڑھایا اور ذرا دیر مین ایک چھوٹی پہاڑی کے پاس
جا پہونچا جو دریا کے عین کنارے پر تھی اور پانی اُس سے ٹکرا کر گذرتا تھا - مین اُسکے بیان سے
سمجھ گیا کہ سدھ بابا کی منڈھی یہین ہوگی - مگر وہ پہاڑی گھنے درختون سے ایسی ڈھکی ہوئی تھی کہ اوپر کی
کچھ کیفیت نظر نہ آتی تھی نہ چڑھنے کو رستہ ملتا تھا ناچار درختون کی ڈالیان پکڑ پکڑ کر بدقت تمام اوپر پہونچا
تو اُس کنج عافیت کو دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا - چوٹی پر ایک وسیع چبوترہ ہے نہایت صاف ستھرا
ہموار جسکو تین طرف سے درختون نے گھیر رکھا ہے ایک سمت دریا کی سیر کے لیئے کھُلی ہے اُسکے
مقابل دو خوشنما کٹیین بنی ہوئی ہین کھُلی جانب چبوترہ کے کنارے ایک چٹائی پر بیٹھے سدھ بابا
دریا کی سیر دیکھ رہے تھے - مین جو یکایک جا پہونچا تو نہایت مہربانی سے پیش آئے - بیٹھنے کا اشارہ
کیا اور آنے کا سبب پوچھا - مین نے پرنام کے بعد عرض کیا کہ باباجی مین ایک مسافر ہون اگر آپ کو
تکلیف نہو تو مین چاہتا ہون کہ رات کو آپ کے پاس قیام کرون صبح اُٹھکر اپنا رستہ لون - مسکرا کر کہنے
لگے اجی مجھکو تکلیف کیسی! مین بھی تم جیسا ایک مسافر ہون شوق سے ٹھرو ع خوب گذرے گی
جو مل بیٹھین گے دیوانے دو + کچھ دیر باتین کرتے رہے پھر اُٹھے اور اپنی کٹی مین سے چند پھل
اور دھونی مین سے کچھ جڑین نکالکر میرے سامنے لا رکھین اور فرمایا یہ کھاؤ - مین نے جو اُن جڑون

کو کھایا تو حیران رہگیا کیونکہ ایسا ذائقہ عمر بھر کسی کھانے مین نہ پایا تھا مین کھا پی کر فارغ ہوا تو باباجی پھر باتین کرنے لگے - وہ بھی عجیب سمان تھا - دریا شیرین ادا سے آہستہ آہستہ بہ رہا میدان مین دودھ سی چاندنی چھٹکی ہوئی - درختون سے چھن چھنکر نور برس رہا - ہوا سرد اور معطر چل رہی چارون طرف خموشی چھائی ہوئی - سنسان اور ہو کا مکان - یہ ایسا دلکش نظارہ تھا کہ آسمان کے چند ستارے بھی ٹکٹکی باندھے اسی کو دیکھ رہے تھے - جب زیادہ رات گئی تو باباجی نے فرمایا لو اب آرام کرو - ایک کٹی کی طرف مجکو اشارہ کیا دوسری مین آپ چلے گئے -

کوئی پہر رات رہے میری آنکھ کھلی تو اٹھ بیٹھا اور کٹی سے باہر نکل آیا - دیکھتا کیا ہون کہ ایک بڑا شیر چبوترے پر بیٹھا دم ہلا رہا ہے - اُسنے محبت کی نگاہ سے میری طرف دیکھا مین نے بھی اسکو پیار کیا اور رہچکا جیس طرح آگ کے پاس جانے سے اجسام مین حرارت آجاتی ہے - اسی طرح سچے پریم کی صحبت جانداروں مین الفت پیدا کر دیتی ہے - یہ سدھ بابا کی محبت صادق کا اثر تھا کہ اس نواح کے کل ساکنین کے دل دشمنی سے پاک اور دوستی سے معمور تھے - پھر مین دیر تک اُس چاندنی مین چبوترہ پر ٹہلتا رہا جب صبح کی پوپھٹی تو وہ شیر اُٹھکر چپ چاپ چلدیا - اسنے مین سدھ بابا بھی اپنی کٹی سے نکل آئے تو مین نے چلنے کی پروانگی چاہی - ذرا تامل کر کے بولے آج تو او ٹھر و کل جانا - یہ کہکر بیٹھ گئے اور پرانون کے دلچسپ و نصیحت آمیز قصے سُناتے رہے - یہانتک کہ دوپہر ہونے کے قریب آیا اُس وقت فرمایا آؤ دریا کا اشنان کر آئین - وہان سے اُٹھ دریا کے کنارے پہونچے تو باباجی نے رنگا رنگ پتھریان چُن چُن کر مجھے دکھائین کیسی سڈول خوش نما خوش رنگ کہ جنکے دیکھنے سے جی نہ بھرتا تھا کسی مین سنگ موسی کی سی ملگجی سیاہی کوئی بلور جیسی سفید چمکیلی - کسی مین عقیق کی سی ڈہڈہی سرخی بھرے اُن مین زنار کی طرح سفید

دھاریان پڑی ہوئین۔ بعض مین کئی کئی رنگ نمودار۔ غرض قدرت کی صناعیون کا عجیب نمونہ تھا۔ باباجی نے یہ بھی فرمایا کہ اس نربدا ندی کے کنارے ایک ایسا مقام ہے جہان درختون مین سے گزر کر آفتاب کی شعاعین پانی کی سطح پر پڑتی ہین اور تہ آب کے پتھرون مین اُن درختون کا عکس پیدا کر دیتی ہین۔ یہ قدرت کی عکسی تصاویر ایسی خوب صورت ہوتی ہین کہ ہندوستان سے دور دست ولایتون کو بطور نمونہ عجائبات بھیجی جاتی ہین۔ گنڈک ندی مین ایک مقام پر سالگرام کی مورتین نکلتی ہین جنکو اطراف ہندوستان مین لوگ پوجا کی غرض سے لے جاتے ہین۔ بعض قسم کے پتھر بطور دوا کے استعمال کیے جاتے ہین۔ اکثر قیمتی پتھر جیسے ہیرا پنّا۔ لعل۔ عقیق وغیرہ کو آدمی بطور زیور کے کام مین لاتے ہین۔ بعض پتھر ایسے ہین کہ اُنکا تعویذ بنا کر یا انگوٹھی مین نگینہ جڑ کر پہنین تو عجیب عجیب تاثیرین اُنسے ظاہر ہوتی ہین کسی سے دینداری کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ کسی سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ کسی سے حسد و بغض وغیرہ کا ظہور رہوتا ہے۔ اگر انسان کو ان پتھرون کے آثار و خواص سے پوری آگاہی ہو تو بہت فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ علم باعث راحت ہے۔ اور جہل موجب تکلیف۔ ہان غور کرنے والے غور کرین تو انھین سنگریزون مین اُس قدرت کاملہ کے کمالات کا جلوہ دیکھ سکتے ہین جو تمام عالم کو ترتیب مناسب سے چلا رہی ہے ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا	موسیٰ نہین کہ سیر کرون کوہ طور کا
در و دار درین نظئے حت دیکھون تیشہ توڑ	کا نکر پاتھر ٹھیکری بھئے آرسی موہ

اشنان کے بعد ہم دریا سے واپس آئے تو باباجی نے ایک پھل جو بیل کی سی شکل کا تھا دھونی مین سے نکالا اور اُسکو توڑ کر ایک چوڑے سے چھلکے پتے پر ہلایا تو اس مین سے کچھ چانول سے نکل پڑے۔ کھانے کے لیے میری تواضع کی۔ مین نے بہت خوشی سے

کھانا شروع کیا۔ اُن کی لذت لطافت اور خوشبو بیان مین نہین آسکتی جو کھائے وہی جانے ۔ مقدار مین چھٹانک بھر سے زیادہ نہ تھے۔ مین جلدی سے کھا چکا تو فرمانے لگے یہ نہ سمجھنا کہ ذرا سا لقمہ کافی نہوگا۔ سو باباجی کا فرمانا بالکل سچ تھا۔ اُن چاولون نے ایسی فرحت اور قوت بخشی کہ ہفتہ بھر تک بھوک مطلق معلوم نہوئی اور طبیعت بدستور بشاش رہی۔

شام کو ہم دونون دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ چاند طلوع ہوا اور اپنی ٹھنڈی کرنون سے دل کو فرحت بے اندازہ دینے لگا۔ اُسی عالم سرور و خاموشی مین دوسری طرف سے ایک اور چاند نمودار ہوا جسکے نور جمال نے پہلے چاند کو بھی ماند کر دیا یعنے ایک نازنین زہرہ جبین بسنتی لباس پہنے ہاتھ مین بینا لئے ہمارے سامنے آئی اور پرنام کرکے بیٹھ گئی۔ اُسکی پاکیزہ شکل و شمائل سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس عالم کثیف کی مخلوق نہین بلکہ کوئی دیوی ہے جو عالم بالا سے ہمکو محظوظ کرنے آئی ہے۔ اُسکا بھولا بھالا نورانی چہرہ۔ اُسکی متانت اور سادگی۔ اُسکی پریم بھری چتون۔ دیکھکر دل پر ایسا پاک اثر ہوا کہ مین دنیا و مافیہا کو بھول گیا۔ گویا کہ مین سرگ مین ہون جہان دیوی دیوتا ہمیشہ پرماتما کے بھجن مین مشغول رہتے اور سرور دائمی کا حظ اُٹھاتے ہین۔ اُس سراپا ناز نے باباجی کی طرف دیکھا جسکے یہ معنی تھے کہ حکم ہو تو کچھ سناؤن۔ اُنھون نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے مہمان ہین اجازت دین تو ان کو اپنے ساز و آواز سے خوش کرو۔ مین نے عرض کیا کہ گانا تو روح کی غذا ہے بشرطیکہ حقانی ہو۔ اس دیوی نے بینا اُٹھا پہلے تو کچھ گتین بجائین جنکی خوبی سننے سے تعلق رکھتی ہے بیان مین نہین آسکتی پھر بینا پر یون نغمہ سرائی کرنے لگی ؎

نام اور روپ مین تو بھولا رے مکھوا آتے نلگت ٹھکان رے

تو ہے چھید بھید سے نیارا پر مانند کی کھان رے
کہون برن کہون آشرم بن رہو کہون سُکُر کھر سوان رے
وہان نہین من چت بدھ پہونچت سہے نا بانی ناگیان رے
بن نج روپ کے بھاس بھئے سے کبھو نہے کلیان رے
وہان نہ دویت سُپنے ہو مین بھاسے ناچند انا بھان رے
دیکھ بچار پیارمن مور کھ تب نہ جان اب جان رے
جون دیس کا تو بسوتا جانے نہ وید پُران رے
رام داس تت پد کے لکھے بن کرم کپنج لپٹان رے

کرورے من گھر چلنے کا دھیان

ست چت آنند جہان نت بھاسین کبھو نہ ہوے اگیان
پرم شانتی پرم دیا جہان پرم پریم کی کھان
آواگون وہان نہین تاپین دیش کال نہین بھان
موت ہاتھ باندھے جہان ٹھاڑی دُکھ کو نہ کبھو گمان
چھوٹو دیس چھوٹے سب بندھو نج دیش بندھان
جب سُدھ آوے گھر اپنے کی جل دھارا انکھیان
کال کلھاڑا سر پر باجے جلدی کرو پیان
باندھو کمر کاٹ سب بندھن یاہی ہین کلیان
جھوٹو جگت بندھے تم متھیا انکی سُوا سمان
نت مُکت سمجھو اپنے کو چرنداس یہ گیان

غزل

کچھ نہین کھلتا مجھے مین کون ہون
صورتِ حیرت ہون یا شکلِ جنون

عشق سے سرمایۂ دیوانگی
سحر کب پاتا ہے اسکو اور فسون

آہ طالع نے مجھے رسوا کیا
ورنہ پنہان تھا مرا راز درون

حسن جانان جلوہ گر ہر شے مین ہے
دید مین اپنے نہین کوئی زبون

کون پا سکتا ہے مجھ گم گشتہ کو
وین ڈھونڈھے آگے یا وینا ہے دون

جسنے پہچانا ہے اپنے آپ کو
سے ہے نیاز اپنے قدم پر سرنگون

غزل

معشوق ہون یا عاشقِ معشوق نما ہون
معلوم نہین مجکو کہ مین کون ہون کیا ہون

ہون شاہدِ تنزیہ کے رخسار کا پردہ
یا خود ہی مین شاہد ہون کہ پردہ مین چھپا ہون

ہستی کو مری ہستیِ عالم نہ سمجھنا
ہون ہست مگر ہستیِ عالم سے جدا ہون

انداز مین سب عاشق و معشوق کے مجھ مین
سوزِ جگر و دل ہون کبھی ناز و ادا ہون

گوش شنوا ہو تو مری رمز کو سمجھے
حق یہ ہے کہ مین سازِ حقیقت کی صدا ہون

یہ کیا ہے کہ مجھپر مرا عقدہ نہین کھلتا
ہر چند کہ خود عقدہ و خود عقدہ کشا ہون

اے مصحفی شان مین مری جلوہ گری مین
ہر رنگ مین مین مظہرِ انوارِ خدا ہون

غزل

تجھی کو جو یان جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ
کہ جسکو کسو نے کبھو وا نہ دیکھا

یگانہ ہے تو آہ بیگانگی مین
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا

کیا مجکو داغون نے سرو چراغان — کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

اذیت مصیبت ملامت بلائین — ترے عشق مین ہمنے کیا کیا نہ دیکھا

تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے — ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا

حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم — کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا

شب و روز اے درد درپے ہون اُسکے — کسو نے جسے یان نہ سمجھا نہ دیکھا

غزل

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے — میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے

وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے — آئینہ کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے

قاصد نہین یہ کام ترا اپنی راہ لے — اُسکا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار — اپنے تئین بھلا دے اگر تو بھلا سکے

یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک و فہم یان — دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے

گو بحث کرکے بات بٹھائی پہ کیا حصول — دل سے اُٹھا خلاف اگر تو اُٹھا سکے

اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے — یہ آگ وہ نہین جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق وہ بیخود ہے جسکو حشر — اے درد چاہے لائے بخود پر نہ لا سکے

غزل

وحدت نے ہر طرف ترے جلوے دکھا دیے — پردے تعینات کے جو تھے اُٹھا دیے

سیلاب اشک گرم نے اعضا مرے تمام — اے درد کچھ بہا دیے اور کچھ جلا دیے

ہون کشتۂ تغافل ہستی بے ثبات — خاطر سے کون کون نہ اُسنے بھُلا دیے

پگھلا دلِ اثر نہ مرے حال پر کبھی — ہر چند روتے روتے مین نالے بہا دیے

یارب یہ کیا خرام ہے جسنے اک آن مین
کتنے ہی مردے حشر سے پہلے جگا دیے

دونون جہان کی نہ رہی پھر خبر اُسے
دو پیالے تیری آنکھون نے جسکو پلا دیے

اے شورِ حشر گردشِ دوران نے اہل قبر
تک بھی نہ سونے پائے کہ وہ نہین جگا دیے

چاہو وفا کرو نہ کرو اختیار ہے
خطرے جو اپنے جی مین تھے وہ سب اُٹھا دیے

فصل پنجم
خودی کی بیخ کنی

ایک دن سوامی جی نے فرمایا تم نے سوال کیا تھا خودی کیونکر دور ہو تو اب اُسکا جواب سنو۔ یہ تو ہم پہلے کہہ چکے ہین کہ روح وجسم کے اجتماع سے انسان کے ہر پردے مین ایک انانیت یا خودی پیدا ہوتی ہے۔ سو جاہل آدمی جسم ہی کو جانتا ہے روح کا اُسے علم نہین اسلیے اُسکی خودی جسم مین ہوتی ہے یعنی اُسی کو اپنا آپا سمجھتا ہے۔ اور جسم کی آسائش موقوف ہے بیرونی اشیا پر تو وہ دنیوی تعلقات مین پھنسکر صدہا تکلیفین اُٹھاتا اور زندگی کے اصلی مقصود کو گم کر بیٹھتا ہے۔ البتہ جب اُسکو کچھ علم ہوتا ہے تو سمجھتا ہے کہ مین محض جسم یعنی پانچ عناصر کا مجموعہ ہی نہین بلکہ روح بھی میرا ایک جز ہے اور جسقدر زیادہ تحقیق کرتا ہے اُسکو معلوم ہوتا ہے کہ روح ہی جز اعظم بلکہ درحقیقت روح ہی انسان ہے۔ اور جسوقت یہ علم ست سنگ اور بچار کے ذریعہ سے ولپر ایسا منقوش ہوجاتا ہے کہ اس مین شک وشبہہ باقی نہین رہتا تو اوسکو علم الیقین کہتے ہین۔ علم الیقین حاصل ہونے کے بعد انسان عمل پر کمر بستہ ہوتا ہے اور نہایت جد وجہد سے ترک تعلقات کرکے شانتی یعنی اطمینان قلب حاصل کرتا ہے۔ اور جب اطمینان حاصل ہوا تو عین الیقین کے مرتبہ پر پہونچتا ہے

یعنی جو بات پہلے علم مین تھی وہ اب دید بنجاتی ہے - اسکے بعد خودی کی بیخ کنی ہوتی ہے کیونکہ
جب ہمنے اپنی اصل و حقیقت دیکھ لی تو خودی جو جہل پر مبنی ہے نہین رہ سکتی خودی دور ہونے کے
بعد حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے - اُسوقت طالب اپنی منزل مقصود کو پہونچتا ہے -
پس طالب کو چاہیئے کہ حصول علم الیقین کے بعد ترک تعلقات مین دل سے کوشش کرے
کیونکہ جب اس امر کا یقین ہوگیا کہ مین جسم نہین بلکہ روح پاک ہون جسکی اصلیت سچدآنند ہے تو ظاہر ہے
کہ غیر سچدآنند سے تعلق رکھنے مین خرابی کے سوا کوئی نفع نہین ہے

غیر حق را می دہی رہ در حریم دل چرا ‖ میکشی بر صفحہ ہستی خط باطل چرا

اس عالم مین ہر ایک شے سوائے ذات باری فانی ہے اور فانی کی حالت ہمیشہ
متغیر رہتی ہے اسلیئے جسقدر تعلق ان اشیا سے ہمکو ہوگا اُسی قدر اُنکا تغیر ہماری شانتی مین
خلل ڈالیگا - اگر وہ تغیرات موافق طبع ہین تو اُنسے خوشی حاصل ہوگی - مخالف طبع ہین تو رنج
پیدا ہوگا - لیکن یہ عارضی خوشی اور رنج ہماری شانتی کے لئے دونون مضر ہین - فرض کرو کہ آج
ایک شخص تاج سلطانی زیب سر کیئے ہوئے تخت طاؤسی پر جلوہ فرما ہے - اگر زمانہ کی
گردش کل اُسکے ہاتھ مین کاسۂ گدائی دیکر دربدر بھیک منگوائے (جو کچھ بعید نہین) تو سوچو کہ
اُسکے دل پر کیا گذرے گی ہے

عجب نادان ہین وہ جنکو ہے عجب تاج سلطانی ‖ فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی

بھگوت گیتا مین لکھا ہے کہ لذات حسی رنج سے بھری ہوئی ہین عاقل آدمی فانی اشیا پر کبھی فریفتہ نہین ہوتا ہے

غم چیزے رگ جان را خراشد ‖ کہ گاہے باشد و گاہے نباشد

محسوسات کے اندر وش یعنی زہر بھرا ہوا ہے - اسی لحاظ سے سنسکرت مین اُنکا نام وشے
ہے اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ وشے کا بھوگ کرتے کرتے انسان آخر کار ہلاک ہوجاتا ہے

یہ زہر کوئی مادی زہر نہین بلکہ محسوسات کے ساتھ تعلق خاطر ہونا بس یہی زہر ہے۔ ہان اگر یہ زہر دور ہو جائے یعنی تعلق نہ رہے تو وہ مہلک نہین بلکہ حیات بخش بنجاتے ہین بھگوت گیتا مین دو اشلوک ہین جنکے معنی یہ ہین ؏ رغبت و نفرت دونون سے الگ رہکر جو شخص محسوسات کو کام مین لاتا ہے وہ منزل مقصود کو پہونچ جاتا ہے یعنی حیات ابدی حاصل کرتا ہے۔ اُپنشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ اگر انسان اپنی اصل کو قرار واقعی جان لے تو پھر کس چیز کی اور کسکے لیئے خواہش کرے اور کیون جسم کے پیچھے حیران پریشان پھرے۔ غرض اشیا کی خواہش جہل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اگر جہل علم سے تبدیل ہو جائے تو اشیا سے ترک تعلق بھی لازم ہو جاتا ہے جب آدمی نے یہ سمجھ لیا کہ جتنی اشیا ہفت طبقات عالم مین ہین سب کی سب فانی و ناپائدار ہین تو دلبستگی کیون ہونے لگی۔ اور جب یہ جان لیا کہ انانیت شخصی جسکے لیئے اشیا کی خواہش ہوتی ہے خود باطل ہے تو پھر خواہش کسکے لیئے۔ رہی انانیت حقیقی اُسکو ان اشیائے فانی سے نہ کچھ مفاد ہے نہ ان کی پروا۔

عالم محسوسات کی بے ثباتی پر غور کرو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بڑا تھیٹر ہے جس مین ہر لحہ پردہ بدلتا ہے نئی نئی صورتین نئی نئی شکلین وجود مین آتی اور پرانی معدوم ہوتی چلی جاتی ہین۔ پس تبدیلی پر خوشی یا رنج کرنا فضول ہے۔ تماشائی کو چاہیئے کہ ہر تبدیلی پر یکسان رہے اپنی شانتی مین فرق نہ آنے دے ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	زہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

ناٹک مین ایک شخص کبھی بادشاہ بنجاتا ہے کبھی فقیر۔ لیکن وہ اپنے آپ کو نہ بادشاہ جانتا ہے نہ فقیر بلکہ وہی سمجھتا ہے جو اصل مین ہے۔ نہ شاہانہ لباس سے مغرور ہوتا ہے

نہ فقیرانہ گدڑی سے ملول بلکہ یہ کوشش کرتا ہے کہ جو سوانگ بھرا گیا ہے اسکا حق پورا پورا ادا ہو جائے اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو سمجھکر دنیوی کارروائی برن اور آشرم کی کرتا ہے اور اپنے اصلی روپ کو نہین بھولتا تو اوسکی دلبستگی اس جسم کثیف سے چھوٹ جاتی ہے۔ تب وہ دوسرے پردہ مین داخل ہوتا ہے اور بتدریج بیرونی پردون سے اندرونی مین عروج کرتا ہوا مقصود اصلی کو پالیتا ہے۔

چونکہ جانش وارہید از ننگ تن	رفت شادان پیش اصل خویشتن
یار زیبا روے ما اینجاستی	انچہ می جستیم آن باماستی

انسان راحت کا طالب تو ہمیشہ رہتا ہے مگر غلط راہ چلتا ہے یعنی بیرونی اشیا مین تلاش کرتا ہے جہان اسکا پتا نہین۔ دیکھو ذائقہ اشیا کے صفات مین سے ہے تو اوسکے ادراک مین بھی سب آدمی متفق ہین۔ جو چیز شیرین ہے وہ سب کے نزدیک شیرین ہے اور جو نمکین ہے وہ سب کے نزدیک نمکین۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی کو کچھ مرغوب ہو کسی کو کچھ مگر ادراک مین اختلاف نہین یہی کیفیت کل محسوسات کی ہے۔ اسی طرح اگر راحت بھی اشیا کی صفت ہوتی تو کل انسان اُسکے ادراک مین متفق الرائے ہوتے لیکن ہم دیکھتے ہین کہ جس چیز کو ایک شخص موجب راحت سمجھتا ہے دوسرا اُسی کو باعث کلفت جانتا ہے بلکہ ایک ہی شخص کی راے کسی شے کی نسبت خود تبدیل ہوجاتی ہے

جسے پہلے سمجھتے تھے آرام زیست کے	اُسے اب جو دیکھا تو طغیان نکلا

اس سے ظاہر ہے کہ راحت بیرونی اشیا مین نہین۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب راحت بیرونی اشیا مین نہین تو کہان ہے؟ جواب یہ ہے کہ تمھین مین ہے یعنی روح انسانی ہی مخزن راحت ہے۔

تو خوشی و خوب و کان ہر خوشی		تو چرا خود منت بادہ کشی	
خویشتن نشناخت مسکین آدمی		از فزونی آمد و شد در کمی	

ہرن کے نافہ سے جب بوئے مشک پھوٹتی ہے تو وہ مست ہوکر اُس کی تلاش مین چارون طرف دوڑتا اور جنگل جنگل مارا پھرتا ہے مگر کہین نہین پاتا۔ کتا خشک ہڈی چچوڑتا ہے اور جب اُسکے دانتون سے خون نکلنے لگتا ہے تو خوش ہوتا ہے کہ ہڈی مین سے خون نکلا حالانکہ یہ صرف اُسکا زعم باطل ہے۔ اسی طرح انسان خود مخزن سرور ہے مگر اپنی نادانی سے اُسکو بیرونی اشیا مین تلاش کرتا ہے۔

خضر رہ مقصود اگر دل نہین ہوتا	
منزل کا پتہ سیکڑون منزل نہین ہوتا	

پس اول اس باب مین غور کرنا چاہیے کہ راحت بیرونی اشیا مین ہے یا خود ہم مین اور جب یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ وہ ہمارے ہی اندر موجود ہے تو پھر اس عادت کے تبدیل کرنے مین کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اُسکو باہر نہ ڈھونڈین بلکہ اپنے آپ مین تلاش کرین۔ عادت کو سنسکرت مین سبھاؤ کہتے ہین اور سبھاؤ کا دور کرنا سخت دشوار کام ہے مثلاً کوئی شخص پچاس سال سے افیون کھاتا ہو اب وہ اُسکے مضرتون سے واقف ہوکر چھوڑتا ہے تو جو تکلیف اُسپر گذرے گی۔ اُس سے بدرجہا زیادہ اس سبھاؤ کے دور کرنے مین آدمی کو اذیت ہوگی کیونکہ بہت جنمون کا ہے لیکن ارادہ پختہ ہو تو آہستہ آہستہ اُسپر غالب آسکتا ہے۔ البتہ بعضے الوالعزم ایسے بھی ہوتے ہین کہ جہان اُن کو اپنی عادت کی غلطی معلوم ہوگئی فوراً چھوڑ دیتے ہین اور پھر نام نہین لیتے۔ بھگوت گیتا مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ الیشر نہ کرم کو نہ کرم کے کرنے کو اور نہ کرم کے پھل کو پیدا کرتا ہے یہ کل امور سبھاؤ سے

ہوا کرتے ہین اسلیئے انسان کو اپنے سبھاؤ کی درستی مین بہت کوشش کرنا چاہیئے ؎

گر رہبر تست عادت خویش	مردود منافقی نہ درویش

راحت دراصل روح مین ہے اور جب دل کو شانتی یعنی اطمینان حاصل ہوتا ہے تو راحت کا ظہور ہوتا ہے اور جب دل متردد ہوتا ہے اور تردد کی وجہ سے راحت مین خلل پڑ جاتا ہے تو راحت ظاہر نہین ہوتی یعنی رنج محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر خواہش ہمارے دل مین ایک تردد پیدا کرتی ہے اور جسوقت شئے مطلوب کے ذریعہ سے خواہش پوری ہو جاتی ہے تو وہ تردد دور ہو جاتا ہے اور راحت پر جو پردہ پڑ گیا تھا وہ اُٹھ جاتا ہے مگر ہم یون سمجھتے ہین کہ راحت اُس شئے مین ہے جس سے خواہش دور ہوئی تھی حالانکہ یہ محض غلط ہے بلکہ شئے مطلوب نے صرف اُس انتشار کو رفع کر دیا جو مخل راحت تھا۔ مثلاً ایک تالاب ہے جسکا پانی صاف و ساکن ہے اور تہ کی ہر ایک چیز بخوبی نظر آتی ہے۔ اب تم ایک پتھر پھینک کر اُس پانی کو متحرک کر دو تو وہ چیزین اب نظر نہ آئین گی لیکن جسوقت پانی اصلی حالت پر آجائیگا تہ کی چیزین بدستور دکھائی دینگی پس خواہش کا پیدا ہونا گویا شانتی کے پانی مین پتھر کا گرنا ہے اور جو چیز خواہش کو دور کرتی ہے وہ شانتی کو اصلی حالت پر لاتی ہے رہا تہ کی چیزون کا نظر آنا یعنی راحت کا ظہور وہ جیسا پہلے تھا اب بھی ہے کہین باہر سے نہین آیا۔ بعض حکمائے مغربی کو بھی اس مسئلہ مین غلط فہمی ہوئی ہے وہ کہتے ہین کہ جسقدر انسان کی خواہشین زیادہ ہونگی اُسی قدر راحت زیادہ ہوگی کیونکہ خواہش کے پورے ہونے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ جہان خواہشین کم ہون گی وہان راحت بھی کم ہوگی اس قول کے بموجب تو بیماری بھی باعث راحت ہے

کیونکہ شفا پانے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔گویا تندرستی بلا بیماری قائم رہے تو وہ راحت نہین۔خیر ہم اُنکے اس خیال سے متفق نہین ہین بلکہ ہمارے نزدیک تو خواہشات ہمیشہ انسان کو ذلت خواری کلفت اور آزردگی مین مبتلا رکھتی ہین ع دے لے لوبھ چھپنا چھکن لگھو پن بڑو لکھات + یعنی طمع کا چشمہ لگا کر چھوٹا آدمی بڑا معلوم ہوتا ہے۔اور جو خواہشون کا بندہ ہے وہ ذلیل آدمیون سے ملتجی ہوکر اور ذلیل ہوتا ہے ؎

زہد و تقوے چیست اے مرد فقیر	لاطمع بودن ز سلطان و امیر
آنکہ شیران را کند روبہ مزاج	احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

اور طرفہ یہ ہے کہ ایک خواہش کے پورے ہوتے ہی دوسری شروع ہو جاتی ہے اور راحت حاصل ہوتے ہی کالعدم ہو جاتی ہے۔غرض غور کیجئے تو جملہ تکالیف و مصائب کا باعث یہ خواہشین ہین اور یہی دراصل ہمارے حصول سعادت مین مانع ہین ؎

دل چو آلودست از حرص و ہوا	کے شود مکشوف اسرار خدا
صد تمنا در دل ست اے بو الفضول	کے کند نور خدا در دل نزول
سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا مجکو	وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتا

انسان جو انا الحق کا رتبہ رکھتا ہے صرف ہوا و ہوس کی وجہ سے اس مقام خسیس یعنے اسفل السافلین مین محبوس ہے۔اسلیئے خواہشون کا دور کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ شانتی کا جانی دشمن یہی ہے بھگوت گیتا مین لکھا ہے کہ جسکو شانتی نہین اُسکو سکھ کہان اور درحقیقت خواہشون کی جڑ خودی ہے جسنے اس بنیاد فساد کو کھود کر پھینکدیا وہ سب بکھیڑون سے پاک ہے۔خواہشون سے پاک ہونے کی پہچان یہ ہے کہ آدمی ہر حال میں خوش رہے نہ کسی شے کی طرف رغبت ہو نہ کسی سے نفرت ہو۔

قومے بہ تمنائے زرومال خوش اند		قومے بہ تماشائے خط وخال خوش اند
اینہا ہمہ اسباب خرابی وار اند		خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

اکثر صاحبون کا یہ خیال ہے کہ شانتی قطع تعلق سے حاصل ہوتی ہے مگر یہ خیال محض خام ہے۔ قطع تعلق سے نہین بلکہ ترک تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔ قطع تعلق صرف جسم سے ہوتا ہے اور ترک دل سے۔ جب تک یہ خودی اور اُسکے بیشمار چیلے یعنی خواہشین بھون بھون کرتے اور شور وغل مچاتے ہین دل کو شانتی کہان؟ جسکی خودی دور نہین ہوئی وہ قطع تعلق کرکے جہان کہین جاتا ہے نئے تعلقات پیدا کرلیتا ہے۔ لیکن خودی دور ہوجائے تو اشیا سے دلبستگی باقی نہین رہتی اور دل جملہ تعلقات سے بری ہوجاتا ہے۔ پھر جدا رہے یا شامل شانتی مین فرق نہین آتا اور تمام فرائض بخوشی وسہولت ادا ہوتے ہین۔

نمیگویم کہ از دنیا جدا باش		بہر کارے کہ باشی با خدا باش	

گوشہ نشینی اکثر خود غرضی سے کی جاتی ہے اس خیال سے کہ ہمارے متعلقین ہماری ترقی روحانی مین مانع ہین۔ گویا خودی کو بجائے دور کرنے کے اور مستحکم کرتے ہین جسکا نتیجہ مقصود اصلی کے عین برعکس ہوتا ہے۔ کسی نے اپنے محبوب کے دروازہ پر دستک دی آواز آئی کون؟ جواب دیا۔ مین۔ آواز آئی یہان دو کی گنجائش نہین۔ کچھ تامل کرکے پھر دستک دی۔ آواز آئی کون؟ اب کی جواب دیا۔ تو۔ فوراً دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ جب مین دور ہوکر صرف تو باقی رہجاتا ہے تو سالک منزل مقصود پر پہونچتا ہے۔

تا توئی کے یار گردد یار تو		چون نباشی یار باشد یار تو	

تو مباش اصلا کمال اینست و بس	تو در وگم شو وصال اینست و بس

لیکن یہ آسان کام نہین تمام خواہشون کو چھوڑنا اور نفس کو زیر کرنا زندہ در گور ہونا ہے سو تو اقبل ان تموتوا جو لوگ بین بین کرتے اور میرا میرا پکارتے ہین۔ ہرگز اس راہ مین چلنے کے لائق نہین اگر چلے بھی تو انجام بخیر نہین ہوتا بلکہ اورون کی رہزنی کرتے ہین ؎

بوالہوس پاؤن نہ رکھنا کبھی اس راہ کے بیچ	کوچہ عشق سے ہے یہ رہگذر عام نہین

ایسے شخصون کو چاہیئے کہ صبر سے کام لین جلد بازی نہ کرین بلکہ وقت کے منتظر رہین اور آہستہ آہستہ خودی کو دور کرین۔ بچہ دفعۃً جوان نہین ہو جاتا اسی طرح جس مین ترک تعلق کی طاقت نہین اُسکو چاہیئے کہ رفتہ رفتہ یہ حالت پیدا کرے۔ برن اور آشرم کا یہی مطلب ہے کہ انسان مین ترک وتجرید کی استعداد بتدریج پیدا ہو۔ اسلئے برن اور آشرم کے فرائض پورے پورے ادا کرنے چاہئین بے وقت کی تبدیلی سے بڑی خرابی پڑتی ہے اور انسان سخت مصائب مین مبتلا ہو جاتا ہے۔ نفس امارہ کو مغلوب کرنا معمولی آدمی کا کام نہین بلکہ بڑا دلیر و دلاور سورما چاہیئے جو اس دیو خونخوار پر فتح حاصل کرے ؎

یہ نفس وہ سرکش ہے کہ مارا نہین جاتا	یہ جن کسی عامل سے اُتارا نہین جاتا

سری کرشن جی مہاراج نے جس خونخوار اژدہے کو زیر کیا اور اُسکے سر پر ناچے وہ در اصل یہی اژدہا تو تھا جب تک انسان اُسکو زیر نہین کر پاتا اُسکی زندگی تلخ رہتی ہے۔ مگر جس شخص مین ہنوز اُسکے زیر کرنے کی طاقت نہین۔ اُسکو چاہیئے کہ مقابلہ مین نہ آئے کیونکہ اگر مر نہ سکا تو ڈس ہی لیگا۔ کپڑے رنگ لینا تو سہل ہے مگر اس اژدہے کی پھنکار سے بچنا سخت مشکل ہے۔ ع ۔ منوا اگر مارا نہین کپڑے رنگے تو کیا ہوا۔

تارائن سادھو نے دیکھو اچرج ایک		مان بڑائی اپر کھامن مین بھری ہینگ

شاستروں مین لکھا ہے کہ جب کوئی دنیوی تعلق باقی نرہے اور کوئی فرض واجب الادا اُسکے ذمہ نہو اور خواہشات سے دل پاک ہوگیا ہو تو آدمی سنیاس لے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلق مین رہکر ترک تعلق کرنا چاہئے گویا ترک کے سبق کا یہ مدرسہ ہے نہ کہ جائے گرفتاری جیسا کہ اکثروں کا خیال ہے۔

انسان کی روحانی ترقی مین ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اُسکو خلوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُسوقت مرشد کامل اُسکا انتظام کر دیتا ہے۔ اگر معمولی آدمی کو کچھ عرصہ تنہائی مین رکھا جائے تو شاید مجنون ہوجائے۔ اسلیئے قید تنہائی ایک وقت مین ہفتہ بھر سے زیادہ نہین کیجاتی۔ گوشہ نشینی سے صرف وہی شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جسنے کچھ درجے تک روحانی ترقی کرلی ہے عوام کو اس سے کچھ نفع نہین **قطعہ**

بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی		چو ہر لحظہ از تو بجائے رود دل
چو دل با خدا ایست خلوت نشینی		درت مال و جاہ ست زرع و تجارت

دوسری وجہ قطع تعلق کی یہ سمجھی جاتی ہے کہ دنیا کی اشیا تنہائی مین ہمارے دل پر اپنا اثر نہ ڈال سکین گی۔ ابھی دنیا کی بے وقعتی تو ذہن مین جمی نہین اور کر بیٹھے قطع تعلق اس عجلت کا نتیجہ خرابی نہو تو اور کیا ہو۔ اکثر گوشہ نشین اسی وجہ سے ڈگ جاتے ہین کہ ترک سے پہلے قطع تعلق کی جرأت کرتے ہین۔ بچہ سے کھلونے چھین لو تو کیا کھلونوں کی وقعت اُسکے دل سے ہٹ جائیگی ۹ ہرگز نہین بلکہ اور بڑھیگی۔ جہان دیکھ پائے گا زیادہ للچائیگا البتہ وہ جوان و ذی شعور ہوجائے تو کھلونوں کی بے وقعتی اُسکے دل مین خود پیدا ہوجائیگی۔ اسی طرح جب دنیا اور مکروہات دنیا کی بے وقعتی دل مین جم جاتی ہے تو انسان ہٹکی

کشش سے باہر ہوجاتا ہے - اُسوقت تنہائی اختیار کرے تو مضائقہ نہین ورنہ وہی کیفیت ہوگی کہ ع برزبان تسبیح و در دل گاؤخر٭ ایک فقیر صاحب فرماتے تھے کہ خدا اپنے بچون کو دولت و حشمت کے جھنجھنے دیکر خوش رکھتا ہے - جب وہ جوان ہو جاتے ہین تو معرفت عطا کرتا ہے ؎

ہر کہ آئینۂ صافی نشد از زنگ ہوا | دیدہ اش قابل نظارۂ حکمت نبود

جسقدر انسان کی خودی دور ہوتی جاتی ہے اُسیقدر محبت ہمدردی اور نیک کامون کی طرف اُسکی رغبت بڑھتی جاتی ہے دوسرون کی نفع رسانی اُسکا عین ایمان و دھرم بنجاتا ہے - نیکی کرنے سے عجیب سرور حاصل ہوتا ہے گویا انسان فرشتہ بنجاتا ہے اور یہی دنیا اسکی بہشت - برخلاف اسکے خودغرضی اس عالم کو دوزخ سے بدتر بنادیتی ہے ؎

مباش در پئے آزار ہرچہ خواہی کن | کہ در طریقت ما غیر ازین گناہے نیست

ہمسے کیسکو پہونچی نہ راحت ایسے مصیبت کوش ہوے | جان نہ تھی تو بار شکم تھے مرکے بال دوش ہوے

جب دیوتاؤن نے ددہیچ رشی کے پاس جاکر اُن کی ہڈیان مانگین تو وہ بہت ہنسے اور خوش ہوکر فرمایا - زہے قسمت کہ آج ہمارا جسم آپ صاحبون کے کام آئیگا - ہم تو سمجھتے تھے مفت برباد جائیگا - یہ کہکر ہڈیان نکالدین اور پرم دھام کو چلے گئے - سوامی بھاسکرانند جی بنارس کے مشہور و معروف یوگی نے مرتے وقت اپنے دوستون اور مریدون سے کہا کہ میری نعش نہ جلانا نہ دفن کرنا بلکہ جنگل مین رکھدینا تاکہ جانورون کے کام آئے - جب انسان اپنے آپ کو روح سمجھ لیتا ہے تو جسم کو چندان کارآمد نہین پاتا - پس یون خیال کرتا ہے کہ جس کسی کو اس سے نفع پہونچے بہتر ہے - اور جب وہ ایک ہی نور الٰہی سب مین پاتا ہے تو برادرانہ محبت کے جوش سے ایسا بھرجاتا ہے کہ انسان تو انسان جانورون کی ایذا بھی اُسکو

گوارا نہین ہوتی - غرض محبت صادق ایک پیمانہ ہے جس سے خودی کے گھٹنے کا اندازہ ہوسکتا ہے بلکہ پریم ہی اس عالم مین اصل ہے باقی سب اُسکے فروع - اسی سے روحون مین یگانگی پیدا ہوتی ہے - اسی سے مخلوق کی رسائی خالق تک ہوتی ہے -

	برخرمن کائنات کردم چو نگاہ یک دانہ محبت ست باقی ہمہ کاہ	

اس مضمون کے متعلق ایک بات قابل غور یہ ہے کہ جہل سے خودی پیدا ہوتی ہے خودی سے تعلق یعنی کسی شئے کے ساتھ رغبت کسی سے نفرت - تعلق سے خواہشین اور خواہشون سے ہر قسم کی تکلیفین - اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ اول جہل کے دور کرنے مین سخت کوشش کرے اور کوشش بھی عملاً ہو تاکہ تکلیفات کی جڑ کٹ جائے اور سرور دائمی حاصل ہو جب تک انسان عین الیقین کے مرتبہ کو نہین پہونچتا تب تک جہل کی بیخ کنی نہین ہوتی بلکہ اُسکی ٹوٹی پھوٹی باقی ماندہ جڑ موقع پاکر پھر سرسبز ہوجاتی ہے اور اس سے خودی کا انکر پیدا ہوتا ہے جس سے تعلق کا درخت خواہشات کی شاخین اور تکالیف کے پھل نمودار ہوتے ہین یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے عابد و زاہد بعض اوقات اس درخت کی شاخون مین اولجھ جاتے اور بہت تکلیف پاتے ہین اسلیئے طالب کو چاہیئے کہ ترک کے ذریعہ سے حصول عین الیقین کے سلیئے پوری سعی و کوشش عمل مین لائے تاکہ جہل کی جڑ کٹ جائے اور خودی کا انکر پھر نہ پیدا ہونے پائے اسکے سوا طالب کو دوسری کوئی جائے امن و گوشۂ عافیت نہین ہے ؎

	جب لگ تن ناہین گلت من ناہین مرجات تب لگ مورت شیام کی وچھن ناہ دکھات	

فصل ششم

سوامی جی کا سفرنامہ

ایک روز سوامی جی نے فرمایا کہ آج ہم اپنے ایک اور سفر کا حال سناتے ہین۔
ہمنے ایک بار قصد کیا کہ چلین گنجنی دیوی کے درشن کرین۔ یہ دیوی دنیا بھر کی دیوی دیوتاؤن
مین سب سے زیادہ مشہور و معروف ہین۔ روے زمین پر شاید ہی کوئی فرد بشر ہوگا
جو انکی پرستش مین دل وجان سے مصروف نہو۔ دیوی جی کا مندر ایک دشوار گزار پہاڑ
پر کوہ ہمالیہ مین واقع ہوا ہے جسکی راہ مین سخت مصیبتین پیش آتی ہین اور انتہا درجہ کی
تکلیفونکا سامنا ہوتا ہے اس وجہ سے اکثر اُنکے بھگت درشنون سے محروم رہتے اور
دل ہی دل مین اُنکا جپ تپ کیا کرتے ہین اگرچہ ہر شخص دیوی جی کے درشنون کا مشتاق
اور زیارت کا آرزومند رہتا ہے مگر معدودے چند ہی ایسے خوش قسمت ہین جو زیارت سے
فیضیاب ہوتے ہین اور اُن مین سے بھی بِرلے درشن کے بعد صحیح سلامت واپس آتے ہین۔
اب رستہ کی کیفیت سنو۔ اول تو دامنِ کوہ مین کوسون تک جنگل اور بن ہے جسمین سخت
خونخوار درندے زہریلے سانپ اور ہیبت ناک اژدہے رہتے ہین۔ وحشی ہاتھیونکے
غول کے غول آزاد پھرتے ہین۔ رستہ کا کہین پتا نہین۔ سرزمین گرم۔ ہوا ناقص۔ پانی مہلک
غرض اِس خوفناک جنگل سے صحیح سلامت نکل جانا سخت مشکل ہے۔ تنہا آدمی کو تو بہت دشوار
ہے۔ اسی لیے جب بہت سے جاتری جمع ہو جاتے ہین تو قافلہ کا قافلہ کیپنی بنا کر چلتا ہے
تاکہ وقت پڑے تو ایک کی ایک مدد کرے۔ ہمارے قافلہ مین مرد و عورت سب ملا کر
کوئی سو آدمی ستھے۔ دن کو چلتے تو سب کے سب شور و غل مچاتے۔ رات کو ٹھہرتے تو گرداگرد

آگ جلاتے تاکہ موذی جانورون کے حملے سے امن ملے - اثنائے سفرمین ایک دن جھاڑی
مین سے ایک شیر جھپٹا اور ایک مسافر کو دبوچکر لے ہی گیا - سب دیکھتے کے دیکھتے رہگئے
ہاے ہاے کرنے اور غل مچانے کے سوا کسی سے کچھ نہ بن پڑا - ایکدن ایک بڑا سانپ
درخت کے اوپر سے گرا اور نیچے جو آدمی بیٹھا تھا اسکو لپٹ گیا ہرچند چھوڑانے کی کوشش
کی مگر کچھ کارگر نہوئی ناچار لاٹھیون سے پیٹنا شروع کیا خیر سانپ تو مرہی گیا مگر وہ
آدمی بھی نہ بچا - ایک دن چند تھکے ماندے مسافر ایک لٹھے پر جا لیٹے کچھ ضرورت جو پیش
آئی تو کسی نے وہین آگ سلگا دی - جسوقت آگ تیز ہوئی تو لٹھا جنبش مین آیا تب معلوم ہوا
کہ یہ تو اژدہا ہے - ہم سب نے بھاگ کر جان بچائی ہمارے کتنے ہی ساتھی اب وہوا
کی خرابی سے ایسے بیمار پڑے کہ کوئی اس منزل کھیت رہا کوئی اس منزل - غرض
بہت سی جانین ضائع کرکے ہم تھکے ماندے نیم جان بہزار خرابی پہاڑ تک پہونچے
جسکی بلندی کو دیکھکر خوف آتا تھا اب یہان سے چڑھائی شروع ہوئی جنگل تو ایسا
گنجان نہ تھا جیسا طے کرکے آئے تھے جانور بھی کم تھے - پانی البتہ مشکل سے ملتا تھا
مگر جو ملتا وہ صاف اور شیرین تھا - ہوا تھی تو گرم لیکن ایسی مضر نہ تھی جیسی بن کی - تاہم سب
مصیبتون کی ایک مصیبت یہ کمبخت چڑھائی تھی جسنے مسافرون کے چھکے چھوڑا دیئے
دم ٹوٹ گیا گھٹنے تھک گئے - کوئی یہان گرا کوئی وہان - چند آدمی جو کمزور تھے ایسے
بیٹھے کہ پھر نہ اُٹھے - لوگون نے بہت سہارا دیا ہمت بندھائی مگر جب اپنا ہی بل بوتا
کام نہ دے تو ساتھیون کی مدد سے کیا ہوسکتا ہے - اب ہم ایک ایسی جگہہ پہونچ گئے
جہان سے سفر دلچسپ و آسان ہوگیا - یہ مقام نہایت پُر فضا خوشنما اور سرسبز تھا
جا بجا سرد و شیرین چشمے جاری - ڈھالون پر خودرو پھولون کے تختے کے تختے

کھڑے درختون پر خوب صورت پرند خوش الحانی سے چہچہاتے جن کی صدا ہوا مین گونج
اٹھتی تھی - ہرن - بارہ سنگھے - لنگور - اُچھلتے پھرتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم سچ مچ ایک گلزار
پُر بہار مین گل گشت کر رہے ہین - اگرچہ یہان بھی چڑھائی سخت مشکل تھی مگر کچھ تو ہم کو اسکی
مشق ہو گئی تھی کچھ اس دلکشا مقام کی خوبی سے ہماری محنت کو ہلکا کر دیا تھا - اسلیئے
اب سفر ناگوار نہ تھا - چلتے چلتے اس حصہ کو طے کر کے ہم کوہستان کے اُس سلسلے پر
پہونچے جو موسم سرما مین برف سے ڈھکا رہتا اور صرف گرمی کے دنون مین قابل گذر
ہوتا ہے - یہان ایک وسیع میدان تھا جو سبزی رنگا رنگ بیل بوٹون بوقلمون پھول
پتون سے ایسا آراستہ و مرتب نظر آتا تھا گویا فراش قدرت نے بوٹہ دار فرش زمردین
نووارد مہمانون کے لیئے ابھی بچھایا ہے - اور اس صحن دل افروز کو اپنی صنعت کی مینا کاریون
سے خوب جی لگا کر سجایا ہے - اُس مین سے ایسی بھینی بھینی مہک نکل رہی تھی جو دل دماغ کو
تر و تازہ کرتی تھی - ہمکو تو یہ گمان ہوا - شاید پوجاری دیوی جی کو دھوپ دیپ دے رہے
ہین - چھ مہینہ تک جو برف جمی رہتی تھی اس وجہ سے نہ کوئی درندہ چرندہ چلتا پھرتا
نظر آتا تھا نہ کہین اونچے درختون کا نشان تھا - البتہ چھوٹے چھوٹے خوب صورت
خوش رنگ خوش آواز پرندے جابجا چہک رہے تھے - یہان کی دلکش فضا اور لطیف
ہوا - پرندون کی چہک اور سبزہ کی مہک دل پر عجیب اثر پیدا کرتی تھی - جو بیان مین نہین سماتا
اس چوتھی منزل مین کچھ فاصلہ پر برفستان سے ملا ہوا دیوی جی کا مندر ہے اب ہم
ایسی جگہ پہونچے جہان سے مندر صاف نظر آتا تھا -

مین ایک سادھو سے عجائبات قدرت کی نسبت بات چیت کرتا چلا جا رہا تھا
کہ ایک شخص بولا کیون مہاراج یہ پہاڑ اتنے اونچے کیونکر ہو گئے اور اُنسے دنیا کو

کیا فائدہ پہونچتا ہے اور یہان ایسے کرہ کے کا جاڑا کیون ہے سادھو صاحب نے فرمایا کہ ان پہاڑون کی ہزار ہا من مٹی ہر سال کی بارش مین دھل دھلا کر دریاؤن کی راہ سے سمندر مین پہونچ جاتی ہے جس سے سمندر کی سطح زمین ہر سال بلند ہوتی چلی جاتی ہے اور پہاڑون کی بلندی گھٹتی جاتی ہے۔ کہین مدتہاے دراز مین یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ سمندر کی تہ پہاڑون کی اونچائی سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے تب سمندر کا پانی اس نشیب کی طرف آنے لگتا ہے اور پہاڑ کی جگہ سمندر اور سمندر کی جگہ پہاڑ بنجاتا ہے اور ایسی تبدیلیان اس کرہ زمین پر سمندر کی بدولت ہوتی رہتی ہین مگر مدت دراز مین۔ جہان اب ہمالیہ پہاڑ ہے یہان کسی زمانہ مین سمندر تھا۔ اس امر کی تصدیق اُن بڑی سمندری مچھلیون کے کھانکرون سے ہوتی ہے جو ہمالیہ کی بلند چوٹیون پر پائی گئی ہین۔ دوسری وجہ ناہمواری زمین کی یہ ہے کہ جب بطن زمین کے اندر کے سوختنی مادے بھڑک اُٹھتے ہین تو مٹی کے بالائی طبقہ کو اُلٹ پلٹ کرکے پہاڑون کو نمودار کر دیتے ہین۔ بعض اوقات زمین کی اندرونی حرارت منتقل ہو کر پہاڑ کے منفذون سے پھوٹ نکلتی ہے چنانچہ ہندوستان مین جوالامکھی پہاڑ مشہور ہے وہان ایسے ہی شعلے نکلتے ہین جنکو جوالامکھی دیبی کہتے ہین۔ سال مین دوبارہ وہان میلہ لگتا ہے جس مین اطراف وجوانب سے آکر بہت جاتری جمع ہو جاتے ہین۔ بعض اوقات یہی اندرونی حرارت ایسا جوش مارتی ہے کہ پہاڑ کے پرخچے اُڑا دیتی ہے اور گرم راکھ اور پتھر اس زور شور سے ہوا مین اُڑتے ہین کہ کوسون تک اُنکا مینھ برسنے لگتا ہے۔ ایسے پہاڑ کوہ آتش فشان کہلاتے ہین۔ جب آتش فشانی ہوتی ہے تو گرم راکھ اور پتھرون کے علاوہ بعض وقت پہاڑ کے موکھے مین سے ایک سیال مادہ پگھلی ہوئی دھات کے مانند نکلتا ہے

اور یہ آتشین رو جن بستیون سے گذرتی ہے اُن کو جلا بھون کر تہس نہس کر ڈالتی ہے
ایسے حادثات کے وقت بعض اوقات نہایت ہولناک آواز ہوتی ہے اور دور دور تک
زمین لرز جاتی ہے اسی کو بھونچال یا زلزلہ کہتے ہین - اندرونی حرارت کی وجہ سے بعض پہاڑی
مقامات مین گرم پانی کے چشمے ابلتے ہین - بدری ناتھ جی مین ایک ایسا ہی چشمہ ہے - بعض
چشمون کے پانی مین معدنی جزو بھی شامل ہوتا ہے - جیسے نینی تال کے ایک چشمہ سے گندھک
ملا پانی نکلتا ہے اور یہ پانی بہت ہاضم ہوتا ہے -

ان پہاڑون سے نوع انسان کو بہت فائدے پہونچتے ہین - اول تو سونا چاندی
لوہا تانبا وغیرہ کل دھاتون کی کھان پہاڑون مین ہوتی ہے گویا پہاڑ ہماری دولت کے
خزانے ہین دوسرے اونچے اونچے پہاڑون پر بارش بھی خوب ہوتی ہے اور برف
پڑتی ہے جس سے بڑے بڑے دریا ہمیشہ جاری رہتے میدانون کو سیراب و شاداب
کرتے اور کاشتکاری و تجارت کو نفع پہونچاتے ہین - تیسرے صدہا قسم کی معدنی اور نباتی دوائین
ہین جو پہاڑون سے دستیاب ہوتی ہین اُنکے استعمال سے آدمی قوت و صحت حاصل کرتے
اور بیماریون سے شفا پاتے ہین - چوتھے پہاڑی جانورون سے بہت سی کارآمد چیزین ہمکو
حاصل ہوتی ہین - ہرن کا مشک پہاڑی بکریون کی پشمین اُون جسکے شال دوشالے بنے جاتے
ہین - پانچوین بیش بہا جواہرات بھی پہاڑی سرزمینون مین ملتے ہین - چھٹے سنگ مرمر
سنگ موسی سنگ پتھانی سنگ سرخ وغیرہ قسم قسم کے پتھر پہاڑون سے کاٹکر لاتے اور
آدمی اپنے لئے بڑی بڑی عالیشان اور پختہ عمارتین تیار کرتے ہین جو صدہا سال تک
قائم رہتی ہین جیسے آگرہ مین تاج گنج کا روضہ کہ جسکی تعمیر کو قریب ڈھائی صدی کے
ہوا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آج تیار ہوا ہے - ساتوین پہاڑون مین بعض مقام

ایسے صحت افزا اور دلکشا ہوتے ہین کہ وہان جانے سے سیر و تفریح کے علاوہ تندرستی بحال ہو جاتی ہے جیسے کشمیر شملہ نینی تال وغیرہ جہان خاصکر گرمی کے موسم مین دور دور کے لوگ آتے اور وہان کے چشمہ سارون اور مرغزارون سے بہشت برین کا لطف اُٹھاتے ہین - دربار اکبری کا ایک شاعر جو اپنے آقا کے ہمرکاب کشمیر گیا تھا اُسکی تعریف مین لکھتا ہے ؎

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر درآید	گر مُرغ کباب ست کہ با بال و پر آید
این چشمہ و این سایہ و این سبزہ و این گل	وصفش نچنان ست کہ در گفت درآید

عمدہ آب و ہوا اور دلکش فضا کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کے یوگی اور سنیاسی بھی ایسے مقامات مین رہتے ہین کیونکہ وہان یوگ اچھا ہوتا ہے - ایک فلاسفر کا قول ہے کہ جسکو قدرت کی شان دیکھنی منظور ہو اُسکو چاہیئے کہ پہاڑ اور سمندر کی سیر ضرور کرے کیونکہ قدرت کی شاندار کارروائیان انھین دو مقامات مین نظر آتی ہین - مہاراج شنکر اچارج نے ہندوستان کے چارون کونون پر چار مندر - بدری ناتھ - جگنا تھ - سیت بند رامیشر اور دوارکا قائم کیئے تاکہ دور دراز خطون کے جاتری وہان جاکر بزرگ سادھوؤن اور کامل فقیرون سے اُپدیش حاصل کرین - اِس ضمن مین ہندوستان بھر کی سیر اور سمندرون اور پہاڑون کی دیکھ بھال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ مفت ہے -

ہندوستان کی عظمت سابق اور ذلت حال کی نسبت ایک شاعر حال حسب ذیل فرماتے ہین -

خاک ہند

اے خاک ہند تیری عظمت مین کیا گمان ہے	دریائے فیض قدرت تیرے لیئے رواں ہے

تیری جبین نور سے حسن ازل عیان ہے
اللہ رے زیب و زینت کیا اوج عز و شان ہے

ہر صبح ہے یہ خدمت خورشید پر ضیا کی
کرنون سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیا کی

اس خاکِ دل نشین سے چشمے ہوئے وہ جاری
چین و عرب مین جن سے ہوتی ہے آبیاری

سارے جہان پہ جب تھا وحشت کا ابر طاری
چشم و چراغ عالم تھی سرزمین ہماری

شمع ادب نہ تھی جب یونان کی انجمن مین
تابان تھا مہر بینش اِس وادیِ کہن مین

گوتم نے آبرو دی اس معبدِ کہن کو
سرمد نے اِس زمین پر صدقے کیا وطن کو

اکبر نے جامِ الفت بخشا اس انجمن کو
سینچا لہو سے اپنے رانا نے اس چمن کو

سب سور بیر اپنے اس خاک مین نہان ہین
ٹوٹے ہوئے کھنڈر ہین یا اُن کی ہڈیان ہین

دیوار و در سے ابتک اُنکا اثر عیان ہے
اپنی رگون مین ابتک اُنکا لہو روان ہے

ابتک اثر مین ڈوبی ناقوس کی فغان ہے
فردوس گوش ابتک کیفیت اذان ہے

کشمیر سے عیان ہے جنت کا رنگ ابتک
شوکت سے بہ رہا ہے دریاے گنگ ابتک

اگلی سی تازگی ہے پھولون مین اور پھلون مین
کرتے ہین وجد ابتک طاؤس جنگلون مین

ابتک وہی کڑک ہے بجلی کی بادلون مین
پستی سی آگئی ہے پر دل کے ولولون مین

گل شمعِ انجمن ہے گو انجمن وہی ہے
حبِّ وطن نہین ہے خاک وطن وہی ہے

برسون سے ہو رہا ہے برہم سماں ہمارا
دنیا سے مٹ رہا ہے نام و نشان ہمارا

کچھ کم نہین اجل سے خوابِ گران ہمارا
اک لاشِ بےکفن ہے ہندوستان ہمارا

اِسکے بھرے خزانے برباد ہو رہے ہین
ذلت نصیب وارث غفلت مین سو رہے ہین

اے صورِ حبِّ قومی اس خواب سے جگا دے
بھولا ہوا فسانہ کانون کو پھر سنا دے

مردہ طبیعتون کی افسردگی مٹا دے
اُٹھتے ہوئے شرارے اِس راکھ سے دکھا دے

حبِ وطن سمائے آنکھون مین نور ہو کر — سر مین خمار ہو کر دل مین سرور ہو کر
شیدائے بوستان کو سرو و سمن مبارک — رنگین طبیعتون کو رنگِ سخن مبارک
بلبل کو گل مبارک گل کو چمن مبارک — ہم بیکسون کو اپنا پیارا وطن مبارک
غنچے ہمارے دل کے اس باغ مین کھلین گے — اس خاک سے اُٹھے ہین اس خاک مین ملینگے
ہے جوئے شیر ہمکو نورِ سحر وطن کا — آنکھون کی روشنی ہے جلوہ اس انجمن کا
ہے رشکِ مہر ذرہ اس منزلِ کہن کا — ملتا ہے برگِ گل سے کانٹا بھی اِس چمن کا

گرد و غبار یان کا خلعت ہے اپنے تن کو
مرکر بھی چاہتے ہین خاکِ وطن کفن کو

چکبست

دیکھو یہ سوال جو دل مین پیدا ہوا کہ ایسی شدت کی سردی یہان کیون ہے تو اُسیوقت پیدا ہوا جبکہ نشیبی میدان سے چلکر اونچے پہاڑ پر آئے - سو یہ کچھ اچنبھے کی بات نہین یہ تو قدرتی قاعدہ کے بموجب ہے - آفتاب کی تپش جو زمین مین داخل ہوکر اسکی سطح کو گرم کردیتی ہے تو سطح زمین کے قریب کی ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے اور جو ہوا اونچی ہے وہ بدستور سرد رہتی ہے بلکہ جسقدر زمین سے اونچی ہوگی اُسیقدر زیادہ ٹھنڈی ہوگی - اب اِن پہاڑون پر جو ہوا چلتی ہے وہ سطح زمین کی ہوا سے بہت ہی بلند ہے اسی واسطے بہت سرد ہے اور اسی لیے جاڑے کا موسم معلوم ہوتا ہے - جب ہوا مین سردی کا درجہ تھرمامیٹر کے حساب سے صفر سے نیچے پہونچ جاتا ہے تو اُس مین بادل جمکر یون برسنے لگتے ہین جیسے دُھنی ہوئی روئی کے پہل اُسکو برف کا گرنا کہتے ہین جب برف گرتا ہے تو بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے زمین درخت مکانات سب برف سے سفید ہو جاتے ہین گویا ہلکی دُھنی ہوئی روئی بچھادی ہے چلو تو پاون دھنس جاتا ہے مگر یہ کیفیت تازہ برف کی ہوتی ہے بعد کو وہ جمکر مثل پتھر کے سخت ہو جاتا ہے برف یہان اونچے پہاڑون پر ہی

گرتا ہے نیچے پہاڑون اور میدانون پر کبھی نہین گرتا ان سرد مقامات مین دریاؤن وتالابون کے پانی کی سطح پر برف جم جاتا ہے اور نیچے پانی بدستور رہتا ہے اوپر انسان وحیوان چلتے ہین اور نیچے مچھلیان تیرتی ہین کل جو تمنے دریا کو عبور کیا تو یہی تو کیفیت تھی تم برف پر چل رہے تھے اور نیچے پانی شور کرتا بہ رہا تھا یہ جو سامنے کے پہاڑون کی چوٹیان سفید نظر آتی ہین - ایسی اونچی ہین کہ بارہ مہینہ ان پر برف جمی رہتی ہے -

الغرض اِسی قسم کی بات چیت کرتے ہوئے ہم دیوی جی کے مندر کے قریب جا پہونچے - وہان جو دیکھا تو خلقت کا ایک ازدحام کثیر جمع ہے - سرون پر تھالی پھرتی اور کھوے سے کھوا چھلتا ہے - بڑا بازار لگا ہے جس مین ہر قسم کا سودا سلف اور ہر ایک جنس اعلیٰ سے اعلیٰ موجود ہے - جاتریون کے ٹھہرنے کو بھی پنڈون نے اچھے اچھے مکان بنا رکھے ہین - دیوی جی کا مندر نرا سونے کا ہے اور اُسکی روکار نہایت خوشنما نقش ونگار سے آراستہ جس مین تمام دیوتاؤن کی تصویرین بڑی صناعی سے منقوش ہین - عمارت ایسی شاندار اور بلند کہ منزلون سے نظر آتی ہے اُسکے چارون طرف نہایت آراستہ پیراستہ خوشنما چمن بندی کی ہے جس مین چھوٹے چھوٹے خوشنما پھول بوٹے اور سبزہ کے سوا اور کچھ نہین ہے پھاٹک پر ہر دو جانب دو طلائی شیر استادہ ہین جنکی صورت سے دیوی جی کی شان جلال ظاہر ہوتی ہے - پوجاری جو دیکھے تو زرق برق مغرق لباس پہنے سر سے پاؤن تک زر و زیور مین غرق - ہم قریب قریب پہر سوا پہر دن چڑھے اس دیوستھان مین پہونچ گئے تھے - اول تو اشنان کیا پھر کھانا کھایا اور یہ معلوم کر چکے تھے کہ دیوی جی کے درشن رات کو ہونگے اسلیے تیسرے پہر سے جو اُٹھے تو شام تک میلہ کی سیر کرتے رہے - جب آٹھ نج گئے تو درشن کی نیت سے ہم مندر کے احاطہ مین داخل ہوئے - اگرچہ جمگھٹ بہت تھا پھر بھی انتظام ایسا عمدہ تھا کہ کسی کو تکلیف نہین تھی اور کوئی شخص درشن سے محروم نہین پھرتا تھا - پہلے تو

کل جاتری دیوی جی کی پرکرما (طواف) کرتے جسکے لیے ایک وسیع رستہ مندر کے گرداگرد بنا تھا۔ اس مین زیادہ بھیڑ بھاڑ نہ تھی بلکہ باری باری سے تھوڑے تھوڑے آدمی جانے پاتے تھے۔ جب وہ پرکرما پوری کرکے دیوی جی کے روبرو پہونچ جاتے تو دوسرے غول کو جانے کی اجازت ملتی اور پہلا غول درشن سے فارغ ہوکر دوسرے راستہ سے ایک وسیع کرہ مین داخل ہوتا جہان ایک پنڈت دیوی مہاتم سُناتے تھے کتھا سنکر اور پرساد لیکر لوگ وہان سے باہر نکل آتے تھے۔

مین جو پرکرما کرکے دیوی جی کے سامنے پہونچا اور درشن کیئے تو مجھپر ایک عالم حیرت طاری ہوگیا۔ مندر کے اندر ایک عجیب خوشگوار ہلکی زعفرانی روشنی تھی اور کل کمرہ لطیف خوشبو سے مہک رہا تھا بیچ مین دیوی جی کی زرنگار مورت سنگھاسن پر بیٹھی جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔ اُنکے چہرہ کی تجلی اور چمک دمک بیان مین نہین آسکتی۔ اُنکے ہر پہلو مین ایک حسین مہجبین گلکار شبنم کا لباس پہنے جواہرات کے زیور سے ہر ہفت بنی جوش جوانی مین سرشار دیوی جی کا چور کر رہی تھی ان نازنینان زاہد فریب کا نازک بدن سلیچے کا ڈھلا کاٹنے کا تولا باریک پیرہن مین ایسا جھلکتا تھا جیسے فانوس مین شمع ؎

نزاکت اُس گل رعنا کی دیکھو انشا
نسیم صبح جو چھُو جائے رنگ ہو میلا

آدمی تو آدمی فرشتہ بھی دیکھے تو لوٹ جائے اُنکا شیرین تبسم اُن کی حیا دوھری چتون اُنکی مسیاختہ ادائین حاضرین کے دلون پر بجلیان گراتی تھین جاتریون کے ٹھٹ کے ٹھٹ سرمست و مدہوش کسی کو کسی کی خبر نہین۔ آنکھین کھلی ہین اور ٹکٹکی باندھے دیوی جی اور اُن کے سیوکون کو تک رہے ہین کچھ سدھ بدھ نہین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین۔ ایسی سمادھی اگر پروردگار کی طرف ایک لمحہ بھی

لگ جائے تو انسان رتبہ مین ملاء اعلی سے بھی گزرجائے - مگر یہ عیان اور وہ نہان - ایسا استغراق
ہو تو کیونکر ہو - البتہ جب صفائی قلب اُسکو عیان کرتی ہے تو جلال و جمال ربانی نظر آتا ہے
اُسوقت آدمی اُس سرور سرمدی کو پاتا ہے - اس عالم تجرد و بیخودی مین نہین معلوم ہم کتنی دیر کھڑے
رہے - جب پردہ گرا اور وہ نظر فریب شکلین نظر سے غائب ہوگئین تو اوسان ٹھکانے آئے -
اُسوقت ایک پوجاری ہمارا ہاتھ پکڑ کر کتھا کے کمرے مین لایا - اُس سے سنا کہ درشن کی اجازت
تو چند لمحون کے لیئے ہے پھر پوجاری پکارتا ہے کہ جاؤ درشن ہوچکے - مگر اُس کی سنے کون یہان
تو کان ہمہ تن چشم بن گئے ہین - اسلیئے جھٹ سے پردہ گرا دیا جاتا ہے تب لوگ ہوش مین آتے
اور وہان سے ٹلتے ہین - سچ ہے عیش و عشرت کی دُھن مین کوئی کسی کی نہین سنتا ہان جب
مصیبت کا پردہ گرتا ہے تو انسان پند و نصیحت کے قابل ہوتا ہے -

الغرض جب ہم کتھا کے کمرے مین پہونچے تو پنڈت دولت رام صاحب نہایت خوش بیانی
اور طلاقت لسانی سے دیوی جی کا مہاتم بیان فرمارہے تھے اُنکی تقریر لفظ بلفظ تو یاد نہین رہی
مگر اُسکا خلاصہ یہ تھا -

کنچنی دیوی کے بھگت ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہین کسی قسم کی تکلیف اُنکو نہین ہونے پاتی
سب مرادین پوری سب حاجتین روا اُنکو کسی ادب قاعدہ کی پابندی لازم نہین
کیونکہ اُنکے سب عیب لوگون کی نظر سے پوشیدہ رہتے بلکہ ہنر سمجھے جاتے ہین -

اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

آشنا نا آشنا بیگانے سب اُنکی تعظیم تکریم کرتے ہین - وہ ہمیشہ عیش و نشاط کے گرداب
مین غرق رہتے ہین - اسلیئے اُن کی طبیعت ایسی یکسو ہو جاتی ہے کہ دنیا و ما فیہا کی خبر تک
نہین رہتی کوئی مرے یا جیئے - جہان اُجڑے یا بسے - اُنکی بلا سے ؎

بلبل نے آشیانہ چمن سے اُٹھا لیا
اُسکی بلا سے بوم رہے یا ہُما رہے

یوگ شاستر مین اسی حالت کو سہج سمادھی کہاہے اور یہ صرف دیوی جی کے بھگتون کو نصیب ہوتی ہے۔ بس اُنکے دلون مین دیوی جی کے سوا نہ کسی کی محبت باقی رہتی ہے نہ کسی کے ساتھ ہمدردی کیونکہ ایسا کرین تو اُن کی سمادھی کھنڈت ہو جائے عیش و نشاط کے سوا اُنکی طبیعت دوسری طرف جاتی ہی نہین جسم دُبلا پتلا چہرہ زرد کم خوراک نفیس پوشاک۔ لطیف طبع۔ نازک مزاج یہی لوگ سمادھی کے ادھکاری ہوتے اور سہج سمادھی کے مزے اُڑاتے ہین۔ اکثر عالم جوانی ہی مین دیہ تیاگ کر پرم دھام کو چلے جاتے ہین ضعف پیری کی بے انتہا کلفتین اُنکو بھگتنی نہین پڑتین۔ مگر جو دیوی جی سے بکھ (برگشتہ) رہتے ہین اُنکی بُری گت ہوتی ہے مصیبتون کی بھرمار اور آفتون کی بوچھار سدا اُنپر رہتی ہے۔ دنیا اُنکو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ کوئی اُنکا آدر نہین کرتا۔ اے اُپاسک دیوی جی کی پوجا دل و جان سے کر تا کہ اُنکی نظر عنایت تمھارے حال پر رہے۔

یہ کہتا سنکر جب قیام گاہ پر واپس آیا تو رات بھر دیوی جی اور اُنکے سیوکون ہی کا دھیان بندھا رہا صبح کو سو کر اُٹھے تو ہمارے ساتھیون کی یہ رائے ہوئی کہ آج آنند کنڈ کی اشنان کرنی چاہیئے چنانچہ یہ ارادہ کر کے ہم سب چل پڑے۔ یہ کنڈ دیوی جی کے مندر کے پیچھے کچھ فاصلہ پہاڑون کے بیچ مین ہے پانی اُسکا نہایت صاف شفاف۔ تہ کی چیزین ایک ایک کر کے گن لو اور برفستان جو قریب تھا تو سرد ایسا کہ یخ کو مات کرتا تھا وہان پہونچکر ایک عجیب بات ہمنے دیکھی کہ ہزارون آدمی اُس کنڈ کے کنارے بیٹھے کانپ رہے ہین۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ پانی کے اندر ایک ہار جواہرات کا ہے نہایت بیش قیمت اور مرصع ہر شخص اُسکی جستجو مین غوطہ لگاتا اور حد درجہ

کی کوشش کرتا ہے مگر کسی کو دستیاب نہین ہوتا جب آدمی باہر نکلتا ہے تو سردی کے مارے بدن
کانپتا اور دانت سے دانت بجنے لگتا ہے - یہ سنکر مین نے جو تالاب کی طرف نگاہ کی تو
فی الحقیقت ہار اُس مین نظر آتا تھا - مین تیراکی اور غوطہ زنی مین بڑا مشاق تھا کیونکہ بچپن مین
اچھے اچھے اُستادون سے یہ فن سیکھا تھا - میرا جی بھی للچایا فوراً کپڑے اُتارا اور لنگر لنگوٹ باندھ
اور لوگون کی طرح پانی مین دھم سے کود پڑا اور سانس بند کرکے سیدھا تہ کو جا لگا - وہان دیر تک
اُس ہار کو تلاش کرتا رہا - تہ کا چپہ چپہ ٹٹول مارا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا آخرکار پانی سے سر اُبھارا اور دوچار
ہاتھ مار کر کنارہ جا پکڑا اور جس طرح سب کانپ رہے تھے مین بھی کانپنے لگا - جب دھوپ
کھا کر سردی چھوٹی اور بدن مین جان آئی تو مین نے پھر ڈبکی لگائی - لیکن خالی ہاتھ نکلا - تیسرا غوطہ
اور لگایا تو بھی ناکام رہا - غرض ہار جھک مار کر کپڑے پہن اپنا سا منھ لے ہمراہیون کے ساتھ ساتھ
واپس چلا آیا - مجکو دیوی جی اور اُنکے سیوکون کی نسبت تو تعجب تھا ہی اب یہ ماجرا اُسپر اور طرہ
ہوگیا - کچھ دیر تک سخت خلجان رہا - پھر کھانا کھایا اور آرام کیا - اتنے مین تیسرا پہر ہوگیا جی مین
آیا کہ چلو گیان دیو جی کے درشن کرین - یہ اُس نواح کے سادھوون مین بہت مشہور و معروف
ہین - ایک پہاڑ کی چوٹی پر اپنی چھوٹی سی کٹی مین رہتے ہین - یہان سے کنجنی دیوی کا مندر اور
آنند کنڈ دونون نیچے نظر آتے ہین اوپر صاف نکھرا آسمان ہے اور آفتاب عالمتاب کی تجلّی -
سادھوجی ہین تو عمر رسیدہ مگر پھر بھی قویٰ مضبوط اور جوانون سے اَنٹے معلوم ہوتے ہین - چہرہ سے نور
الٰہی کی برکت جھلکتی ہے - تنہائی پسند بہت ہین اسلئے اُنکے خلوت کدہ مین عوام کا گزر نہین ہونے پاتا بلکہ
خاص خاص طالب صادق ہی اُنکی صحبت مین باریاب ہوتے ہین مین جو پہونچا تو کٹی کے اندر دو زانو بیٹھے تھے
مین بھی پرنام کرکے بیٹھ گیا مزاج پرسی کے بعد آنیکی غرض دریافت کی مین نے عرض کیا جناب مین عجیب مخمصہ اور
خلجان مین مبتلا ہون امید ہے کہ آپ کے فیضان صحبت سے رفع ہوجائے پھر مین نے دیوی جی کے مندر کی زیارت

اور آنند کنڈ کی غواصی کا ماجرا من وعن سنایا تو وہ مسکرانے لگے اور کچھ باتین کرنے کے بعد ایک چھوٹی سی جیبی دوربین مجکو عنایت فرمائی اور کہا کہ ایکی مرتبہ دیوی جی کے درشنون کو جاؤ تو یہ دوربین لگا کر دیکھنا اور آنند کنڈ پر پہونچو تو اسی دوربین مین اوپر کی جانب نظر کرنا کل ہمارے پاس پھر آنا اور جو کیفیت دکھائی دے بیان کرنا۔ بس اب رخصت۔ مین پرنام کر کے اُلٹے قدم واپس ہوا۔

رات کو جو درشنون کے لئے گیا تو گیان دیو جی کے فرمانے کے مطابق عمل کیا اُس دوربین کے ذریعہ سے تو کچھ اور ہی کیفیت نظر آئی ؎

ہے شاید نور نار و نار نور
ورنہ دنیا کے ہے دار الغرور

اُس جگمگا جوت والی مورتی پر غور کیا تو نری مٹی کی۔ زرد رنگ مین رنگی ہوئی اور اُسپر جلا کی ہوئی ہے۔ جسکو ہیئے کے اندھون نے سونا سمجھ رکھا ہے۔ اُن پری جمال سیوکون پر جو نظر ڈالی تو ثابت ہوا کہ ان کی اصلیت بھی یہی مٹی ہے مگر اس مٹی کا خمیر اور رنگ و روغن دوسرے طور پر کیا گیا ہے جو مورتی کی ساخت سے بالکل جدا ہے۔ ان نازنینون کے اندر صناع کامل نے ایک کل لگا دی ہے جسکے ذریعہ سے وہ صاحب حس و حرکت اور ذی فہم و ادراک ہین۔ وہ کل بھی اُس دوربین کے ذریعہ سے نظر آتی تھی مگر ایسی باریک تھی کہ اُسکی ماہیت و حقیقت کا سمجھنا امر محال ہے۔ غرض ان مٹی کی مورتون پر تمام خلقت ایسی دیوانہ و شیدا ہو رہی تھی کہ کوئے بھانگ پڑی ہے۔ مجھے اُنکی غلط بینی پر سخت افسوس آتا تھا اور مین دل ہی دل مین کہتا تھا۔ کاش یہ دوربین سب کے پاس ہوتی! مین نے چاہا بھی کہ بعض آدمیون کو اصلی کیفیت دکھاؤن مگر وہ تھے عالم بیہوشی مین دکھاتا کسے۔ مین نے جو اُس مجمع پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک صاحب اور بھی ایسی ہی دوربین لگائے دیکھ رہے ہین مین سمجھ گیا کہ یہ گیان دیو جی کی عنایت کا صدقہ ہے

جو ہزارون مین کوئی ایک آدھ اصلی حالت کو معلوم کر پاتا ہے۔

دوسرے دن صبح کو مین آنند کند پر پہونچا اور دوربین لگا کر اوپر کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ پہاڑ جو لب تالاب کھڑا ہے اُسکی آڑ مین ایک اور بلند پہاڑ ہے۔ اُسکی چوٹی پر ایک درخت ہے اُس درخت کی ایک شاخ تالاب کے اوپر جھکی ہوئی ہے جس مین یہ نادر ہار لٹک رہا ہے یہ جو تالاب مین نظر آتا ہے اُس ہار کا عکس ہے۔ درخت اسقدر بلندی پر تھا کہ بغیر دوربین کی مدد کے خالی آنکھ سے ہار مطلق نظر نہ آتا تھا۔ اس مشاہدہ نے میرا تحیر بالکل رفع کر دیا ؎

ایک کنجن ایک کامنی دو رلیھ کھاٹی دوے		چلنا چلنا سب کہین پہونچے برلا کوے

دن ڈھلے مین گیان دیوجی کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُنکی مہربانی کا بہت بہت شکریہ ادا کر کے مین نے عرض کیا کہ آپ یہ دوربین مجکو عطا نہ فرماتے تو عمر بھر میرا اشک رفع نہوتا مہاراج نے فرمایا اسکو بحفاظت تمام اپنے پاس رکھو یہ تمکو ہر شے کی ماہیت سمجھنے مین مدد دیگی پھر کہنے لگے کہ یون تو ہر شخص آنند کا متلاشی رہتا ہے مگر غلطی نظر سے اُسکو وہان تلاش کرتا ہے جہان وہ قطعًا نہین ہے آنند دراصل روح مین ہے۔ اُسکا عکس پڑتا ہے من کے تالاب مین جو تن کے اندر یعنی اشیاے عالم مین نظر آتا ہے۔ انسان تمام عمر آنند کی جستجو مین غوطہ زنی کرتا اور تن کی طرف جاتا ہے کیسی کیسی آفتین جھیلتا ہے پھر بھی اُسکو نہین پاتا البتہ گیان کی دوربین لگا کر دیکھے تو پتہ لگے کہ دراصل آنند کہان ہے اور جب اُسکی اصلی جگہ معلوم ہو گئی تو پھر معقول طور پر سعی و کوشش کرنے سے مل بھی سکتا ہے ؎

ڈھونڈھتا ہے تو کدھر یار کو میرے لے ماہ
منزلش در دل ماہست لب بام نہین

غور کیجئے تو ہر ایک شے کی دو قیمتین ہوتی ہین ایک اصلی دوسری فرضی مثلاً ہزار روپیہ کا

نوٹ ہے۔ اُسکی اصلی قیمت تو وہی کاغذ کے پرزہ کی قیمت ہے کیونکہ کاغذ ہی نوٹ کی اصل ہے۔ مگر فرضی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے علیٰ ہذا ایک طلائی مورت یا حسین جسم کی اصلی قیمت اسقدر مٹی کی قیمت کے برابر ہے جو انکی ساخت مین صرف ہوئی ہے کیونکہ وہی مٹی انکی اصل ہے مگر سونے کی فرضی قیمت مٹی کی قیمت سے بدرجہا زیادہ ہے اور حسین جسم کی فرضی قیمت کا تو کچھ اندازہ ہی نہین ہوسکتا۔ گاہک کے دلی شوق اور میلان طبع پر موقوف ہے ؎

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز	ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ

ہان تو اس بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ طالب حق کو اشیا کی اصلی قیمت مدنظر رکھنی چاہیئے کیونکہ اُسکا مقصد ٹھہرا حصول حق یعنی اصل کل تو ضرور ہے کہ اصلی قیمت کی جانچ مین دھوکا نہ کھائے گو بظاہر معاملات دنیا مین فرضی قیمت سے کام لے۔ اکثر آدمی فرضی کو اصلی قیمت سمجھکر فریب مین آجاتے اور سخت خسارہ اُٹھاتے ہین۔

دو غلطیان نہایت عام ہین ایک یہ کہ سنتے کچھ اور سمجھتے ہین کچھ دوم یہ کہ ہے کہین اور تلاش کرتے ہین کہین۔ دیوی جی کا مندر پہلی غلطی کی مثال ہے اور آنند کند دوسری کی۔ اور یہ غلطیان اُسوقت تک باقی رہتی ہین جب تک کہ انسان نام اور روپ کے جال مین پھنس رہا ہے۔ البتہ جو اس جال سے نکل گیا تو پھر کام کرودھ لوبھ موہ سے اُسکا دل پاک ہوجاتا ہے اور روح سے محبت صادق کا چشمہ اُبلنے لگتا ہے تب انسان قابل عنایت ایزدی ہوتا ہے ؎

کامن ہرت بنڈ بہچانے	کنچن کو ہرتکا کرمانے
کرپا پاتر رگھنا یک سوئی	تلسی چھوٹ گئے بھرم دوئی

نوٹ۔ یہی مایا کا سروپ ہے

فصل ہفتم

مسئلہ جبر وقدر

ایک بار سوامی جی مہاراج کی خدمت مین مین نے عرض کیا کہ ایک شعر ہے ؎

چلا تھا کعبہ کی سمت کو مین تو میکدے مین ہوا گذار
کھلا یہ اسوقت راز مجکو کسی کے مین اختیار مین ہون

مضمون شعر سے ظاہر ہے کہ اسکا قائل جبری ہے مگر بعض کا مشرب اِسکے خلاف ہے وہ انسان کو اپنے افعال مین مختار سمجھتے ہین اور وہ قدری کہلاتے ہین۔ سو مہاراج اس جبر وقدر کے مسئلہ مین مجکو سخت تشویش ہے کسی طرف عقل قائم نہین ہوتی کیونکہ روزمرہ ایسی مثالین دیکھتے ہین کہ آدمی جو چاہتا ہے سو کر گذرتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھنے مین آتا ہے کہ انسان ایک کام کے لیئے جی جان سے کوشش کرتا ہے اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتا پھر بھی ناکام رہتا ہے۔ براہ مہربانی اس مسئلہ کی حقیقت سمجھا دیجئے تاکہ میرے دل کی دُبدہا مٹ جائے سوامی جی نے فرمایا واہ۔ یہ تو آپ نے سب سوالون کا نگڑدادا پوچھا جسکے جواب مین زبان سے کہتے کہتے اور کان سنتے سنتے تھک جائین اور لکھنے بیٹھو تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائین تاہم یہی کہتے ہین کہ ہنوز دہلی دور۔ سنو جی یہ مسئلہ ٹھیک ٹھیک تو اسوقت حل ہوتا ہے جبکہ انسان بہت کچھ روحانی ترقی حاصل کر چکتا ہے اور اون مقامات سے عبور کر جاتا ہے جو اس مسئلہ کے متعلق ہین کیونکہ حواس ظاہری سے ان مقامات کا علم ہو نہین سکتا۔ لیکن مین آپکو بالکل مایوس کرنا بھی نہین چاہتا اسلیئے مختصر طور پر چکائے متقدمین کی رائے بیان کرتا ہون جس سے اس مسئلہ کی نسبت کچھ اجمالی واقفیت آپکو ہو جائیگی اور وہ تحقیقات آئندہ مین مدد دیگی

مہا پرلے کا وقت ہے وشنوجی مہاراج شیش جی کو بستر بنائے سو رہے ہین اور
لچھمین جی اُنکے پاؤن دبا رہی ہین - اِسکے یہ معنی ہین کہ صرف ایک ذات واحد باقی ہے
کل عالم اُس مین فنا ہوگیا ہے - اور وہ قوت جو کل کائنات کو چلا رہی تھی مہاراج کی خدمت
مین حاضر ہے - لچھمین جی یعنی مایا جو سنسار کی موجد ہے اسوقت اپنے کارن مین لے
ہوگئی ہے - نہ زمین ہے نہ آسمان - نہ عالم ہے نہ مخلوقات - نہ دن ہے نہ رات - نہ چاند ہے
نہ سورج - نہ بہشت ہے نہ دوزخ - نہ عالم ہے نہ معلوم صرف ذات واحد موجود ہے
جو اپنے کل ظہور کو اپنے آپ مین محو کیے ہوئے ہے - اسوقت کی کیفیت کے ادراک سے
تخیل و تصور و قیاس و گمان عاجز ہے - ع - نہ وہان حواس پہونچین نہ خرد کو ہے رسائی
ویدون مین اس ذات کو نیتی نیتی (یہ نہین یہ نہین) الفاظ نفی سے تعبیر کیا ہے نہ الفاظ اثبات سے ؎

زلامگزر اگر اسرار بینی — تو از لا نقطہ و پرکار بینی

ہان اتنا ضرور سمجھ مین آتا ہے کہ آخرکار اس عالم کا کوئی ادھار یعنی سہارا ضرور ہے جہان سے
وہ مثل امواج دریا وقتاً فوقتاً ظہور مین آتا ہے پس وہی ایک ذات واحد ہے محیط کل
ازلی و ابدی - ہر قسم کے تعینات سے مبرا - اسی کو ویدانت مین پرم برہم اور تصوف مین
ذاتِ بحت کہا گیا ہے - جب ظہور کا وقت آتا ہے تو اس مین ایک مرکز قائم ہوتا ہے
جسکو سگن برہم کہتے ہین - کیونکہ وہ ست چت آنند کے گن یعنی صفات مین متجلی ہو کر اپنی قوت
ارادی سے تمام عالم کو پیدا کرتا ہے - اسی کو ایشر کہتے ہین جو کہ عالم کو پیدا کرنے کے
لحاظ سے برہما اور اسکو قائم رکھنے کے لحاظ سے وشنو اور اسکو فنا کرنے کے لحاظ سے
شیو کے نام سے پکارا جاتا ہے سگن برہم کے ظہور کے ساتھ ہی پرکرتی یعنی مادہ لطیف کا
ظہور ہوتا ہے - جو کچھ اس عالم مین ہونے والا ہے اُسکا نقشہ اول برہما تجویز کرتا ہے

پھر اُسکے منشاء کے مطابق اُسکی چیین شکتی کل عالم کو پیدا کرتی ہے اس طور سے کہ اول وہ پرکرتی کو تحریک دیکر سات طبقون مین منقسم کرتی ہے - پھر اُنمین انواع و اقسام کی مخلوق پیدا کرتی ہے - جو درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی طبقات ادنیٰ سے طبقات اعلیٰ کو عروج کرتی ہے - ایجاد عالم سے ایشر کا منشا یہ ہے کہ مین ایک ہون انیک ہوجاؤن یعنی مثل میرے تینون صفات مین کامل مخلوق اس عالم مین سے برآمد ہوکر سرو دیسردی سے فیض یاب ہو ٥

خود را بہ تکلف دگرے ساختہ ام	تا شاد کنم آن دگرے را کہ منم

چنانچہ ارادہ الٰہی کے موافق کل مخلوقات ترقی کرتی ہوئی اس سدرشن کے میلہ مین اپنے مرجع اصلی کی طرف چلی جارہی ہے ٥

از جہانِ زندہ اول آمدیم	باز از پستی سوئے بالا شدیم
جملہ اجزا در تحرک در سکون	ناطقان کانا الیہ راجعون

اس غرض سے کہ چیین شکتی مین تعین پیدا ہوجائے اُسکو جسم کے ساتھ وابستہ کردیا ہے چنانچہ روح وجسم کے اجتماع سے ایک انانیت یا خودی پیدا ہوتی ہے - اور یہ خودی روح کو قید جسمانی مین پھنسا کر اس عالم کا تماشا دکھاتی ہے - جب وہ اس تماشے سے سیر ہوجاتی ہے تو بذریعۂ ترک وتجرید اس قید سے رہائی حاصل کرتی ہے تب خودی دور ہوکر اُس مین انانیت اعلیٰ ظہور کرتی ہے جو کسی وقت انا الحق کا نعرہ مارتی ہے

از تفکر کشف کے شد آن انا	آن انا مکشوف شد بعد از فنا
آن انائے نے کہ عقلش فہم کرد	فہم آن موقوف شد بر مرگ فرد
گشتہ دریائے دوئی در عین فصل	شد ز سو و ربے سوئی در عین وصل
بلکہ وحدت گشتہ او را دو وصال	شد خطابِ او خطاب ذو الجلال

تاشود بردار شہرت اوسوار	بعد ازان گوید حقم منصور وار
مقبل اندر جستجو ماہر شود	تا چنین سر در جہان ظاہر شود

پس جسم کے ساتھ چپیدگی یعنی خودی دور ہوکر روح مین انانیت اعلی قائم ہونا ہی منشا ہے کارساز حقیقی کا خلقت انسان سے اسیلئے جو خودی دور کرتا ہے وہ اپنے خالق کے ارادہ کو پورا کرتا اور اپنی سرشت کا منشا انجام دیتا ہوا اوربقائے دوام حاصل کرکے سرور سرمدی کا حظ اُٹھاتا ہے اور جو شخص اسکے خلاف کرتا ہے وہ اپنے تئین عذاب الیم کا سزاوار بناتا ہے اور آخرکار اُسکو بھی وہی کرنا پڑتا ہے جو اُسکی سرشت کی علت غائی ہے ۵

لیک بعد از ہزاران رسوائی	انچہ دانا کند کند نادان

منشائے الٰہی کے مطابق کام کرنا دھرم کہلاتا ہے اور اُسکے خلاف ادھرم - دھرم کے وسیلہ سے انسان طبقات اعلی کی طرف عروج کرتا ہے اور ادھرم سے اسفل کی طرف نزول - پس دھرم و ادھرم کو بخوبی سمجھنا اور اُسپر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ روحانی ترقی و تنزل اسی پر موقوف ہے - اسکے بعد دو مسئلے کرم اور آواگون کے بھی جاننے چاہئیین کیونکہ اُنکے سمجھے بغیر انسان بہت غلطی کرتا اور مسئلۂ جبر و قدر کو ہرگز نہین سمجھ سکتا - مگر ان مسائل کے بیان سے پہلے یہ بات قابل غور ہے کہ تمام طبقات عالم لطیف ہون یا کثیف قوانین قدرت سے منضبط ہین - کوئی کارروائی خلاف ضابطہ نہین پائی جاتی - عالم مادی کی تحقیقات سے ظاہر ہے کہ اس عالم کثیف کا ہر ذرہ پابند ضوابط ہے اگر ہم کو کوئی امر خلاف ضابطہ معلوم ہو تو وہ ہماری لاعلمی ہے - اسیطرح طبقات اعلی مین بھی سمجھنا چاہیئے - دوم یہ کہ قوانین قدرت اٹل ہین کبھی تبدیل نہین ہوتے کیونکہ وہ اُس عقل کل سے نافذ ہوئے ہین جو تغیر و تبدل سے مبرا ہے - ان دو اصول کے سمجھ لینے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جسقدر انسان کو ان قوانین استمراری سے زیادہ واقفیت ہوگی اُسیقدر وہ اپنے آپ کو زیادہ

محفوظ کرسکیگا اور روحانی ترقی کرکے اپنی سرشت کا منشا انجام دینے مین کامیاب ہوگا۔

مسئلہ کرم

کرم کے معنی ہین فعل مگر برہم وِدیا یعنی علم الٰہیات کی اصطلاح مین اس لفظ سے علت و معلول کا سلسلہ مراد ہوتا ہے۔ یہ قانون قدرت کل واقعات عالم اور انسان کے ظاہری باطنی افعال کا حاوی ہے۔ یہ عالمگیر آئین ایسا محیط ہے کہ ایک ذرۂ عالم بھی اُسکے تصرف سے باہر نہین ہوسکتا۔ یہ قانون اُس عدل مطلق پر مبنی ہے جسکو سفارش یا خوشامد یا رشوت اپنی جگہ سے ہلا نہین سکتی۔ تمام عالم کی آفرینش اسی قانون کے مطابق ہوتی ہے اور انسان کے ظاہری و باطنی افعال کے نتائج اسی قانون کے بموجب عمل مین آتے ہین۔ یہان ہم اس قانون کا صرف وہ حصہ بیان کرینگے جو انسان سے متعلق ہے کیونکہ کل مضمون کرم تو ایسا وسیع ہے کہ اُسکی تشریح کو دفتر چاہیے۔

ہم اِس عالم مین حالات انسان کے اندر غایت درجہ کا اختلاف پاتے ہین ایک ذہین ہے تو دوسرا غبی۔ ایک امیر ہے تو دوسرا غریب۔ ایک خوش ہے تو دوسرا مغموم ایک نیک ہے تو دوسرا بد۔ ایک تندرست ہے تو دوسرا بیمار۔ ایک عالم ہے تو دوسرا جاہل وغیرہ وغیرہ اس اختلاف کی کوئی وجہ ہونی چاہیے کیونکہ معلول بلا علت ہو نہین سکتا اور وجوہات جو بیان کی جاتی ہین وہ بھی مختلف ہین۔ ایک فریق کہتا ہے کہ خدا کی مرضی جیسا چاہا ویسا کیا۔ وہ قادر مطلق ہے کسی قاعدہ ضابطہ کا پابند نہین لیکن اِسکی کچھ وجہ بیان نہین کی جاتی کہ ایک شخص کو وہ کیون اچھی حالت مین پیدا کرتا ہے اور دوسرے کو بلا وجہ کیون مصیبت مین ڈالتا ہے۔ یہ اُسکے انصاف اور اُسکی حق پسندی کے خلاف ہے دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ یہ اختلاف کسی قاعدہ پر مبنی نہین بلکہ اتفاقیہ ہے۔ مگر جب ہم کل عالم کو پابند ضوابط پاتے ہین تو یہ کس طرح مان لین کہ حالات انسان کسی قاعدہ و

ضابطہ پر مبنی نہین - اصل یہ ہے کہ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو	از مکافات عمل غافل مشو

جو کوئی جیسے اعمال کرتا ہے ویسے ہی نتیجے پاتا ہے نیک اعمال کا بدلہ نیک اور بد کا بد ہوتا ہے لیکن بعض اوقات ہم نیکون کو تکلیف مین اور بدون کو آسائش مین دیکھکر اس کلیہ کی نسبت شبہہ مین پڑجاتے ہین - اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری نظر دوربین نہین ہے جو بیج آج بویا جاتا ہے - وہ آج ہی نہین اوگتا - بلکہ مدتہائے مدید کے بعد جب اسکو آب وہوا موافق ملتی ہے پھوٹ نکلتا ہے اسیطرح نتیجہ اعمال موافقت حالات پر موقوف ہے حال کے اعمال نیک یا بد گذشتہ اعمال کے نتائج کو دور نہین کرسکتے - ہان اُنکا نتیجہ ضرور ملیگا - جب کہ حالات نتیجہ کے موزون وموافق اور مددگار ہونگے - خواہ اس زندگی مین ہون خواہ کسی آیندہ زندگی مین بہرحال اعمال کے نتیجون سے انسان کسی طرح بچ نہین سکتا -

کرم دو قسم کے ہوتے ہین ایک تو مانسک جو صرف من سے کئے جاتے ہین یعنی افعال قلوب دوسرے شاریرک جو شریر و من دونون سے کیے جاتے ہین شاریرک کرم کے دو جز ہوتے ہین ایک تو فعل جسمانی جو جسم کے کسی حصہ سے سرزد ہوا - دوم نیت یا ارادہ جسکی وجہ سے وہ فعل کیا گیا جسمانی فعل کی نیکی یا بدی اسپر موقوف ہے کہ اس سے کسی کو نفع یا نقصان پہونچے - نیت کی نیکی یا بدی اسپر موقوف ہے کہ اس مین دوسرون کی غرض ملحوظ تھی یا خودغرضی پس کل شاریرک کرم بلحاظ نیت وفعل چار قسم کے ہوتے ہین - اول وہ جن مین نیت وفعل دونون نیک ہین دوئم وہ جن مین نیت نیک ہے اور فعل بد - سوئم وہ جن مین نیت بد ہے اور فعل نیک - چہارم وہ جن مین نیت وفعل دونون بد ہین - اول قسم کے کرم اُن نیک دل انسانون سے ظہور مین آتے ہین جنکا علم وعمل بوجہ صفائی قلب بہت صحیح ہوتا ہے ایسے نیک نفس

لوگون سے نوع انسان کو بہت نفع پہونچتا ہے اور وہ اکثر اپنے ہم جنسون کی تہذیب و تعلیم اور بہبودی مین مصروف رہتے ہین - دوسری قسم کے کرم اُن انسانون سے سرزد ہوتے ہین جنکی نیت تو نیک ہے مگر بوجہ کم علمی فعل بد کے مرتکب ہوتے ہین مثلاً مذہبی تعصب سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو صدہا قسم کے آزار پہونچاتا ہے تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر ظلم و خونریزی اس جہالت کی وجہ سے عمل مین آئی ہے متعصب آدمی یہ سمجھتے ہین کہ دیگر مذاہب کے انسان کافر ہین لہذا واجب القتل ہین زیادہ جینے سے زیادہ گناہون کے مرتکب ہونگے پس قتل سے اُنکا بھی نفع ہے اور دینداروں کو بھی عبرت - لیکن جب کافر اُن کا مذہب اختیار کر لیتے ہین تو وہ اُنکے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنے لگتے ہین کیونکہ اُنسے خصومت تو تھی ہی نہین صرف اُن کی نفع رسانی مدنظر تھی - تیسری قسم کے کرم وہ لوگ کرتے ہین جو بظاہر تو دوسرون کو نفع پہونچاتے ہین مگر اپنی ذاتی غرض اُس مین پوشیدہ رکھتے ہین - اکثر دیندار بھی اور دنیا دار بھی خیر خیرات کے ذریعہ سے صدہا آدمیون کو فائدہ پہونچاتے ہین مگر دلی منشا اظہار دینداری اور حصول شہرت و نیکنامی کے سوا کچھ نہین ہوتا - چوتھی قسم کے کرم نہایت رذیل اور بدنہاد آدمیون سے سرزد ہوتے ہین جو محض اپنی اغراض نفسانی کے لئے لوگون کو مضرت و اذیت پہونچاتے ہین - ریاست و سلطنت کے لئے بیٹا باپ کو باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو ہلاک کرتا ہے - سجادہ نشینی کی طمع سے چیلے گرو کو مار ڈالتے ہین - دولت کی غرض سے ہزارون خونریزیان ہوتی ہین - الحاصل جو اشخاص بلا غرض اورون کو نفع پہونچاتے ہین وہ فرشتے ہین جو اپنی غرض کے لئے دوسرون کا بھلا کرتے ہین وہ انسان ہین جو اپنی غرض کے لئے دوسرون کو ضرر پہونچاتے ہین وہ بہائم ہین - جو بلا غرض دوسرون کو ضرر پہونچاتے ہین وہ شیطان ہین - تو اب انسان کو فرشتہ خو بننے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ شیطان ہونے کی چونکہ ہمکو علم کل نہین اسواسطے ہمارے افعال جسمانی

مین غلطی کا ہوجانا ممکن ہے لیکن نیت ہمارے اختیار مین ہے - اُسکو ہمیشہ نیک و پاک رکھنا چاہیئے - اگر نیت نیک ہوگی تو علم صحیح بوجہ صفائی قلب آخر کار ہمکو حاصل ہوجائیگا - نیت کی بدی قلب کو سیاہ کردیتی ہے پھر اُس مین علم صحیح کے قبول کرنے کی قابلیت ہی نہین رہتی -

انسان کی جسمانی حالت نتیجہ ہے اُسکے گذشتہ افعال جسمانی کا - اگر نیک تھی تو راحت ہے بد تھی تو تکلیف ہے یعنی اُسنے جسقدر دوسرون کو جسمانی دکھ یا سُکھ پہونچایا تھا اُسی قدر اُسکو جسمانی دُکھ یا سُکھ پہونچ رہا ہے مثلاً کسی نے خیرات کے ذریعہ سے بہت سے انسانون کو آرام پہونچایا ہے گو اُسکی نیت کیسی ہی ہو تو اُسکے بدلہ مین اُسکو بھی آرام پہونچتا ہے - قوانین قدرت جو انصاف پر مبنی ہین اُسکو اُسکے قرضہ یافتنی سے محروم نہین کرسکتے - نیت کا نتیجہ نیک طینتی یا بد طینتی ہوتا ہے پس انسان جو افعال بذریعہ قلب کرتا ہے اُسکا نتیجہ بذریعہ قلب اور جو بذریعہ جسم کرتا ہے اُسکا نتیجہ بذریعہ جسم پاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ ہم اس عالم مین عجیب کیفیت دیکھتے ہین - بہت سے خوش حال آدمی ہین جنکو طرح طرح کی آسایش جسمانی حاصل ہے مگر اُنکے دل حسد و بغض وغیرہ سے ایسے خراب ہورہے ہین کہ اُن کی زندگی تلخ ہے - برخلاف اُسکے بہتیرے ایسے ہین کہ جسمانی راحتون کی طرف سے تو بالکل ٹوٹے مین ہین مگر اُنکے دل پاک صاف ہین اور وہ اپنی کھال مین مست اور چھڑی مین مگن ہین -

انسان کے تمام افعال مین کچھ نہ کچھ تعلق خودی کا رہتا ہے اسلیئے اس کی سزا و جزا پانے کا بھی مستحق ہوتا ہے - کیونکہ خودی ہے تو خواہش بھی ضرور ہوگی اور خواہش ہی فعل کو نتیجہ سے وابستہ کرتی ہے - گویا خواہش ایک رسّی ہی کرم اور پھل کی باندھنے والی اسی واسطے بھگوت گیتا مین لکھا ہے کہ جس شخص کو کرم بندھن سے چھوٹنا منظور ہو وہ نشکام کرم کرے یعنی اپنے کل فرض بلا خواہش ذاتی ادا کرے - کیونکہ جب خواہش کی رسی ٹوٹ جاتی ہے تو کرم سے اُسکے نتیجے جدا ہوجاتے ہین

اور انسان کرم بندھن سے چھوٹ جاتا ہے۔ بعض صاحبون کا یہ خیال ہے کہ کرم کے تیاگ یعنی ترک سے انسان کرم بندھن سے چھٹ جاتا ہے مگر یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ اول تو کل کرم چھوٹ ہی نہین سکتے۔ دوم کرم مین جو خودی کا تعلق ہے اُس سے کرم بندھن ہوتا ہے نہ کہ محض کرم سے۔ اسلئے کرم بندھن کرم ہی سے چھوٹتا ہے نہ کرم کے تیاگ سے۔

اِس تقریر کو سنکر مین نے سوامی جی سے سوال کیا کہ جب فعل ہو چکا اور اُسکو ہوے ایک مدت گزر چکی اور وہ خواہش بھی جسکی وجہ سے فعل کیا گیا تھا دور ہو گئی تو وہ فعل اب یا آیندہ نتیجہ کیونکر پیدا کریگا جب اُسکا وجود ہی نرہا تو نتیجہ کیسا؟ اسپر سوامی جی نے فرمایا نہین نہین افعال معدوم نہین ہوتے بلکہ ہر شخص کے گرد ایک تیجس یعنی نور لطیف رہتا ہے جسکو بعضے مقناطیسی بھی کہتے ہین۔ نیک و بد خیالات و افعال سے اس تیجس کی رنگت مین ہر لحہ تبدیلیان ہوتی رہتی ہین۔ ستوگنی خیالات و افعال دھرم۔ ویراگ محبت۔ ہمدردی وغیرہ سے وہ سنہری روشن اور نہایت خوش رنگ ہو جاتا ہے رجوگنی خیالات و افعال مثلاً طمع۔ غصہ۔ حسد۔ بغض وغیرہ سے وہ سرخ ہو جاتا ہے۔ تموگنی خیالات و افعال جیسے شراب خواری۔ تکبر۔ تعصب۔ خوف وغیرہ سے وہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مختلف خیالات و خواہشات کی تیزی و ملائمت کے لحاظ سے صدہا قسم کے درمیانی رنگ اُس مین پیدا ہو جاتے ہین۔ یہ تیجس ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ایسے لطیف مادہ کا ہوتا ہے کہ حواس کثیف سے محسوس نہین ہوتا بلکہ حواس لطیف ہی اُسکو معلوم کر سکتے ہین جن کی چشم بصیرت کھل گئی ہے وہ انسان کو دیکھتے ہی پہچان لیتے ہین کہ اُسکے خیالات و افعال کیسے ہین۔ وہ روحانی ترقی یا تنزل کے کس درجہ مین ہے اور کونسا گن اس مین ترقی پر ہے بس انسان کے خیالات و افعال کا رجسٹر ہمیشہ اُسکے ساتھ رہتا ہے یہ ہی دھرم راے کا دفتر ہے۔ اسی کا نام نامۂ اعمال ہے۔ اسی کے مطابق افعال کے نتائج ہوتے ہین۔ ہان تو افعال کی مناسبت سے

جو رنگ تیجس مین موجود ہے وہ دور نہین ہوتا تاوقتیکہ افعال کے نتائج قوانین کرم کے مطابق نہ ال چکین جب انسان نے اپنے افعال کا نتیجہ یعنی دُکھ سُکھ بھگت لیا تو وہ رنگ بھی تیجس مین سے دور ہوجاتا ہے ۔پس انسان کیسا ہی بدحال و بداعمال ہو نتیجہ بھگتنے کے بعد وہ پاک ہوجاتا ہے اور نیک افعالی و روحانی ترقی کی قابلیت اُس مین آجاتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے آیندہ افعال سے اپنے تیجس کو خراب نہ کرے یہ تیجس انسان کی روحانی ترقی مین مددگار بھی ہوتا ہے اور سدراہ بھی کیونکہ جیسی جیسی رنگتین اچھی یا بُری اس تیجس مین بدلتی ہین ویسے ہی آدمی کے خیالات اور دل و دماغ و جسم وغیرہ تبدیل ہوجاتے ہین ۔یہ تیجس نہ صرف اپنے مالک ہی کی ترقی یا تنزل کا مددگار ہوتا ہے بلکہ اُسکے عزیز و اقارب پر اور اُسکے دوست و احباب پر بھی اپنا اثر ڈالتا ہے ۔پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے افعال و خیالات کی اصلاح پر متوجہ رہے اسی پر خود اُسکی اور نیز اُسکے خویش و اقارب کی اور اُسکے احباب و اصحاب کی ترقی منحصر ہے سادھو مہاتماؤن کے ست سنگ سے جو فیض و فائدہ انسان کو پہونچتا ہے وہ صرف اُنکے اُپدیش یا اُن کی تعلیم پر ہی محدود نہین بلکہ اُنکے ہمنشینون پر اُنکے پاک و خوش رنگ تیجس کی تاثیر ایسی پڑتی ہے کہ اُنکے دل بھی نیک و پاک ہوجاتے ہین ؎

همه از سیرت صافیش نصیحت شنوند	آنکه پاکیزه دل ست ار به نشیند خاموش

مار را از سحر ماهی می کنند	اندرین یم ماهیان پرفن اند
تا شوی چون ماهیان دریم روان	گر تو ماری شو قرین ماهیان
وز جوار طالبان طالب شوی	از ظلال غالبان غالب شوی
بهتر از صد ساله طاعت بے ریا	یک زمانے صحبتے با اولیا

لہذا ست سنگ کی عظمت ہر مذہب مین بیان کی گئی ہے ؎

پئے نیکان گرفت و مردم شد	سگ اصحاب کهف روزی چند

اور جس طرح صحبت نیک کا نتیجہ نیک ہوتا ہے اُسی طرح صحبت بد کا اثر بد ہوتا ہے ؂

ہر کہ با دونان نشیند ہمچو دونان دون شود	ہر کہ با اہلان نشیند عقل او افزون شود
اسپ را با خر بہ بندی مدتے یک جا بہم	رنگ شان ہمگون نگردد خوی شان ہمگون شود

پس آدمی کو چاہیئے کہ صحبت بد سے پرہیز کرے - اسکے یہ معنی نہین ہین کہ بدون سے محبت و ہمدردی نہ کرو - بیشک از راہ ترحم و غمخواری اس زبون حالت سے نکلنے مین اُنکی مدد کرو پند و نصائح کے ذریعہ سے اُنکو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو مگر جب تک وہ لپنے اطوار بد سے باز نہ آئین اُن کی صحبت سے کنارہ کشی ہی اولیٰ ہے - یہ خیال کہ ہم پاک ہین ناقصون کے قرب سے ہماری پاکیزگی مین خلل آجائے گا انسان کی روحانی ترقی مین بہت مانع ہوتا ہے اگر ہمارا بھائی یا بیٹا بدراہ ہو تو کیا ہم یہ کوشش نہین کرتے کہ وہ کسی طرح راہ پر آئے اور سنور جلائے - بس ایسا ہی برادرانہ برتاو ہر فرد بشر کے ساتھ ہونا چاہیئے ؂

بنی آدم اعضاے یک دیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار

ہمکو اپنی پاکیزگی اتنی بڑھانی چاہیئے کہ ہمارے پاک تجسس کا اثر اورون کے ناقص تجسس پر غالب رہے کیونکہ زبردست ہمیشہ کمزور کو دبا لیتا ہے - چنانچہ ناقص آدمی جب کسی سادھو مہاتما کی خدمت مین جاتے ہین تو اُنکے خیالات پر ایک عمدہ اثر پڑتا ہے - یہ قاعدہ ہے کہ جس شخص مین جو خیال زبردست ہوگا اُسکی تاثیر دوسرون کو بھی ضرور محسوس ہوگی مثلاً کسی سادھو کے پاس جانے سے دل مین بھگتی یا ویراگ معلوم ہو تو سمجھ لو کہ اُنھین اسی خیال کی زیادتی ہے - ہم کو لپنے خیالات اس درجہ نیک و پاک بنانے چاہیین کہ دوسرون کو ہمارے پاس آتے ہی نفع محسوس ہو اور اُنکے ناقص خیالات بدلجائین - بھوت پریت وغیرہ کسی شخص پر آتے ہون تو پاک روحانی شخصون

کے آتے ہی وہ بھاگ جاتے ہین - اسی طرح ناقص خیالات کے بھوت پاک دل آدمیون سے فیضان صحبت سے کافور ہوجاتے ہین - پس لوگون مین جو افعال و خیالات ناقص پائے جاتے ہین وہ اصل مین ہمارا ہی قصور ہے اگر ہمارے خیالات پاکیزگی مین کامل ہون تو ممکن نہین کہ ہمارے متعلقین و مقربین و اصحاب و احباب کے خیالات ناقص رہ سکین -

یہ جو افعال ظاہری ہین حقیقت مین یہ خیالات باطنی کے خول ہین - اس لئے اول خیالات کی اصلاح کرنی چاہئے - وہ ٹھیک ہوجائین تو افعال خود ٹھیک ہوجاتے ہین - چونکہ ہماری اور نیز ہمارے ہمجنسون کی روحانی ترقی محض ہمارے خیالات کی پاکیزگی و صفائی پر موقوف ہے اسلئے ہمکو چاہیے کہ خود غرضی کے خیالات کو دور کرکے دوسرون کی نفع رسانی مین مشغول رہین اور خیالات نیک کے ذریعہ سے اپنے آپ کو ایسا نیک و پاک بنائین کہ ہمارے بنی نوع بھی مثل ہمارے پاک دل بنجائین - کچھ شک نہین کہ ایک سچے سادھو سے تمام ملک کو نفع پہونچتا ہے کیونکہ اُسکے پاک و منور تیجس کا اثر ملک بھر مین پھیلتا ہے - تیجس کے اثر کی وسعت اُسکی پاکیزگی و صفائی پر موقوف ہے اگر وہ بالکل پاک صاف ہے تو وہ ایسا تیرتھ ہے جسکے پاس پہونچتے ہی انسانون کے دل نیک و پاک ہوجاتے ہین بلکہ خود تیرتھ بھی اُسکی برکت سے مقدس و مشرف بنجاتے ہین - مال و دولت کے ذریعہ سے ہم ابنائے جنس کو صرف جسمانی امداد پہونچا سکتے ہین نہ کہ روحانی اسلئے جو شخص بنی نوع کا سچا دوست و مددگار رہنا چاہے اُسکو اپنا تیجس پاک و منور بنانا چاہیے تاکہ روحانی مدد پہونچا سکے - کاملین کا تیجس ایسا خوش رنگ و منور ہوتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے اُسکا وصف سمجھ مین نہین آسکتا - دیوتاؤن کی تصویرین تو تم نے دیکھی ہونگی وہ جو سر کے گرد ایک نورانی حلقہ سا بنا رہتا ہے بس وہ تیجس ہی کا نشان ہے سر کے گرد کا تیجس دیگر اعضا کی نسبت زیادہ روشن ہوتا ہے اور جب چشم بصیرت کھلتی ہے تو پہلے یہ ہی حلقہ نظر آتا ہے ۔

نور او در زمین و یسیر و تحت و فوق	بر سر و بر گردنم مانند طوق

جب تک انسان کے دل مین مختلف خواہشین باقی رہتی ہین اُسوقت تک تجبس مین بھی مختلف رنگ رہتے ہین - مگر جہان خودی مٹی اور خواہشون سے دل پاک ہوا پھر تو یہ تجبس یک رنگ منور طلائی ہوجاتا ہے ۵

در درون خود بیفزا درد را	تا ببینی سبز و سرخ و زرد را
رنگہا بینی بجز این رنگہا	گوہران بینی بجاے سنگہا
شیشہ ہاے رنگ رنگ آن نور را	می نماید این چنین رنگین بما
چون نماند شیشہاے رنگ رنگ	نور بے رنگت کند آنگاہ دنگ

بال او سبھا بہو رنگ چنری یک رنگ ناہ سہاے
جو بن پاے یک رنگ چنری تبھی پیا سنگ جاے

اس موقع پر مین نے سوامی جی سے سوال کیا کہ اگر قانون کرم ایسا سخت ہے کہ انسان نتائج اعمال سے کسی طرح بچ ہی نہین سکتا اور سفارش یا منت وزاری اس قانون کو توڑ یا موڑ نہین سکتی تو معافی گناہ کے کچھ معنی نہ رہے - دعا بھی نکمی - توبہ بھی بیکار - حالانکہ دعا و توبہ کو ہر مذہب ذریعہ مغفرت سمجھتا ہے ذرا عنایت کرکے یہ مضمون مجکو سمجھا دیجئے - سوامی جی نے فرمایا

अवश्यमेव भोक्तव्यं कृतं कर्म शुभाशुभम् ॥

یہ کرم کانڈ کا مسئلہ ہے اسکے یہ معنی ہین کہ جو افعال نیک و بد انسان نے کئے ہین اُنکے نتائج ضرور بھوگنے ہونگے اُنسے کسی طرح بچ نہین سکتا - اور جو افعال نہین کئے اُنکے نتائج اسکو مل نہین سکتے - اور نتائج مین کمی بیشی بھی نہین ہوسکتی - پس یہ مسئلہ اسی طور پر قابل تسلیم و تسکین اور لائق عمل درآمد ہوسکتا ہے نہ کسی اور طرح پر کیونکہ انسان قانون ہی کے ذریعہ سے ترقی کرسکتا ہے - اور قانون

کی حمایت اور قانون کی پابندی سے بلاخوف وخطر زندگی بسر کرسکتا ہے جیسا کہ تعلیم یافتہ ملکون مین دیکھا جاتا ہے بخلاف اسکے غیر آئینی ملکون مین ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ دیکھئے کس وقت کیا پیش آجائے - پس جہان بذریعہ سفارش وغیرہ معافی کی امید ہے وہان ظلم کا بھی خوف ضرور ہے - اگر ایک کے ساتھ رعایت ہے تو دوسرے کے ساتھ کیون نہین - اگر یہ کہا جائے کہ حالات مخصوص مین سب کے ساتھ وہی رعایت ہے تو وہ قانون ہوگیا جس سے سب مستفید ہوسکتے ہین -

قوانین کرم مین توبہ کے ذریعے سے معافی گناہ اور اجابت دعا دونون کی گنجائش ہے مگر ایک خاص طور پر گناہ کے دو نتیجے ہوتے ہین - ایک تکلیف جسمانی یا قلبی دوسرے دل کی کدورت جو ترقی روحانی مین سد راہ ہوتی ہے - پس جو شخص سچے دل سے توبہ کرتا ہے وہ اپنی گناہگاری پر افسوس کرتا ہے اور آیندہ کے لیے نیک افعال کا ارادہ مصمم کرلیتا ہے یہی ارادہ اور آیندہ کی نیک افعال اُسکے دل کو کدورت سے پاک کرتی اور روحانی ترقی کے قابل بنا دیتی ہے چنانچہ اب جو تکلیفین اُسکو اپنے اعمال گذشتہ کے سبب سے پہونچتی ہین اُنکو بوجہ صفائی قلب نہایت صبر وخوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے بخلاف ناقص انسان کے جو تھوڑی تکلیف کو بہت مانتا اور رو او یلا مچاتا ہے ؎

کرم بھوگ بھوگے کٹے گیانی مورکھ دوے	گیانی کاٹے گیان سے مورکھ کاٹے روے

دیندار آدمی کو جب تکلیف پہونچتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ پچھلا قرضہ جو واجب الادا تھا وہ بتدریج ادا ہو رہا ہے بہتر ہے کہ مین اس سے جلد سبکدوش ہوجاؤن برخلاف اسکے دنیا پرست روتا چلاتا اور خدا کو الزام دیتا ہے کیونکہ اُسکے خیال مین یہ تکلیف بلاوجہ ہے - غرض تکلیف تو دونون کو برابر ہوتی ہے مگر برداشت کے لحاظ سے دونون مین بڑا فرق ہے - پس تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنا اور دل کی کدورت کا دور ہوجانا جو ترقی روحانی مین مانع تھی اسی کا نام معافی گناہ ہے جو بذریعہ

تو بہ عمل مین آتی ہے اور وہ کل نوع انسان کے واسطے ہے نہ کسی شخص یا فرقۂ خاص کے لئے۔
ایک اور طریقہ معافی گناہ کا ہے جو اعلےٰ درجہ کے روحانی اشخاص کے لیئے مخصوص ہے
وہ یہ ہے کہ نتایج افعال مین کمی بیشی تو ممکن نہین مگر ہان بدل ممکن ہے مثلاً ہم کو سو روپیہ کا قرضہ
ادا کرنا ہے تو چاہے ہم سو روپیہ نقد دین چاہے سو روپیہ کا نوٹ یا کوئی دوسری جنس دین
جو سو روپیہ کے برابر ہے۔ پرائشچت یعنی کفارہ کا یہی اصول ہے مگر جو قوانین کرم سے پورے
واقف ہین وہی اس سے مستفید ہوسکتے ہین تکلیف جو گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے اُسکے دو جسز
ہوتے ہین ایک مدت ایک شدت اگر اسکی مدت کم کرکے شدت بڑھا دی جائے تو قانون کرم
مین فرق نہین آتا کیونکہ مناسب بدل ہوجاتا ہے مثلاً دس درجہ کی تکلیف ہفتہ بھر کے لیئے
تھی اُسکے عوض مین ستر درجہ کی تکلیف ایک دن کے لئے کردی گئی تو نتیجہ وہی رہا۔
کرم لحاظ زمانہ تین قسم کے ہوتے ہین ایک سنچت دوسرے پراربدھ تیسرے آگامی۔
سنچت کرم افعال ماضی کا خزانہ ہے جو بوجہ نہ پیش آنے حالات مناسب کے جون کا تون
رکھا ہوا ہے ابھی تک ہم کو اسکا نتیجہ نہین ملا۔ اسی لئے اسکے رنگ ہمارے تجسم مین موجود
ہین۔ پراربدھ وہ حصہ سنچت کرم کا ہے جسکے نتیجے ہم کو اس زندگی مین ملین گے۔ آگامی وہ
افعال حال ہین جنکے نتیجے آیندہ بھگتنے ہونگے۔ خواہ اس جنم مین خواہ کسی آیندہ جنم مین جب
موقع ہو۔ جو شخص کرم بندھن سے چھوٹنا چاہتا ہے وہ اپنے پراربدھ کرم کو صبر و خوشی کے
ساتھ برداشت کرتا ہے اور فی الحال ایسے افعال ہی نہین کرتا جنکا نتیجہ آیندہ بھگتنا پڑے۔
یعنی کرم سے خودی کا تعلق علیحدہ کردیتا ہے۔ اب رہے سنچت اُسنے رہائی کیونکر ہو؟
صرف یہی ایک صورت ہے کہ انکے نتیجے بھوگنے کا موقع جو صدہا بلکہ ہزارہا زندگیون مین ملتا
سوان کی مدت کم اور تیزی زیادہ کرکے انسان ایک ہی جنم مین انکو ختم کرلیتا اور کرم بندھن سے

چھوٹ جاتا ہے۔ مگر ایسا کرنے کو ایک تو علم درکار ہے دوسرے قوت برداشت۔ کیونکہ معمولی انسان اسکو برداشت نہین کرسکتے۔ بڑا ہی قوی دل چاہیے جو ایسی تکلیف شدید مین مستقل رہ سکے اسی لئے جب تک انسان مین برداشت کی طاقت پیدا نہ ہوے محافظان علم باطن ملقین اسرار سے پرہیز کرتے ہین اور یہ پرہیز محض بنظر ترحم ہے نہ بوجہ بخل۔ کیونکہ وہ تو خود متمنی رہتے ہین کہ جو سرور دائمی انکو حاصل ہے اس سے اور لوگ بھی فیضیاب ہون۔ مگر قوانین قدرت جنکی بنا رحم پر ہے انکو روکتے ہین کہ جب تک خودی دور نہ ہوے اسوقت تک یہ پاک علم نہ دیا جائے۔ جیسے متحرک پانی مین کامل انعکاس کی قابلیت نہین ہوتی اسی طرح جب تک انسان کو اپنے اوپر پورا قابو اور ضبط نہین ہوتا تحمل اسرار نہین کرسکتا لہذا ع تربیت نا اہل را چون گردگان برگنبدست + دوسرے یہ کہ جہان صرف تصور ہی سے نتائج مطلوبہ پیدا ہوتے اور دعا و بددعا تیر بہدف ہوجاتی ہے وہان ضبط کا لحاظ اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ مبادا کسی کو نقصان پہونچ جائے پس عوام الناس کے واسطے توبہ اور خواص کے لئے کفارہ معافی گناہ کے ذریعے ہین۔

دعا مین بیشک تاثیر ہوتی ہے اور فی الواقع وہ ایک ذریعہ مغفرت کا ہے۔ تصور ایک بڑی قوت ہے جو اپنے زور کے مطابق نتیجے پیدا کرسکتی ہے لکھا ہے کہ انسان جو تصور کرتا ہے وہی ہوجاتا ہے پس تصور کامل کے ذریعہ سے جو نتیجے مطلوب ہون پیدا ہوسکتے ہین۔ انشرا اپنے تصور سے کل عالم کو پیدا کرتا ہے اور کاملین اس سے مقاصد مطلوب حاصل کرتے ہین دیندار آدمی جسکو قوت تصور کا علم نہین وہ اس قوت سے دعا کے طور پر کام لیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہماری دعا مقبول ہوئی حالانکہ انکا تصور جوش دینداری کی وجہ سے اتنا طاقتور ہوجاتا ہے کہ وہ نتیجہ مطلوب پیدا کرلیتا ہے۔ اصلیت کو کوئی سمجھے یا نہ سمجھے

مگر قوت اپنا اثر ہر حالت مین برابر کرتی ہے آگ پر جان کر ہاتھ رکھو یا بے جانے وہ برابر جلائیگی جسکو معمولی انسان دعا کہتے ہین عارف اسکو تصور بولتے ہین۔ بہت کم ایسے انسان ہین جن کی دعائین موثر ہوتی ہون کیونکہ دعا کا اسقدر زور آور ہونا کہ پوری موثر ہو مشکل ہے جنکو قوت تصور کا پورا علم ہے اور خودی کے مٹ جانے سے اُسپر قادر ہوگئے ہین وہ اپنے تصور سے جو نتیجے چاہین پیدا کر سکتے ہین۔ غرض دعا بھی ایک قسم کا تصور ہے جسکے نتیجے اُسکی قوت پر موقوف ہین۔ اگر دعا مین اسقدر زور ہے کہ وہ گوش گزار کاملین ہوسکے یا بارگاہ عزت تک پہونچ سکے تو وہ نہ صرف موثر ہوتی بلکہ مقبول ہوتی ہے لیکن دعا سے گزشتہ کرمون کے نتیجے دور نہین ہوتے نہ وہ قانون کرم مین مخل ہوتی ہے۔ عارف کا تصور کبھی خلاف قوانین قدرت نہین ہوتا۔ جاہل اکثر بوجہ لاعلمی ایسی دعا مانگ بیٹھتے ہین مگر وہ مقبول نہین ہوتی۔

انسان کو چاہیئے کہ کبھی سامان دنیوی کے واسطے دعا نہ مانگے۔ ارسطاطالیس کا قول ہے کہ۔ از وچیزے مخواہ کہ اورا زوال باشد۔ کیونکہ اس بارگاہ عالی سے ایک ناچیز فانی کی درخواست کرنا اپنے آپ کو حقیر بنانا اور ایک عمدہ پر تاثیر قوت کو برباد کرنا ہے۔ پس دعا مانگو تو روحانی ترقی اور اپنے ہمجنسون کی بہتری کی مانگو۔

دعا جو اکثر موثر و مقبول نہین ہوتی اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا دل جس مین بہت بڑی قوت ارادی ہے ہزارہا طرف منتشر ہونے سے کمزور ہوجاتا ہے اس حالت مین جو دعا کیجاتی ہے اُسکا اثر معلوم۔ جیسے بڑا دریا ہاتھی کو بہالے جاتا ہے لیکن اُسکو چھوٹی چھوٹی نہرون اور نالیون مین تقسیم کردیا جائے تو پھر وہ چوہے کو بھی نہین بہا سکتا۔ جب ترک تعلقات سے شانتی حاصل ہوجاتی ہے تو دعا نہ صرف موثر ہوتی بلکہ مقبول ہوتی ہے۔ اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ پہلے خودی کے غار تاریک سے نکلکر فقر و فنا کے میدان مین

آ سکے اُسوقت دعا کے لیئے ہاتھ اُٹھائے تو ع - اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید
کی تصدیق ہوجائے ؎

آن دعائے بیخودان خود دیگر ست	آن نہ گفتِ اوست گفتِ داورست

سائل کو جب تک اتنا قرب نہو کہ اپنا سوال گوش گزار کر سکے تب تک امید قبول محض فضول ہے اور سائل و مسئول کے درمیان خودی کے سوا کوئی حجاب حائل نہین ہے ع
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز + معمولی انسان جن نتائج کے سلیئے دست بدعا ہوتا ہے عارف اُن نتائج کو تصور حکمیہ سے پیدا کرسکتا ہے - کیونکہ یہان انا الحق کی وجہ سے قُم باذنی کا معاملہ ہے -

اس بیان سے واضح ہے کہ قانون کرم سخت نہین ہے بلکہ کمال رحم پر مبنی ہے اگر ہم بوجہ لاعلمی اس سے فائدہ حاصل نہ کرین تو یہ ہمارا ہی قصور ہے - قانون کرم کو سمجھ لینے اور اُسپر عمل کرنے سے انسان کو بہت نفع پہونچتا ہے اول تو اُسکے دل مین لاطائل بیم ورجا تفکر و تشویش نہین رہتی جان لیتا ہے کہ اپنی کرنی اپنی بھرنی کوئی تکلیف یا آرام جسکا وہ مستحق نہین کسی سے نہین پہونچ سکتا دوم مصیبت کے وقت گھبراتا نہین سمجھ لیتا ہے کہ یہ اُسی کے افعال کا نتیجہ ہے اسلیئے خوشی سے برداشت کرتا ہے اگر کسی سے تکلیف پہونچتی ہے تو اُس سے خصومت نہین کرتا جانتا ہے کہ یہ اپنے ہی کرم کا پھل ہے سوئم افعال بد سے پرہیز کرتا ہے کیونکہ اُسکے نتائج کی طرف خیال رہتا ہے چہارم حسد بغض وغیرہ سے اُسکا دل پاک ہوجاتا ہے جانتا ہے کہ جیسا جسنے کیا ہے ویسا بھوگتا ہے پس اپنی قسمت پر شاکر رہتا ہے اپنے کرم پر بھروسہ کرتا ہے صبر و استقلال سے اپنے کل فرائض منصبی ادا کرتا ہے اور ہمیشہ مطمئن و خوش رہتا ہے

اکثر صاحبون کا یہ خیال ہے کہ عمر کا اخیر حصہ یعنی زمانہ پیری نیک افعالی خداپرستی کے لیئے ہے اور عالم شباب عیش وعشرت کے لیئے مخصوص ہے بقول شاعر ؎

واعظا توبہ کی جلدی کیا ہے	یہ بھی کرلین گے جو فرصت ہوگی

یہ اُن کی محض خام خیالی ہے کیونکہ زمانہ پیری ایسا وقت ہوتا ہے کہ انسان کو دل ودماغ اور جسم پر پورا پورا قابو نہین رہتا اسلیئے وہ کسی مقصد کے لیئے پوری کوشش بھی نہین کرسکتا۔ خودی کی بیخ کنی کے لیئے بہت بڑی قوت ارادی درکار ہے جو صحت جسمانی و دماغی پر موقوف ہے اور یہ قوت عالم شباب ہی مین تروتازہ ہوتی ہے جہان جوانی ڈھلی یہ قوت بھی مرجھا چلی۔ جب یہ صورت ہے تو کیونکر امید ہوسکتی ہے کہ جوانی کا لگا ہوا مرض بڑھاپے مین دور ہوجائیگا۔ اِسکے سوا جس سرور کو انسان اپنی غلط فہمی سے عیش و عشرت مین تلاش کرتا ہے وہ درحقیقت نیک افعالی اور خداپرستی سے حاصل ہوتا ہے اسلیئے شروع ہی سے سیدھی راہ اختیار کیون نہ کرے علاوہ برین یہ اطمینان کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم زمانہ پیری تک پہونچ ہی جائینگے کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہین۔ اِس لیئے۔ کار امروز بفردا مگذار۔ پر عمل کرنا چاہیئے۔ جسکو ہر دم پنجۂ اجل مین گرفتار ہوجانیکا خوف ہو اُسکو عیش ونشاط کی مہلت کہان ؎

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے	بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے
ارب کھرب لو دربہ ہے اودے ست لوراج	جو سے تلسی مرن ہے تو سے کونے کاج

جیسے سانپ کا پکڑا مینڈک کیڑے کھانے کا ارادہ کرتا ہے اسی طرح ہم اجل گرفتہ لذات دنیوی کے خواہشمند ہین واہ رے انسان تیری بے پروائی کے قربان ؎

اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت مین زمانہ ہے	چھپر کھٹ کی جگہ لازم جنازہ کا بنانا ہے

جس شخص کو پھانسی کا حکم سنا دیا گیا ہو بھلا اُسکو چین کہان۔ ممکن نہین کہ کوئی شے اُسکو راحت دے سکے عدالت اعلی مین اپیل کرنے کے بعد ہر دم یہی کوشش رہتی ہے کہ کسی طرح یہ حکم منسوخ ہو جائے تو اطمینان ہو۔ غور کیجئے تو ہماری بھی یہی حالت ہونی چاہیے کہ سب سے پہلے اسی طلب مین کوشش کرین کہ موت کا فتوے جو ہمارے حق مین صادر ہو چکا ہے کسی طرح عدالت عالیہ سے منسوخ و مسترد ہو جائے۔ پھر تو سرور ابدی ہمارا ورثہ ہے ہمکو اس سے کون محروم کر سکتا ہے ۵

من نور ذات حقم اے صاحب بصیرت	در صورتم اگرچہ از خاک آفریدہ
گر ز صورت بگذرید اے دوستان	جنت است و گلستان در گلستان
جان بہ جانان دہ وگرنہ از تو بستاند اجل	خود تو منصف باش اے دل این نکو یا آن نکو

غزل

کیا کہین عالم مین ہم انسان یا حیوان تھے	خاک تھے کیا تھے غرض اک آن کے مہمان تھے
ایکدن اک استخوان پر جا پڑا میرا جو پاؤن	کیا کہین اُسوقت میرے دل مین کیا کیا دھیان تھے
پاؤن پڑتے ہی غرض اُس استخوان ذرّہ کی	اور کہا ظالم کبھی ہم بھی تو صاحب جان تھے
دست و بازو سر و گردن شکم پشت و کمر	دیکھنے کو آنکھ اور سننے کی خاطر کان تھے
ابرو و بینی جبین نقش و نگار و خال و خط	لعل و مروارید سے بہتر لب و دندان تھے
رات کے سونے کو کیا کیا نرم نازک تھے پلنگ	دن کے خاطر بیٹھنے کو تخت اور ایوان تھے
لگ رہا تھا دل کہین چنچل پری زادون کیساتھ	کچھ کسی سے عہد تھے اور کچھ کہین پیمان تھے
گلبدن اور گلعذارون سے کنار و بوس تھا	کچھ نکالی تھی ہوس کچھ اور بھی ارمان تھے
ہو رہے تھے چہچہے اور رچ رہے تھے قہقہے	ساقی و ساغر صراحی عطر پھول و پان تھے
ایک ہی جھٹکا اجل نے آنکر ایسا دیا	پھر نہ تو ہم تھے نہ وہ سب عیش کے سامان تھے

ایسی بیرحمی سے مت رکھ پاؤن ہمپر اے نظیر	اومیان ہم بھی کبھی تیری طرح انسان ستھے

مسئلہ پیر جنم یعنی تناسخ

اپنشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ انسان اپنی خواہشون کے مطابق بعد مُردن اُن مقامات مین پیدا ہوتا ہے جہان وہ خواہشین پوری ہوسکین۔ ترشنا یعنی خواہش انسان کو بار بار اس عالم مین لاتی ہے کیونکہ جب تک اس عالم کی اشیا کی خواہش اور اُنکے ساتھ دل لستگی باقی ہے تب تک ان خواہشون کے پورا کرنے کو یہان آنا ضروری ہے۔ خواہش ایک قلبی قوت ہے جو اپنی کشش سے انسان کو وہان لیجاتی ہے جہان اُسکے پورا ہونے کا سامان مہیا ہے۔ اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم یہان کیون رہتے ہو تو یقیناً وہ یہی جواب دیگا کہ یہان چند تعلقات اس قسم کے ہین جو دوسری جگہ جانے سے روکتے ہین۔ گو چند روز کے لیئے بضرورت کاروبار یا بغرض سیر و تفریح دوسری جگہ بھی جانے کا اتفاق ہوتا ہے مگر ان تعلقات کی وجہ سے پھر پھر کے پھر اپنے ٹھکانے پر آنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب تک اس عالم کے تعلقات دل مین موجود ہین اُس وقت تک انسان کو یہان آنے کی ضرورت ہوتی ہے جب کسی جگہ کے تعلقات چھوٹکر دوسری جگہ کے تعلقات پیدا ہو جاتے ہین تو آدمی مستقل طور پر وہین جا رہتا ہے پس ہمارے تعلقات جو اس عالم کے ساتھ ہین کسی طرح چھوٹ جائین اور دوسرے عالم کے تعلقات پیدا ہو جائین تو ہم کو یہان آنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ پیر جنم کی بہت قوی دلیل یہ ہے کہ ہم انسان کے حالات جسمانی دماغی و روحانی مین پیدائشی اختلاف پاتے ہین مثلاً ایک امیر ہے تو دوسرا غریب ہے ایک تندرست ہے تو دوسرا بیمار ہے ایک ذہین ہے تو دوسرا

غبی ہے - ایک نیک طینت ہے تو دوسرا بدطینت ہے وغیرہ وغیرہ - اس اختلاف کی وجہ سوا اسکے کہ گذشتہ جنم کے افعال کا نتیجہ ہو اور کیا ہو سکتی ہے - علاوہ اسکے جتنی وجوہات بیان کی جاتی ہین وہ صحیح طور پر اس مسئلہ کو حل نہین کر سکتین - سب سے قوی اعتراض اس مسئلہ پر یہ ہے کہ اگر یہ اختلاف گذشتہ جنم کا نتیجہ ہے تو ہمکو اُن افعال گذشتہ کی یاد کیون نہین رہتی - مجرم کو اُسکے جرم کی پاداش مین جو سزا دی جاتی ہے وہ اُسکی بہتری کی غرض سے ہوتی ہے یعنی آیندہ ایسے فعل سے پرہیز کرے لیکن جب نہ معلوم ہو کہ یہ کس جرم کی سزا ہے تو مجرم اُس سے کیا خاک فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور جب سزا کا فائدہ مفقود ہو گیا تو وہ سزا نہین بلکہ ناسزا ہے - بعض کا یہ اعتراض ہے کہ سوہن لال نے کچھ افعال کیے تھے جن کی سزا موہن لال پاتا ہے - یہ خوب انصاف ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی - ان اعتراضون کے دفع کرنے کے لئے ضرور ہے کہ کسی قدر ماہیت انسان اور عالم کی جو اُسکی جائے قیام ہے معلوم ہو ورنہ یہ مسئلہ صحیح طور پر حل نہ ہوگا -

ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ ایشر کی جیتن شکتی مادہ کو تحریک کر کے ہفت طبق مین منقسم کرتی ہے جنکے نام یہ ہین (۱) بھولوک (۲) بھورلوک (۳) سُرگ لوگ (۴) مہرلوک (۵) جن لوک (۶) تپ لوک (۷) ست لوگ - یہ ہفت طبقات عالم مختلف اقسام کے مادّون سے مرتب ہوئے ہین چنانچہ یہ عالم ناسوت کثیف ترین مادہ سے بنا ہے عالم ملکوت اُس سے لطیف مادہ کا ہے جبروت اُس سے بھی لطیف تر اسی طرح بتدریج ہر طبقۂ اعلیٰ کا مادہ لطیف تر ہوتا جاتا ہے اِس جیتن شکتی کا ظہور پہلے پہل مادہ مین بطور مختلف قوتون کے ہوتا ہے - یہ جو معدنیات و نباتات مین انواع و اقسام کی قوتین

نظر آتی ہین اسی چیت شکتی کا ظہور رہے - جب یہ شکتی حیوانات مین پہونچتی ہے تو اس مین چیتنا کا بھی ظہور رہوتا ہے - انسان مین چیتنا کے ساتھ آننذ کا بھی ظہور رہوتا ہے - مگر پورا ظہور اس شکتی کا کاملین مین ہوتا ہے جنکی معلومات - روحانی قوتین اور مادہ پر اختیار و قابو معمولی انسان کے ذہن مین بھی نہین آسکتے - یہ سچد انند الیشر کی سچد انند شکتی بتدریج انسان مین اپنا ظہور کرتی ہے اور یہی اُسکو مرجع اصلی کی طرف لے جاتی ہے اور آخر کار انا الحق کے مرتبہ پر پہونچاتی ہے -

اِن ہفت طبقات عالم کے مطابق روح انسان کے گرد سات غلاف یکے بعد دیگرے چڑھے ہوئے ہین جنکی وساطت سے وہ کل طبقات عالم مین جاسکتا اور انکا علم حاصل کرسکتا ہے - اگرچہ ان کل اجسام پر ہر انسان کو اختیار و قابو نہین ہے لیکن ترقی کرتے کرتے سب کو حاصل ہو جائیگا - جب کہ سب پردون پر قابو ہو جاتا ہے تو وہ یہین بیٹھے بیٹھے کل طبقات عالم کی سیر کرسکتا ہے ایک پردہ اُٹھا یا دوسرے مین جا داخل ہوا اس مین کچھ دیر نہین لگتی - سچا یوگ وہ علم باطنی ہے جسکی بدولت انسان کو پردہائے مختلف کا علم اور اُنپر اختیار و قابو حاصل ہوتا ہے - اس علم کے حصول کی صرف ایک شرط ہے کہ طالب خودی کو دور کردے تاکہ ضرر رسانی کا احتمال جاتا رہے - جب یہ شرط پوری ہو جاتی ہے تو محافظان علم باطن اُسکو اپنے علم سے فیضیاب کرنا شروع کرتے ہین -

معمولی انسان کی آمد شد منجملہ ہفت طبقات عالم کے صرف ادنیٰ درجہ کے تین طبقون مین محدود رہتی ہے باقی چار طبقے اُن انسانون کے واسطے مخصوص ہین جو خودی کو دور کرکے تناسخ سے آزادی حاصل کرچکے ہین اُن تین طبقون مین سب سے ادنیٰ طبقہ یہ بھولوک یعنی عالم ناسوت ہے جسکو سنسکرت مین کرم لوک بھی کہتے ہین کیونکہ

کل کرم انسان کے اسی عالم مین ہوتے ہین۔ باقی دو عالم اُسکے خاص کرمون کے نتائج کے واسطے ہین۔ وہان کوئی نیا کرم نہین ہوتا۔ ان دو عالمون مین جانے کی دوسری غرض یہ ہے کہ مدت تک کام کرنے سے جو ایک قسم کی تکان پیدا ہوتی ہے وہ ان عالمون مین آرام ملنے سے رفع ہو جاتی ہے۔ بیداری کے بعد خواب نوشین۔ مرنے کے بعد آسائش جنت اور ظہور کے بعد بطون یہ سب اسی اصول پر مبنی ہین۔ عمر بھر کام کرتے کرتے انسان کو راحت و سکون کی ضرورت ہوتی ہے جسکو موت مہیا کرتی ہے موت ہی کی عنایت سے بڑھاپے کی ملالت بچپن کی بشاشت سے تبدیل ہو جاتی ہے چنانچہ مذکورہ دو عالمون مین ستانے کے بعد انسان ترو تازہ ہو جاتا اور اس عالم ناسوت مین کام کرنے کو پھر آتا ہے۔ اگر انسان موت کی حکمت سے واقف ہو جائے تو ہرگز خوف نہ کھائے بلکہ جیسے رات کو سونے کی تیاری کرتا ہے اس سے بھی زیادہ خوشی کے ساتھ مرنے کی تیاریان کرے تیسری غرض ان دونون عالمون مین جانے کی یہ ہے کہ وہان گذشتہ جنم کے خیالات و افعال کے بموجب آیندہ جنم کے لیے جسمانی دماغی اور روحانی قوتین پیدا ہوتی ہین جس انسان کی توجہ اس عالم ناسوت مین ایک خاص مضمون کی طرف رہی تھی وہ عالمہائے مذکورہ مین اُسی مضمون پر متواتر متوجہ رہتا ہے اور اس مین ایسی رغبت و قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اُس خاص مضمون مین بہت ترقی کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے عالم ناسوت مین عمر بھر علم موسیقی کے لیے کوشش کی ہے تو اسکی کوششون کا نتیجہ عالم جبروت مین جانے کا یہ ہوگا کہ آیندہ جنم مین اُسکو پیدائشی رغبت و صلاحیت و قوت اُس علم کے حصول کی ہوگی۔ اسی لیئے وہ علم موسیقی مین بہت ترقی کر سکے گا کسی علم یا فن مین جو بعض اشخاص کو کمال حاصل ہوتا ہے اسکی وجہ یہی ہے۔

عالم ناسوت

انسان کا ہیولیٰ شریعنی جسم کثیف عالم ناسوت کے مادہ سے مرکب اور اسی عالم کے موزون ہوتا ہے۔ تمام افعال جسمانی اس جسم کے ذریعہ سے ہوتے ہین۔ ذرات اور عضا جنسے یہ جسم مرکب ہے کشش اتصال کی وجہ سے ایام زندگی مین باہم ملکر باتفاق کام کرتے اور جسم کو قائم رکھتے ہین۔ موت کے وقت یہ کشش زائل ہو جاتی ہے تو اجزاے جسم بھی منتشر ہو جاتے ہین۔ چونکہ جسم کثیف تمام افعال جسمانی کا آلہ ہے اس لیئے اسکو درست رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مگر بقدر ضرورت ہی توجہ چاہیئے نہ تو اسکی طرف سے بے پروائی ہو نہ تن پرستی کہ آدمی اسی کا ہو رہے۔ چونکہ وہ غذا سے پرورش پاتا ہے اسلیے غذا کی بھی احتیاط لازم ہے۔ شراب گوشت وغیرہ سے وہ ایسا بھدّا اور کثیف ہو جاتا ہے کہ اُسمین نیک افعالی اور خدا پرستی کی رغبت نہین رہتی بلکہ عیش وعشرت اور حسد وبغض وغیرہ کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ خواہشات کا اثر بھی جسم کی لطافت کثافت پر بہت ہوتا ہے اسلیئے بُری خواہشون سے پرہیز واجب ہے۔ علم مادی سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ سات برس کے عرصہ مین جسم کے تمام ذرات تبدیل ہو جاتے ہین۔ اور جیسی غذائین آدمی کھاتا یا جیسی خواہشین رکھتا ہے اُنکے مطابق نئے ذرات جسم مین داخل ہوتے جاتے ہین۔ پس انسان کو اس جسم کثیف کی درستی باہر سے بذریعۂ غذا نئے لطیف اور اندر سے بذریعۂ خواہشات پاک نہایت کوشش کے ساتھ کرنی چاہیئے۔ کثرت ہوس رانی سے بھی اس جسم کو سخت نقصان پہونچتا ہے اِس بارہ مین بھی احتیاط لازم ہے۔ غرض قواعد حفظ صحت پر پوری توجہ چاہیئے تاکہ جسمانی اور دماغی افعال صحیح وسالم رہین۔

عالم ملکوت

اس عالم کے مناسب اور اسی کے مادہ سے مرکب سوکشم شریر یعنی جسم لطیف
ہوتا ہے جس مین کل حواس کے مرکز ہوتے ہین۔ جسم کثیف مین تو صرف ظہور حواس کے
آلات ہین جیسے آنکھ ناک کان وغیرہ۔ اور تمام خواہشات ناسوتی کا ظہور بھی اسی جسم
لطیف سے ہوتا ہے جیسی جیسی خواہشین ناسوتی زندگی مین رہی ہین انھین کے مطابق
بعد مرگ عالم ملکوت مین انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ عالم سات درجون مین منقسم ہے جسکے ادنیٰ
درجے اس مادہ سے مرتب ہوئے ہین جو اس عالم مین کثیف تر ہے۔ اسلیئے ادنیٰ درجون
مین اُن لوگون کا قیام زیادہ ہوتا ہے جن کی خواہشین ناسوتی زندگی مین زبون و ناپاک تھین
اسلیئے وہ لوگ طرح طرح کے عذاب مین مبتلا رہتے ہین یہ ہی عوام الناس کا دوزخ ہے
جنکی خواہشین اس زندگی مین نفیس و لطیف تھین اُنکا قیام ملکوت کے اعلےٰ درجون مین زیادہ
ہوتا ہے اسی کو کتب مذہبی مین اعراف لکھا ہے یہان انسان طرح طرح کے آرام حاصل کرتا ہے
غرض ہر شخص جس طرح عالم ناسوت مین اپنے جسمانی افعال کے مطابق جسمانی راحت و اذیت
پاتا ہے اسی طرح عالم ملکوت مین اپنی خواہشون کے موافق عذاب یا ثواب کا مستحق
ہوتا ہے۔

اس جگہ یہ امر بیان کرنا ضروری ہے کہ عالم ملکوت اور اُسکے باشندون کا وجود ایسا
ہی صحیح ہے جیسا کہ اس دنیا اور اہل دنیا کا وجود ہے۔ یہان لفظ صحیح عرفی معنی مین استعمال
کیا گیا ہے کیونکہ اہل تصوف کے خیالات کے مطابق بجز ذات باری تعالیٰ اور کسی شئے کی ہستی
نہین۔ یہ سب مایا کا کھیل ہے۔ لیکن جسطرح ہم دنیوی اشیا کا وجود مثل میز کرسی مکان انسان
وغیرہ صحیح مانتے ہین اسی طرح عالم ملکوت و عالمہائے بالا اور اُنکے باشندون کا وجود ہے

جب اِنسان بحالت زندگی اِس عالم کی سیر کرتا ہے تو ایک عجیب نظارہ دیکھتا ہے وہان کی اشیا کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ مثل بلور شفاف ہوتی ہین جس شئے کو دیکھو ابتدا سے انتہا تک کل نظر آتی ہے۔ معمولی انسان کا جسم لطیف موجودہ زندگی مین بے ترتیب ہوتا ہے لیکن بعد مردن اُسکی خواہشات کے مطابق خوبصورت یا بدصورت شکل انسانی قبول کرلیتا ہے اور شخص متوفی کی شباہت بھی کسی قدر اُس مین پائی جاتی ہے جس سے پہچان مین آسکتا ہے شکل دیکھتے ہی اُسکی جملہ خواہشات نیک وبد معلوم ہوجاتی ہین۔ وہان اس عالم کی طرح اپنی خواہشات کو دوسرون سے چھپا نہین سکتا۔ جن شخصون کو اختیار حاصل ہے وہ اپنے جسم لطیف کے ذریعہ سے عالم ملکوت کی سیر اور اُس عالم کے باشندون سے ملاقات کرسکتے ہین۔ خاص خاص حالتون مین اُنکو نفع بھی پہونچا سکتے ہین۔ جسم لطیف کی خوبی اگرچہ خواہشات کی پاکیزگی پر موقوف ہے لیکن اجسام ناسوتی وجبروتی کا اثر بھی اُسپر پڑتا ہے۔ اسلیئے طرفین پر بھی توجہ ہونی چاہیئے۔ عالم ملکوت کو سنسکرت مین کام لوک کہتے ہین۔ کام کے معنی ہین خواہش چونکہ اِس طبقہ مین خواہشات کا زور ہوتا ہے اسلئے یہ نام رکھا گیا۔

یہان کے ساکنین کو عموماً عالم ناسوت سے کچھ واسطہ باقی نہین رہتا اور وہ اس عالم کے تعلقات مین قطعاً مخل نہین ہوسکتے مگر بعض صورتون مین جبکہ ان کی خواہشات نہایت زبردست ہوتی ہین تو وہ آپ جیسے زبردست خواہش والے شخصون پر عمل کرکے اُن کے اجسام کثیف کے ذریعہ سے اپنی خواہشین پوری کرتے ہین۔ انھین کو بھوت پریت کہتے ہین اور وہ اعمال سفلی کے ذریعہ سے اُتارے جاتے ہین۔ عالم ملکوت کے قیام کی مدت خواہش کی تیزی وطاقت پر موقوف ہے اہل ہند زمانہ قدیم مین چند قسم کے کرمون اور منترون کے ذریعہ سے شخص متوفی کو عالم ملکوت کے ادنےٰ درجون سے نجات دلاکر

اعلیٰ مدارج مین پہونچا دیتے تھے۔ اس طرح ان کی تکلیف رفع ہو جاتی تھی۔ سنسکرت مین بیٹے کو پُتر اسی وجہ سے کہتے ہین کہ وہ باپ کو نرک سے بچاتا ہے لیکن اب نہ وہ عالم رہے نہ وہ عامل صرف لکیر پیٹنا باقی رہگیا ہے۔

بعض آدمی جنکو اسقدر صفائی قلب حاصل نہین کہ بذریعۂ علم علوی عالم ملکوت کی سیر کر سکین وہ بذریعۂ اعمال سفلی اس عالم مین جانے کی کوشش کرتے ہین تو ان کو یہان کی عجیب صورتون اور نادر شکلون کے دیکھنے سے ایسا خوف طاری ہوتا ہے کہ یا تو وہ فوراً ہی مرجاتے ہین یا دماغ مین فتور آجاتا ہے۔ بعضے کچھ عرصے تک فاتر العقل رہتے ہین بعضے عمر بھر کے لیے دیوانے ہو جاتے ہین اس لیے سیر ملکوت کی کوشش سفلی وسائل سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ وہان کی سیر کا محفوظ ذریعہ تو علوی وسائل ہین جو صفائی قلب کے بغیر حاصل نہین ہوتے۔

عالم جبروت

جبروت کے موزون اور اسی کے مادہ سے مرکب انسان کا کارن شریر ہوتا ہے اور اسکو کارن شریر اسلیئے کہتے ہین کہ وہ دیگر دو اجسام کا کارن یعنی بنیاد ہے جس طرح مرنے کے بعد اس جسم کثیف کے اجزا منتشر ہو جاتے ہین اسی طرح جب انسان کارن شریر مین پہونچتا ہے تو سوکشم شریر یعنی جسم لطیف کے اجزا منتشر ہو جاتے ہین۔ جبروتی وجود کے ذریعہ سے انسان اپنے اعلےٰ خیالات کے مطابق جو تعلقات دنیوی سے بالاتر تھے عالم جبروت مین راحت و سرور پاتا ہے۔ مثلاً محبت صادق۔ دینداری۔ فلسفہ تحقیقات علوم و فنون وغیرہ جنکا ظہور ناسوتی زندگی مین رہا تھا انھین کے مطابق ہفت منازل جبروت مین راحت پاتا ہے۔ دیندار آدمی یہان معبود حقیقی کی عبادت

مین اپنے آپ کو مشغول پاتا اور عبادت سے سرور نامتناہی حاصل کرتا ہے۔ مان اپنے بچون کے ساتھ جنکی سچی محبت رکھتی تھی اپنے آپ کو محظوظ پاتی ہے جو لوگ علوم وفنون کے شائق تھے وہ اسکے مسائل حل کرنے مین مستغرق رہتے ہین غرض یہ عالم محض عالم سرور ہے وہان کسی قسم کی کلفت روح کو نہین پہونچتی۔ جملہ مصائب وتکالیف کی دسترس ادنے درجۂ ملکوت تک ختم ہو جاتی ہے۔ ہر شخص یہان اپنے خیالات مین مشغول رہتا اور حظ وسرور اٹھاتا ہے۔ اسی کو بہشت یا سرگ کہتے ہین۔ عالم جبروت کے ساکنین اپنے خیالات مین ایسے مستغرق رہتے ہین کہ انکو عالم ناسوت سے کچھ واسطہ نہین رہتا ہے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد	کسے را با کسے کارے نباشد

کارن شریر ایک مرکز نور ہوتا ہے خصوصاً اہل باطن کا نہایت ہی خوب قابل دید ہوتا ہے۔ اس جسم مین حواس مثل جسم لطیف جدا گانہ نہین ہوتے۔ صرف ایک ہی قوت حس ہوتی ہے جو کل حواس کا کام دیتی ہے۔ خیالات کا اظہار اس عالم مین الفاظ کے ذریعہ سے نہین ہوتا جیسا کہ ناسوت اور ملکوت مین ہوتا ہے۔ بلکہ یہان ایک خوش رنگ خوشنما خوشبو اور خوش الحان تصویر کے ذریعہ سے پورا پورا خیال ادا ہو جاتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ دیوتاؤن کی گفتگو رنگ روپ کے وسیلہ سے ہوتی ہے نہ کہ شبد سے چنانچہ ایک عارف کہتا ہے

اے خدا ابتہائے ما راآن مقام	کاندران بے حرف می روید کلام

اس عالم کی خوبصورتی۔ رنگون کا میل اور رنگا رنگ اشکال بیان مین نہین آسکتین مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہین جو شخص ایسے خوش قسمت ہین کہ حالت زندگی مین

بذریعۂ کارن شریر اس عالم مین جانے کی قدرت رکھتے ہین اُنکو ایک عجیب سرور لطیف اور نظارہ دلکش حاصل ہوتا ہے۔ انسان کو اس عالم کثیف کی اشیا اسی وقت تک دلاویز معلوم ہوتی ہین جب تک کہ اُسکو جبروت کا مشاہدہ میسر نہین ہوتا اگر ایک نظر بھی اُس عالم کے اشیا کا جمال دیکھ پائے تو اس عالم کثیف کی اشیا اُسکی نظر مین حقیر و خفیف ہوجائین چنانچہ پورا ویراگ اِنسان کو اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ جبروت کی سیر کا موقع پاتا ہے ۵۔

نہ چھٹکے کبھی پاس گلزار کے		جو دیکھے تجھے بلبل اے رشک گل

معمولی انسان جو دنیا کی چیزون پر فریفتہ رہتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ انکو عالم ہائے بالا کا علم و مشاہدہ حاصل نہین ہے وہ اپنے اگیان مین مگن رہتے ہین۔

انسان جس قدر خودی کو دور کرکے نیک و پاک خیالات کو دل مین جگہ دیتا ہے اُسی قدر اسکا کارن شریر منوّر ہوتا ہے اس لیئے خیالات پر پورا قابو حاصل کرنا چاہیئے تاکہ وہ ناقص خیالات دل مین نہ آنے پائین جو کارن شریر کی درستی مین خلل انداز ہوتے ہین اور چونکہ کارن شریر ایک مہا کلپ (دور ظہور) تک رہتا ہے اور اس عرصہ مین کرورون جنم انسان کے ہوتے ہین لہذا اسکی درستی پر کامل توجہ لازم ہے۔ اس کارن شریر کی اصلاح سے انسان ایسے اعلیٰ مقام مین پہونچ جاتا ہے کہ جہان رنج و تکلیف کا دغدغہ نہین محض سرور ہی سرور ہے اس حالت مین پہونچکر وہ منازل آئندہ کی تیاری کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

حالت بیداری کی خواہشین اور خیالات تم دیکھتے ہو کہ حالت خواب مین عود کرتی ہین پس اسی طور سے اس زندگی کی خواہشین اور خیالات بعد مردن کام لوک اور

سرگ مین عود کرتی ہین - اور کشان کشان اُن مقامات کی طرف لے جاتی ہین جہان پورا عود کرکے متواتر جاری رہ سکین - عالم ملکوت اور جبروت دونون کا مادہ اس قدر لطیف ہے کہ وہ خواہشات اور خیالات کے ساتھ تبدیل ہوجاتا اور انھین کے مطابق صورتین شکلین قبول کرلیتا ہے - پس عالم ملکوت کے اندر انسان اپنے آپ کو نیک یا بد کرمون و خواہشون کی مناسبت سے آرام یا تکلیف مین پاتا ہے مثلاً ایک قاتل جو ہمیشہ پولیس سے خائف تھا یہان ایک مہیب شکل کے پولیس انسپکٹر کو اپنا پیچھا کرتے ہوئے دیکھتا ہے - اور جو شخص اپنے خیالات نیک اور افعال حمیدہ کی وجہ سے دنیوی زندگی مین راحت و اطمینان کی حالت رکھتا تھا وہ عالم جبروت مین بھی اپنے تئین مطمئن اور شادان پاتا ہے مثلاً ایک دیندار آدمی خود ساختہ مندر یا مسجد مین اپنے آپ کو طاعت و عبادت مین مشغول و مسرور پاتا ہے -

اسپر بعض صاحب اعتراض کرینگے کہ یہ بات ہے تو بہشت و دوزخ کی کچھ اصل نہ رہی محض ایک خیالی چیز ٹھہری - بے شک یہ اعتراض اُن کا کسی قدر صحیح ہے مگر یہ تو غور کیجئے کہ اس عالم ناسوت ہی کی اصلیت کیا ہے - ایک ہے کہ بغض و حسد کی آگ مین جو خود بھڑکائی ہے جل رہا ہے - ایک ہے کہ جو حسّی لذتون کو موجب راحت تصور کرکے محظوظ ہوتا ہے - یہ بھی خواب و خیال سے زیادہ نہین - غرض جب تک ہم بچے ہین اُسوقت تک تمام طبقات عالم ایسے ہی سچے ہین جیسا کہ یہ عالم ناسوت ہے مگر جب ہم بالغ ہوجاتے ہین یعنی چشم بصیرت کھلتی ہے تو ذات باری کے سوا جو کچھ ہے سب مایا کا کھیل معلوم ہوتا ہے ؎

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے	ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن

مبارک رہے تجھکو واعظ بہشت		میان ہم تو طالب ہین دیدار کے

جب خیالات کی قوت ختم اور سرگ کے بھوگ پورے ہو چکتے ہین تو بذریعہ کارن شریر انسان کا پنرجنم ہوتا ہے اور منتظمان کرم ایسا ملک قوم خاندان والدین وغیرہ تجویز کرکے اُسکو پہونچا دیتے ہین جہان اعمال گذشتہ کے موافق جسمانی دماغی روحانی قوی کا ظہور ہو سکے اثنائے راہ ہین یعنی عالم ملکوت کے اندر گذشتہ جنم کی خواہشون کے مطابق اُسکا جسم لطیف تیار ہوتا ہے۔ پھر یہ دونون اجسام لطیف رحم مادر ہین داخل ہوتے ہین اور انھین کی مناسبت سے جسم کثیف بنتا ہے۔ گویا انسان ایک گھڑی ہے جسکی کوک عالم ناسوت مین دیجاتی ہے اور پرزے اُسکے تینون عالمون مین گھومتے ہین جب کوک ختم ہو لیتی ہے تو نئی کوک کے لیے پھر ناسوت مین واپس آتا ہے۔

اس پنرجنم کے مضمون سے آپ کو واضح ہوگا کہ کارن شریر انسان کا وہی رہتا ہے یعنی انسان دراصل وہی رہتا ہے صرف بیرونی دو غلاف بدل جاتے ہین۔ پس جو کرم موہن لال نے کیے تھے اب وہی موہن لال بشکل سوہن لال اُن کی سزا وجزا پاتا ہے۔ صرف نام اور روپ بدلتا ہے شخص وہی رہتا ہے۔ اس کارن شریر مین جنم ہائے گذشتہ کے آثار تیجس کے ذریعہ سے موجود رہتے ہین مگر ہمکو اُس پردہ سے واقفیت نہین اسلئے اُسکے حالات منکشف نہین ہوتے۔ اگر باختیار خود اس پردہ مین جا سکین تو سب بھید کھلجائے۔ یاد کا انحصار عموماً دماغ پر ہے اور دماغ دوسرے جنم مین تبدیل ہوجاتا ہے اسی واسطے گذشتہ جنم کی یاد آیندہ جنم مین نہین رہتی۔ یہ قاعدہ غایت درجہ کے رحم پر مبنی ہے۔ کیونکہ معمولی انسان کو جنم ہائے سابقہ کی یاد رہے تو وہ اپنے افعال قبیحہ کی ندامت کے مارے آیندہ ترقی واصلاح سے محروم رہجائے چنانچہ خاص اس زندگی

کے افعال بد کی یاد بھی دل مین اضطراب پیدا کرکے یکسوئی مین خلل ڈالتی ہے اور یہ بات روحانی ترقی کی مانع ہے جب ایک جنم مین افعال گذشتہ کی یاد کا یہ نتیجہ ہے تو پچھلی جنمون کی یاد بہت ہی مضر ہوتی ۔ پس یہ عین رحم ہے کہ افعال کی یاد نہین رہتی اور اُنکے نتائج ملجاتے ہین ۔ انسان خود اپنے حالات جسمانی دماغی اور روحانی سے مجملاً نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اُسکے افعال گذشتہ نیک تھے یا بد کچھ ضرورت نہین کہ اُن کی تفصیل سے بھی واقف ہو ۔ البتہ جب آدمی کو ترک خودی کے ذریعہ سے پورا ضبط اور کامل اطمینان حاصل ہوجاتا ہے تو وہ کارن شریر مین پہونچکر گذشتہ جنمون کے حالات سے واقف ہوتا ہے اور اپنے افعال بد کا دفعیہ کرتا اور آیندہ اُن سے بچتا ہے ۔ اب مسئلہ جبر و قدر کو سمجھنا چاہیئے ؂

یہی نقشہ ہے یہی شکل ہے سامان ہے یہی
یہ جو صورت ہے تری صورت جانان ہے یہی

تمام مذاہب کے اصلی حقائق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنے جوہر ذات سے پیدا کرکے اپنی کل صفات کا مظہر بنایا ہے ۔ پس اسی اصول کے اندر کل رموز مسئلہ جبر و قدر کے مخفی ہین ۔ جب ہم صفات باری مین غور و تامل کرتے ہین تو سب سے اعلےٰ صفت قوت ارادی کو پاتے ہین جو کل کائنات کے ظہور و قیام کا سبب ہے یہی صفت ہے جو نظام عالم کو قائم رکھتی اور اُسکو ترتیب مناسب کے ساتھ ایسے قوانین کے زیر حکم چلاتی ہے جن مین کبھی سر مو فرق نہین پڑتا ۔ اچھا تو انسان جو مظہر صفات الٰہی ہے چاہیئے کہ قوت ارادی کا بھی مظہر ہو لیکن بظاہر اُسکی حالت برعکس نظر آتی ہے ۔ وہ ہر ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتا اور ذرا ذرا بات مین اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے بلکہ ہر دم ایسے حادثات کا

نشانہ بنا رہتا ہے جن پر اسکا کچھ بس نہین چلتا۔ آخر اُسکا کوئی سبب معقول اور وجہ مناسب
ہونی چاہیئے جو نمونہ ذات خداوندی سے بنے ہین انسان کی سدّ راہ ہے اور اُسکی قوت
ارادی کا نقش نہین جمنے دیتی۔ یہ تو مسلّم ہے کہ قوانین قدرت جن پر بقا و قیام عالم کا دارومدار
ہے سراسر عدل ہین کیونکہ وہ عادل مطلق سے صادر ہوئے ہین۔ چونکہ انسان اپنی نادانی
سے ان قوانین کا ادب و لحاظ نہین کرتا بلکہ ان کی حدود کو توڑ پھوڑ کر باہر نکلجاتا اور اپنے
من مانے کو تاک کرتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ اُسکے ارادے اور اُسکے مقاصد ناقص
و ناتمام رہتے ہین اس معاملہ مین نہ کوئی اس کا مخالف ہے نہ خارج بلکہ خود اسی کی نازیبا
کرتوت اور اسی کی بے احتیاطی اُسکے ارادون پر پانی پھیر دیتی ہے اسلئے وہ اپنے
آپ کو ناچار و مجبور پاتا اور صدہا قسم کی تکلیفات کا مرکز بنجاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے
از ماست کہ بر ماست۔

علاوہ برین یہ بھی ظاہر ہے کہ انسان ایک معجون مرکب ہے صفات بہیمی اور ملکی سے
ع از ملائک حصہ داری وز بہائم نیز ہم + یعنی اس مین وحشی جانورون کے سے خصائل
بھی موجود ہین اور مقدس فرشتون کے سے خواص بھی۔ مگر جب صفات بہیمی غالب
آجاتے ہین اور وہ حیوانی اور نفسانی خواہشون مین مبتلا ہوجاتا ہے تو اُسکی قوت ارادی
مدھم اور کند ہوجاتی ہے اسلیے وہ دنیوی خواہشات کے سلسلہ مین جکڑا ہوا ایک جنم سے
دوسرے جنم مین گھومتا رہتا ہے اور خود اپنے اعمال و افعال سے طرح طرح کے قیود
مین پھنسکر واویلا کیا کرتا ہے۔ اگر انسان صفات ملکی کو اپنا ہادی بناکر اُن قیود کو توڑ ڈالے جو
اُسنے خود اپنے اوپر عاید کئے ہین اور نتائج بھگتنے کے بعد ایسے افعال سے محترز رہے جو کہ
اسیری و بندش کا سبب ہون تو وہی آزادی جو اُسکی ذات مین ہے اسکو حاصل ہوجاے۔ وہ موجود

تو ہے مگر خواہشات نفسانی کے ابر مین پوشیدہ ہو رہی ہے یہ ابر تاریک پھٹا اور اوسکا سورج چمکا ع بگذر از حد بہائم کز ملائک بگذری۔

انانیت حقیقی ایک فلاسفر کی اور ایک جاہل گنوار کی سفے الحقیقت ایک ہی اصلیت رکھتی ہے لیکن اسکا ظہور اس عالم مین جیسے پردون مین ہوتا ہے اسی نام سے وہ موسوم کیجاتی ہے جسطرح باجے کی آواز تارون وغیرہ کے سامان پر موقوف ہے اسی طرح انانیت حقیقی جس قسم کی انانیت شخصی سے ملبوس ہوتی ہے ویسا ہی ظہور کرتی ہے اور یہ انانیت شخصی خود اپنے ہی افعال ماضی کا نتیجہ ہے کسی دوسرے کی طرف سے نہین اور آدمی اپنی ہی کوشش سے اُسکو دور کر سکتا ہے۔ پس ریشم کے کیڑے کا سا حال سمجھو کہ اپنے لعاب سے ریشم بناتا اور اُسکے خول مین آپ قید ہو جاتا ہے جب یہ قید گران گزرتی ہے تو کوئے کو کاٹ کر باہر نکل جاتا ہے۔ پس قید و رہائی دونون کا مرکز خود کیڑا ہے نہ کوئی اُسکو پھنساتا ہے نہ کوئی چھوڑاتا ہے۔ انانیت حقیقی اس عالم مین لباس خودی پہنکر اپنے آپ کو برن و آشرم وغیرہ کی قیدون مین مقید کر لیتی ہے پھر علم اور بچار اور ست سنگ کے ذریعہ سے خواب غفلت کو دور کر کے اپنی ہی کوشش سے نجات پاتی ہے۔ غرض کہ اس محدود زندگانی کا راز جسمین انسان ہر قدم پر جبر و قدر کو محسوس کرتا ہے بجز مسئلہ کرم و تناسخ کے اور کسی صورت سے منکشف نہین ہو سکتا۔ انانیت حقیقی پر جو حجابات خودی یکے بعد دیگرے انسان کے افعال ماضیہ کے نتائج سے عائد ہوئے ہین وہ حجابات جسقدر خودی کی بیخ کنی سے دور ہوتے جاتے ہین اُسی قدر انانیت حقیقی اور قوت ارادی انسان مین جلوہ گر ہوتی جاتی ہے۔ حتے کہ وہ تمام قیود مکان و زمان کو جن مین سفے الحال اپنے آپکو محدود و مقید پاتا ہے اپنے گیان و کوشش سے توڑ تاڑ کر صاف نکل جاتا اور آزاد محض و

قادر مطلق ہو جاتا ہے

لباس دوئی جو اوتارے ہوئے ہین
وہ لفظ انا الحق پکارے ہوئے ہین
مٹا درمیان سے خودی کا جو پردا
ہم اُنکے ہوئے وے ہمارے ہوئے ہین

روایت ہے کہ اتر کاشی مین ایک رشی رہتے تھے - یہ مقام کوہ ہمالہ پر گنگوتری کے قریب ٹیڑھی کے راج مین گنگا جی کے کنارے پر واقع ہے اور نہایت پُر فضا مقام ہے مثل کاشی کے متبرک سمجھا جاتا ہے - آب و ہوا بھی بہت خوب ہے - اس لئے ہمیشہ سے رشی منیون کا جائے قیام رہا ہے - قرب و جوار مین چارون طرف جنگل ہے - ایک جانب گنگا کا سرد و شفاف پانی پتھرون پر نغمات ملائم کرتا ہوا بہتا ہے مین نے سادھوؤن کی زبانی سُنا ہے کہ پانی کا ذائقہ اُتر کاشی سے بڑھکر دوسری جگہ نہین ہے یہان کا گنگا جل نہایت شیرین ہاضم مقوی اور مفرح ہے - اس مقام مین جابجا سادھوؤن کی کُٹین صاف ستھری بنی ہوئی تھین - اکثر برہم چاری تحصیل علم کی غرض سے بود و باش رکھتے تھے - چونکہ رشی جی مہاراج علم و فضل مین فائق اور طاعت و عبادت مین راسخ تھے اسلئے سب سے معزز و ممتاز سمجھے جاتے اور سب خاص و عام اُنکی تعظیم و تکریم کرتے تھے - مہاراج کی استری دیبی سروپ شاستر پڑھی ہوئی تھین شب و روز شوہر کی خدمت گزاری اور بچون کی تعلیم و پرورش مین مصروف رہتی تھین ان کے دو بچے تھے لڑکا سات برس کا لڑکی تین برس کی - چند طالب علم بھی مہاراج کی کُٹی کے پاس رہتے اور اُن سے تحصیل علم کیا کرتے تھے سنسکرت تو اُس وقت کی

زبان ہی تھی اس واسطے شاستر کے پڑھنے پڑھانے مین کچھ دشواری نہ تھی - یہ کٹی
عین لبِ دریا پر واقع ہوئی تھی جسکا صحن بطور خوش نما چبوترہ دریا کے کنارہ تک تھا
اس چبوترہ پر ایک سرسبز سایہ دار درخت تھا اسکی چھاؤن مین مہاراج سندھیا
پوجن کیا کرتے - صبح کے چار بجے ضروریات اور اشنان سے فارغ ہو کر پوجن
مین بیٹھ جاتے - سورج کے نکلتے نکلتے پوجن پاٹ سے نچنت ہو کر شاگردون کی درس و
تدریس شروع کر دیتے پہر دن چڑھے طلبہ کو رخصت فرما کر بقدر سد رمق کھانا تناول
کرتے اور ذراسی استراحت کے بعد شاستر کے بچار مین مشغول ہو جاتے - دن ڈھلے
کے بعد سادھو - سنیاسی - برہم چاری - جاتری - جمع ہو جاتے اور اپنی اپنی مشکلات حل
کرتے اس جلسہ سے بھی فراغت پاتے تو مہاراج شاگردون کو ساتھ لیکر سیر و تفریح کے لئے
جنگل چلے جاتے - راہ مین جو بوٹیان نظر آتین اُنکے صفات و خواص اُنکو بتاتے اور اکثر
اوقات شاگردون سے ارشاد فرماتے کہ نباتات کے خواص خوب جی لگا کر سیکھنے چاہیین
کیونکہ یہ مضمون جیسا کہ دلچسپ ہے ویسا ہی پُرمنفعت بھی ہے اسکے سیکھنے مین جتنی کوشش کروگے
اُسیقدر نباتات سے فائدے حاصل کروگے اور اُنکے نقصانات سے بچوگے - نباتات
ہی سے انسان کی زندگی قائم رہتی ہے کیونکہ اسکی غذا عموماً نباتات ہی سے پیدا ہوتی ہے
بعض پھولون کی خوشبو کیسی فرحت افزا ہوتی ہے کہ دماغ تر و تازہ ہو جاتا ہے - سبزہ تو ہمیشہ دلکو
تفریح اور بصارت کو تیزی بخشتا ہے - بعض نباتات زہر کا اثر رکھتی ہین جن کے کھانے سے
انسان ہلاک ہو جاتا ہے بلکہ بعض تو ایسی زہر قاتل ہین کہ اُن کی بو ہی آدمی کو مار ڈالتی ہے
برخلاف اسکے بعضے نباتات ممد حیات ہین جو انسان کی زندگی کو بڑھاتی اور طاقت و
توانائی پیدا کرتی ہین - نباتات کی تاثیر جسم ہی پر محدود نہین ہے بلکہ انسان کے قلب

پر بھی پڑتی ہے چنانچہ بعض کے کھانے سے ستوگن پیدا ہوتا ہے۔ بعض سے رجوگن بعض سے
تموگن اس لئے مضر و ممنوع غذا سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے۔ نباتات کے مختلف آثار و خواص
ہماری توجہ کو اُس قدرت کاملہ کی طرف رجوع کرتے ہین جس نے ایسے عجیب و غریب خواص
گھاس پات کو عطا فرمائے ہین ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یہ بھی یاد رکھو کہ جمادات و نباتات مین کمال قدرت بطور خواص و آثار کے ظاہر ہوتا ہے
حیوانات مین بطور حس و حرکت کے۔ انسان مین بطور فہم و ادراک کے اور کاملین مین بطور
مشاہدہ و مکاشفہ کے ظہور کرتا ہے۔ الغرض اسی قسم کی عالمانہ بات چیت کرتے
ہوئے قبل غروب آفتاب اپنے استھان پر واپس آپہونچتے اور اشنان کرکے پوجن مین
بیٹھ جاتے کچھ رات گئے تک بھجن مین مشغول رہتے۔ صبح شام ہوم کی وجہ سے سارا جنگل
معطر ہوجاتا تھا۔ ہوا کے جھوکون مین مشک تاتار کی سی مہک آتی تھی۔ ریاست
ٹیڑھی کے راجہ قدیم الایام سے دھرماتما ہوتے چلے آئے ہین اور فقرا کی خدمت و
خبرگیری کو ہمیشہ اپنا فرض سمجھا کئے ہین چنانچہ سادھوؤن اور بدیارتھیون کے لیئے راج
کی طرف سے اناج اور کپڑا مقرر تھا۔ اُس وقت مین جو راجہ گدی نشین تھے وہ بذات خود
مہاراج کے درشنون کو کبھی کبھی حاضر ہوتے اور اُن کے اُپدیش سے فیض و فائدہ
حاصل کرتے تھے۔ محبت کی وجہ سے جنگل کے جانور بھی ایسے مانوس ہوگئے تھے کہ بے کھٹکے
کٹیون کے پاس چلے آتے تھے۔ مہاراج کے بچون کی عادت ہوگئی تھی کہ قریب شام چبوترہ
پر اناج ڈالدیتے۔ ہرن۔ ہرنیان۔ پاڑھے۔ چکارے وغیرہ دانہ چُگا کرتے۔ یہ بچے اُن کے

چھوٹے چھوٹے بچون کے ساتھ کھیلتے اُنکو گود مین اُٹھائے اُٹھائے پھرتے ہرنیان پیاری
پیاری نظرون سے دیکھتین گویا اس کھیل سے خوش ہین۔ ان چرندون کا بچا کھچا دانہ
دُنکا جو چبوترہ پر پڑا رہجاتا تھا اُسکے چگنے کو صبحدم پرندون کا جمگھٹ آموجود ہوتا تھا
طرح طرح کے خوش رنگ طوطے مینا اور بہت سی پرستانی چڑیان جنکے پر نہایت ہی چمکدار چکنے
اور رنگ برنگ کے ہوتے ہین دانہ چگنے آجاتی تھین چھوٹے بچے کبھی کبھی کسی طوطے کو جا پکڑتے
اور اُسکو اپنے ہاتھون مین لیئے پھرتے جب وہ اس قید سے گھبراتا تو ٹین ٹین کرکے غل مچاتا
بچے مارے خوف کے جھٹ چھوڑ کر الگ ہوجاتے۔ غرض یہ بچون کے صبح وشام
کے کھیل اور دل لگیان تھین۔ مہاراج کے ہان دو گائین بھی پلی ہوئی تھین قد کی چھوٹی
بدن سڈول۔ چہرہ مہرہ کی خوبصورت گویا تصویر کی حالت۔ مزاج کی سیدھی سادی نہایت
غریب کوئی چھوئے تو کان نہ ہلائین۔ ان کی ٹہل خدمت شاگردون کے سپرد تھی یہ لوگ
روزمرہ خوب مل دل کر اُنھین نہلاتے اور ایسی صاف ستھری چکنی چپڑی رکھتے کہ دیکھنے والے
اچنبھا کرتے۔ اُن کی تھانون کی صفائی بھی ایسے سلیقہ سے کرتے تھے کہ مجال نہ تھی
جو تنکا پڑا پایا جائے یا تری نمی بو باس کا اثر معلوم ہو۔ گائین دن بھر تپوبن مین چرتی
پھرا کرتین شام کو گھر آتین تو رشی جی اور اُن کی بیوی چمکار کر اُن کے منھ پر ہاتھ پھیرتے
اور بڑی محبت سے پیار کرتے۔ معمول تھا کہ روز صبح شام اُنکو دیکھ لیا کرتے تھے وہان بچے
بچھڑون کے ساتھ کھیلا کرتے کبھی جی چاہتا تو طالب علمون کی مدد سے گایون کی
پیٹھ پر جا سوار ہوتے وہ چپ چاپ کھڑی رہتین گویا بچون کی اس حرکت کو پسند کرتی ہین
یہ گائین دودھار بھی خوب تھین۔ دودھ میٹھا کھانے کے کام آتا اور گھی ہوم مین خرچ
ہوتا تھا۔ اُس زمانہ مین سفر بڑا کٹھن تھا۔ اس لیے گنتی کے آدمی جاترا کو جایا کرتے تھے

آج کل سا حال نہ تھا کہ غول کے غول چلے جاتے ہین - خاصکر گنگوتری کی جاترا کو تو وہی لوگ جایا کرتے تھے جو بڑے دھرماتما اور پکے دیندار ہوتے تھے - اُن کی غرض جاترا سے محض یا داِلٰہی ہوتی تھی اور فقرا کی زیارت نہ کہ سیر سپاٹا - اس لیئے وہ لوگ برہم چرج اور نیم دھرم سے رہتے تھے - اور سادھو لوگ بھی اُن کو اپنے اپدیش سے فیض پہونچانے مین کوتاہی نکرتے تھے اب تو جاتریون کا ایک انبوہ کثیر ہوتا ہے تو چل مین چل ہر قسم کا آدمی ان مین شریک ہو جاتا ہے اس لیئے سچے سادھو کنارہ کش ہو گئے ہین اُنکے درشن بھی نصیب نہین ہوتے -

ایکبار ایک ساہوکار اپنی بیوی اور خدمتگارون سمیت گنگوتری کی جاترا کرنے کو اتر کاشی مین وارد ہوا - چند روز آرام و قیام کرنے کے بعد ایک دن سہ پہر کیوقت رشی جی کی خدمت مین حاضر ہوا اُس وقت بہت سے سادھو بھی شریک جلسہ تھے مہاراج نے حسب معمول مسافر نوازی کی راہ سے مزاج پرسی کی حال احوال پوچھا - اُس نے کیفیت واقعی عرض کی اور کہا کہ مین اپنی بھوجی کو ساتھ لیکر گنگوتری کیدار ناتھ اور بدری ناتھ کی جاترا کو آیا ہون لیکن اصل مقصد جاترا کا آپ جیسے مہاتماؤن کے درشن ہین جن سے ہمارے پاپ کٹتے اور پن زیادہ ہوتے ہین - اسی قسم کی گفتگو کرتے کرتے سیٹھ جی نے بہت منت سے کہا مہاراج مین آپ کی زبان مبارک سے پراربدھا اور پرشارتھ یعنی تقدیر و تدبیر کی نسبت کچھ تفصیل سننا چاہتا ہون کیونکہ اس باب مین مجکو بہت سے شکوک ہین اگر آپ مہربانی فرماکر یہ مضمون سمجھا دین اور میری تسلی ہو جائے تو مین سمجھونگا کہ میری جاترا مقبول اور میرا سفر سپھل ہوا -

مہاراج نے فرمایا ستو صاحب پرکرتی کے تین گن ہین - ستوگن - رجوگن - تموگن - یعنی پرکرتی کا ظہور ان تین حالتون مین ہوتا ہے - پرلے کے وقت یہ تینون گن حالت اعتدال مین ہوتے ہین جسکا نتیجہ سکون ہوتا ہے - پھر جب پیدایش عالم کا وقت آتا ہے تب ایشور کی

چیتن شکتی کے ذریعہ سے اِن گنون مین تحریک شروع ہوتی ہے اور مادے کے ذرے حالت سکون سے نکلکر قوانین قدرت کے مطابق ایک دوسرے سے ملنے لگتے ہین اور ان ذرون کے میل جول سے عالم اور عالم کی تمام اشیا صورت پکڑتی ہین۔ رفتہ رفتہ موالید ثلاثہ یعنی جمادات نباتات حیوانات کا اور حیوانات مین انسان کا ظہور ہوتا ہے مگر ان تین گنون مین سے ایک گن ہمیشہ غالب رہتا ہے اور باقی دو مغلوب جسوقت کسی شے مین کوئی گن غالب ہوتا ہے اسوقت وہ شے اسی گن سے نامزد کیجاتی ہے مثلاً جس مین ستوگن کی زیادتی ہے اسکو ستوگنی اور جس مین رجوگن کی اسکو رجوگنی اور جس مین تموگن کی اسکو تموگنی کہتے ہین غرض اِس عالم کی کوئی شے ان تین گنون سے خالی نہین۔ البتہ ایشور کی چیتن شکتی یعنی روح جو غیر مادی ہے ان گنون سے مبرا و منزہ ہے۔ روح کے گن ست چت اور آنند ہین اور ان کا ظہور اور ان کی تکمیل پرکرتی کے گنون کے وسیلہ سے ہوتی ہے۔ آفرینش عالم کا منشا یہی ہے کہ روح مین جو گن مضمر و مخفی ہین وہ پرکرتی کے گنون کے ذریعہ سے ظہور مین آئین اور بتدریج نشو و نما پاکر مکمل ہو جائین۔ روح مین جب تک تعین نہین آتا اسوقت تک اسکے تینون گن مخفی و مستور رہتے ہین۔ پس تعین پیدا کرنے کی غرض سے روح کو اجسام کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے۔ لہذا پرکرتی کے تینون گن روح پر اجسام کے ذریعہ سے ایک خاص اثر پیدا کرکے اسکے ذاتی گنون کو بتدریج ظہور مین لاتے اور انکو درجۂ کمال تک پہونچاتے ہین۔ ستوگن کا خاصہ روشنی ہے لہذا اس سے گیان و سرور پیدا ہوتا ہے رجوگن کا خاصہ حرکت ہے لہذا اس سے تعلق و خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تموگن کا خاصہ تاریکی ہے لہذا اس سے جہل و مدہوشی پیدا ہوتی ہے۔ ستوگن سے روح مین علم سرور شانتی ویراگ دھرم محبت استقلال پیدا ہوتے ہین۔ رجوگن سے شہوت

غصہ طمع ۔بغض ۔حسد ۔خود غرضی ۔تلون مزاجی پیدا ہوتے ہین ۔تموگن سے جہل ۔خودی ۔تکبر
کاہلی ۔بیہوشی ۔ناپاکی اور خوف پیدا ہوتے ہین ۔ستوگن کا نتیجہ گیان ہوتا ہے ۔رجوگن کا رنج
تموگن کا اگیان ۔ستوگن کا رنگ سنہری متصور ہوتا ہے ۔رجوگن کا سرخ ۔تموگن کا سیاہ ۔غرض جو گُن
انسان مین کم وبیش ہوتا ہے اسی کی مطابقت سے اجسام اور تجسس تبدیل ہوتے جاتے ہین پس
انسان کے کرمون کا رجسٹر ہمیشہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور جو شخص گنون کا علم رکھتا ہے
اسکو پڑھ سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ کس انسان مین کس گن کی زیادتی
ہے ۔

انسان اول تموگن سے شروع کرتا ہے یعنی اول جہل وخودی غالب ہوتی ہے
اور وہ مثل جانورون کے زندگی بسر کرتا ہے اور اس کی خواہشون کی غایت صرف یہ
ہوتی ہے کہ جسمانی ضرورتین رفع ہو جائین ۔چونکہ تموگن سے روح مین ست کا ظہور ہوتا ہے
لہذا انسان سمجھتا ہے کہ مین بھی ایک جداگانہ شے ہون جیسے کہ اس عالم مین اور اشیا ہین
اس طور سے بہت سے جنمون مین جب کہ اسکی خودی پختہ ہوجاتی ہے تو وہ جہل ومصیبت
سے عاجز آکر کاہلی کو ترک کرتا اور اپنے احوال کی درستی مین مصروف ہوتا ہے یعنی تموگن کو
چھوڑکر رجوگن مین داخل ہوجاتا ہے ۔چونکہ رجوگن سے روح مین چیت کا ظہور ہوتا ہے پس انسان
اپنی کوشش سے علوم وفنون ظاہری مین ترقی کرکے لذات حسی وذہنی کا حظ اٹھاتا ہے
آخرکار ان لذات سے سیر ہوکر اُنسے بھی دل برداشتہ ہوجاتا ہے اور آہستہ آہستہ
ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی رجوگن کو چھوڑکر ستوگن مین داخل ہوتا ہے
چونکہ ستوگن سے روح مین آنند کا ظہور ہوتا ہے لہذا انسان ہوا وہوس سے دل کو
پاک کرکے شانتی حاصل کرتا ہے ۔تموگن سے انسان مین خودی کثیف پختہ

ہوتی ہے جسکو لذات حسی مین راحت ملتی ہے رجوگن سے یہ کثیف خودی لطیف ہونا
شروع ہوتی ہے تب بجائے لذات حسی کے مذاق ذہنی مین راحت معلوم ہوتی ہے ستوگن
سے یہ لطیف خودی لطیف تر ہوجاتی ہے اور ظاہر سے ہٹ کر باطن مین سرور پاتی ہے
اِسیطرح بتدریج انانیت حقیقی کی طرف چلتی جاتی ہے تموگن حیوان کا خاصہ ہے رجوگن انسان کا
اور ستوگن ملائک کا۔

بھگوت گیتا مین ہدایت ہے کہ طالب حق کو شروع مین یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ رجوگن و
تموگن مغلوب ہون اور ستوگن غالب ہو کیونکہ ستوگن کی زیادتی سے سچا علم اور شانتی
حاصل ہوگی جس سے مقصد زندگی سمجھیگا اور بذریعۂ عمل اُس کے حصول کی طرف متوجہ ہوگا۔
ستوگن کی زیادتی اِس طور پر ہوتی ہے کہ انسان اپنے دلکو رجوگنی اور تموگنی چیزون سے
ہٹاکر ستوگنی چیزون مین لگائے مثلاً لطیف غذا۔ نیک صحبت۔ دینیات کا مطالعہ۔حسن اعمال۔
طاعت وعبادت وغیرہ۔ جب ستوگن کی ترقی ہوتی ہے تو انسان کے اجسام سے رجوگن
اور تموگن کا اخراج ہوتا ہے۔ خیالات وخواہشات کی وجہ سے ہر لحہ انسان کے گُنون مین
کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جب کل اجسام خالص ستوگن کے بنجاتے ہین تو اُن مین روح کا ظہور
کامل طور پر ہوتا ہے جیسے چمنی کی صفائی سے لیمپ کی روشنی صاف نظر آنے لگتی ہے
روح مین کسی طرح کی کدورت نہین ہے بس کدورت ہے تو اُن پردون مین ہے جن کی وجہ سے
روح کا ظہور ناکمل ہوتا ہے پس روح کے ظہور کامل کے لیے صرف پردون کی صفائی
درکار ہے جو ستوگنی خیالات وخواہشات وافعال سے حاصل ہوتی ہے برخلاف اسکے
رجوگنی اور تموگنی خیالات وخواہشات وافعال سے اُن پردون مین کدورت
آجاتی ہے۔

سبھاؤ یعنی گنون کی مجموعی کیفیت انسان کو مرنے کے بعد وہان لے جاتی ہے
جہان اُسکے گنون کے موزون حالات میسر ہون تاکہ ترقی کا سلسلہ برابر جاری رہے
جب انسان ستوگن کی زیادتی مین مرتا ہے تو روحانی شخصون کے گھر پیدا ہوتا ہے۔جب
رجوگن کی زیادتی مین مرتا ہے تو معمولی دنیاداروں کے گھر پیدا ہوتا ہے اور تموگن کی
زیادتی مین مرتا ہے تو جاہلون کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ارجن نے جب مہاراج سری
کرشن جی سے سوال کیا کہ جو شخص یوگ کا سادھن کرتے ہوئے قبل از تکمیل مرجاتا ہے تو اُسکی کیا حالت
ہوتی ہے اُسوقت مہاراج نے فرمایا کہ وہ دھرماتما والدین کے گھر پیدا ہوتا ہے اور جو سادھن
اُسنے گذشتہ جنم مین کیا تھا اُسکو جلد ختم کرکے آگے ترقی کرتا ہے اے ارجن نیکوکار کبھی
غارت نہین ہوتا۔

پرار بدھ کے معنی ہین شروع کیا گیا پس سنچت کرم کا وہ حصہ جس کو لیکر یہ جنم شروع
ہوتا ہے پرار بدھ کہلاتا ہے۔یوگ شاشتر مین پرار بدھ کے تین نتائج بیان کئے ہین
ذات۔عمر۔اور بھوگ۔

اول ذات۔ذات سے مراد برن سے ہے یعنی برہمن۔چھتری۔ویش و
شودر جب سرگ کے بھوگ پورے ہوجاتے ہین تو جیو بذریعۂ کارن شریر وہان سے
نزول کرتا ہے اور کام لوک مین اُسکے پچھلے جنم کی خواہشون کے بموجب اُسکا جسم لطیف تیار
ہوتا ہے۔بعد ازان وہ رحم مادر مین داخل ہوتا ہے جہان مان باپ کے تخم سے اُسکا
جسم کثیف بنتا ہے اور مان کے خون سے پرورش پاکر نو مہینے بعد اس عالم مین پیدا ہوتا ہے
پس مان باپ کے تخم سے بنا ہوا جسم اُسکے گنون کے بھی مطابق ہوتا ہے اور اس
شخص کے اپنے گذشتہ جنم کے گنون کے بھی مطابق ہوتا ہے۔اس لیے ضرور ہے کہ

جیو ایسے ماں باپ کے یہاں بھیجا جائے جنکے گن اُس شخص کے گنون سے مطابقت رکھتے ہون تاکہ اُسکے سبھاؤ کے موزون جسم کثیف بنے اور اس عالم ظاہری مین اُس سبھاؤ کا مددگار ہو۔

دوم عمر۔ جن گنون کی وجہ سے جیو کا جنم خاص والدین کے گھر ہوتا ہے۔ اُنھین گنون کے نتائج سے اُسکو ایسا جسم کثیف ملتا ہے کہ جو ایک خاص مدت تک کام دے سکے یعنی اگر والدین توانا و تندرست ہین تو یہ جسم کثیف خوب مضبوط ہوگا جسمین بہ نسبت کمزور جسم کے صلاحیت زیادہ عمر کی ہوگی۔ اگر ماں باپ کمزور یا بیمار رہین تو اسکا جسم کثیف کمزور یا بیمار رہوگا جو زیادہ مدت تک کام نہ دے سکیگا پس عمر بھی معمولی طور پر جسم کثیف کی بناوٹ سے قائم ہوجاتی ہے۔

سوم بھوگ۔ پیدائش سے بلوغ تک جو زمانہ گذرتا ہے اُس مین جو جو تکلیف یا آرام انسان کو پہونچتا ہے وہ سب پراربدھ کا نتیجہ ہے کیونکہ ان بھوگون کے حصول مین جیو کو ہنوز اختیار و قابو نہین ہے۔ باقی عمر کے بھوگ کچھ پراربدھ کا نتیجہ ہے کچھ پرشارتھ کا پس ذات ہولی یا عمر ہو لی یا بھوگ ہوئے یہ سب پراربدھ کا نتیجہ ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعد بلوغ و تمیز نیک و بد جب سے کہ انسان کا نیا پرشارتھ شروع ہوتا ہے پراربدھ مین تبدیلی پیدا کر سکتا ہے یا نہین۔ چونکہ پراربدھ ہمارا گذشتہ پرشارتھ ہے اسلیئے اُس مین حال کے پرشارتھ سے بےشک ہم تبدیلی پیدا کر سکتے ہین۔ غور کیجئے۔

(۱) بھوگ سن بلوغ تک جو تکلیف یا آرام ہمکو پہونچتا ہے وہ ہمارے اختیار سے باہر ہے کیونکہ پرشارتھ حال اب تک شروع ہی نہین ہوا۔ پراربدھ محض ہے۔ رہے باقی عمر کے سکھ دکھ اُن مین بےشک ہم اپنے پرشارتھ حال سے تبدیلی پیدا کر سکتے ہین۔ روزمرہ دیکھنے مین

آتا ہے کہ ایک شخص غریب والدین کے گھر پیدا ہوا مگر اپنی کوشش سے اپنی حالت کو سنوار لیتا ہے اور بہت آسائش اور آرام سے زندگی بسر کرتا ہے خلاف اسکے وہ شخص جسکو پراربدھ نے بہت آسودہ حالت مین رکھا تھا اپنی بدچلنی سے بہت بدتر حالت کو پہونچ جاتا ہے۔

(۲) عمر۔ بعض شخص شروع بلوغ مین بہت تندرست ہوتے ہین مگر اپنی بے اعتدالی سے اپنی تندرستی بہت خراب کر لیتے ہین اور جلد مر جاتے ہین برخلاف اسکے بعض شخص شروع جوانی مین کمزور ہوتے ہین مگر اپنی عمدہ طرز زندگی سے بہت تندرست ہوجاتے ہین اور عمر دراز کو پہونچتے ہین۔ پُرانون مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ نیک افعال سے عمر بڑھتی ہے اور بد افعال سے گھٹتی ہے۔ ایک جگہ شاستر مین لکھا ہے کہ سالہائے شمسی یا قمری سے عمر قائم نہین کیجاتی کیونکہ جس جگہ وہ قائم کی جاتی ہے وہان شمس و قمر نہین بلکہ سوانس یعنی انفاس سے قائم کی جاتی ہے۔ ہر شخص معین مقدار انفاس اپنی پراربدھ کے مطابق پاتا ہے جب یہ مقدار پوری ہو جاتی ہے تو اُسکی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تموگن مین سب سے زیادہ سوانس چلتی ہے رجوگن مین اُس سے کم اور ستوگن مین اُس سے بھی کم پس نیک افعال جو ستوگن کا نتیجہ ہین ممد حیات ہوتے ہین اور بد افعال جو رجوگن و تموگن کا نتیجہ ہین مضر حیات ہوتے ہین یہی وجہ ہے کہ پرانایام یعنی حبس دم سے عمر زیادہ ہوجاتی ہے۔

(۳) ذات۔ کوئی فرضی چیز نہین جیسا کہ اس زمانہ مین سمجھی جاتی ہے۔ اپنے اور والدین کے گنون کی مجموعی حالت یا سبھاؤ سے ذات بنتی ہے بھگوت گیتا مین چارون برن کے سبھاؤ بیان کیئے ہین اور یہ بھی کہا ہے کہ سبھاؤ بہت زبردست چیز ہے۔ پس سبھاؤ مین تبدیلی بتدریج ہوتی ہے اسی واسطے ذات مین تبدیلی عموماً ایک جنم مین نہین ہوتی۔ بعض صاحبون کا یہ خیال ہے کہ ذات کرم پر موقوف ہے نہ والدین پر جو جس برن کے کرم کرتا ہے وہی اُسکی

ذات سے غور کیجئے۔ انسان کا جسم کثیف والدین کے تخم سے بنتا ہے اور اُن کے سبھاؤ اس مین آتے ہین لہذا جس جسم مین ایک برن کے ذرات ہین وہ دوسرے برن کے کرم کرنے سے یکایک کیونکر تبدیل ہوجاوینگے۔ سات برس سے کم مین کل ذرات جسم کا اخراج نہین ہوتا پس اگر انسان قانون کرم کا پورا علم رکھتا ہو اور پورا ضابطبھی ہو (جو یوگی کے سوا ممکن نہین) تو سات سال مین وہ ذات تبدیل کرسکتا ہے لہذا ذات کی بنیاد گُن کرم اور والدین تینون پر ہے اندنون ذاتین ایسی مخلوط ہوگئی ہین کہ گُن کرم کا تو کچھ پتا نہین محض والدین پر منحصر ہین مگر پہلے ایسا نہ تھا۔

بیان مذکور الصدر سے واضح ہے کہ ہم اپنے پراربدھ مین موجودہ پرشارتھ کے ذریعہ سے تبدیلی پیدا کرسکتے ہین۔ ایک گیند جو ہم نے سطح زمین پر پھینکی وہ ایک خاص سمت کو رفتار معین سے جارہی ہے اگر ہم اس گیند مین اب ایک اور زور لگا دین تو ہمارے نشا کے موافق اُس گیند کی سمت اور رفتار دونون مین تبدیلی ہوسکتی ہے۔ مگر ایسا کرنے کے لئے ہم کو قوانین جرثقیل کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جو قوانین کرم سے پورے واقف ہین وہ پرشارتھ حال کے ذریعہ سے پراربدھ مین مطلوبہ تبدیلی پیدا کرسکتے ہین مگر اسکے لئے علم و تپ کی ضرورت ہے جو معمولی آدمی کے بوتے کی نہین البتہ اعلےٰ درجہ کے انسان کرسکتے ہین۔ لیکن معمولی آدمی بھی اپنے پرشارتھ سے بتدریج اپنے آپ مین یہ قوت پیدا کرسکتا ہے بشرطیکہ علم حاصل کرے اور اُسکا عامل بنے چنانچہ اعلےٰ درجہ کے انسان بھی کسی وقت معمولی آدمی تھے جو اپنے پرشارتھ سے اس اعلیٰ مرتبہ کو پہونچے ہین۔ ایک دریا جو کسی سمت کو معین تیزی سے بہ رہا ہے اُس مین جب دوسرا دریا آکر ملتا ہے تو اُسکی سمت اور تیزی دونون مین تبدیلی پیدا کرتا ہے اسی طرح جو کوشش نیکی کی جاتی ہے

قوانین کرم کے بغیر سمجھے بھی انسان کرتا ہے وہ رایگان نہین جاتی بلکہ بتدریج پرار بدھ کے دریا مین تبدیلی بجانب مطلوب پیدا کرتی ہے۔ جسقدر پرشارتھ مین زور ہوگا اُسیقدر پرآربدھ مین تبدیلی پیدا کرسکیگا۔ اسکے یہ معنی نہین کہ کرم کے نتائج دور ہوسکتے ہین یا اُنھین کمی بیشی ہوسکتی ہے بلکہ یہ معنی ہین کہ اُنکا بدل ہوسکتا ہے معمولی آدمی اپنی کوشش سے یہ تبدیلی بتدریج پیدا کرتا ہے اور غیر معمولی انسان اپنے علم و تپ سے تبدیلی مطلوب جلد پیدا کرلیتا ہے مگر کفارہ یعنی بدل مناسب ہرصورت مین درکار ہے بلا کفارہ کے نتائج افعال سے کسی طرح انسان بچ نہین سکتا۔ مقدار معین سے زیادہ کھانا کھالیا پیٹ مین درد ہوگیا دوا یا درزش سے ہاضمہ درست ہوکر وہ درد جاتا رہا بس یہی اُسکا کفارہ ہے یہی کیفیت کل مضمون پرار بدھ اور پرشارتھ کی سمجھو۔ اگر پرار بدھ مین کفارہ نہوتا تو انسان ترقی نہ کرسکتا۔

سیٹھانی رشی جی مہاراج کے گھر مین حاضر ہوئین اور ماتاجی کو اپنی صحبت و خدمت سے خوش کیا۔ ماتاجی نے کل کیفیت اُن کی پوچھی معلوم ہوا کہ اُنکو اولاد کے نہونے کا بڑا غم ہے ماتاجی نے براہ رحمدلی رشی جی مہاراج سے سفارش کی مہاراج نے اپنے یوگ بل سے دریافت کیا کہ یہ سابقہ جنم کے ایک کرم کا نتیجہ ہے۔ اُنھون نے فرمایا اگر یہ دونون شخص پرائشچت کرین یعنی چھ ماہ تک برہم چرج سے رہکر دن مین ایک وقت ستوگنی کھانا کھاکر صبح شام نہاکر اور دل یکسو کرکے اس منتر کا پانچ پانچ ہزار مرتبہ جپ کرین تو اُنکے پتر ہوگا۔ چنانچہ دونون نے گھر پہونچکر اُسپر عمل کیا اور اُنکے یہان جیتا جاگتا پتر پیدا ہوا۔

آزادی

بلبلہ سان دم سے تیرے پیچ کھاتا ہے جہان	بل بے آزادی خوشی کی روح امیدون کی جان
خون کے دریا بہا ہین نام پر تیرے مرین	ملک دنیا کے ترے بس اک کرشمہ پر لڑین

ہاے مکتی رستگاری ہاے آزادی نجات
مقصد جملہ مذاہب ہے فقط تیری ہی ذات

انگلیون پر بیٹھے گنتے رہتے ہین ہفتے کے روز
کتنے دن مین آئیگا یکشنبہ آزادی فروز

صاحبو یہ نیند بھی میٹھی نہ لگتی اس قدر
قید تن سے دو گھڑی دیتی نہ آزادی اگر

قید مین پھنسکر تڑپتا مرغ ہے حیران ہو
کاش آزادی ملے تن کو نہین تو جان کو

لمحہ جو لذت مرے کا تھا وہ آزادی کا تھا
سچ کہین لذت مزا جو تھا وہ آزادی ہی تھا

کیا ہے آزادی جہان جب جیسا جی چاہے کرین
کھانا پینا عیش و عشرت مین یہ سب دن کاٹ دین

رم براندی کے مقید سچی آزادی سے دور
ہوگئے نشہ پہ لٹو بہر آزادی سرور

کیا یہ آزادی ہے صاحب یہ تو آزادی نہین
گوے چوگان کی پریشانی ہے آزادی نہین

اسپ ہو آزاد سرپٹ قید ہوتا ہے سوار
اسپ ہو مطلق عنان حیران روتا ہے سوار

اندریون کے گھوڑے چھوٹے باگ ڈوری توڑکر
وہ مرا وہ گر پڑا اسوار سر منھ پھوڑکر

جان من آزاد کرنا چاہتے ہو آپ کو
کر رہے آزاد کیون ہو آستین کے سانپ کو

ہان وہ ہے آزاد جو قادر ہے دل پر جسم پر
جسکا من قابو مین ہے قدرت ہے شکل و اسم پر

گیان سے ملتی ہے آزادی یہ راحت سربسر
وار کر پھینکون مین اسپر دو جہان کا مال و زر

فصل ہشتم

روح کی تعلیم و تربیت

ایک بار سوامی جی سے مین نے سوال کیا کہ مہاراج اگر خدا قادر مطلق اور عین رحم ہے جیساکہ آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے تو دنیا مین اس قدر تکلیف کیون ہے۔ اس تکلیف کے دیکھنے سے تو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ یا تو خدا قادر مطلق نہین یا پورا رحیم نہین

کیونکہ جہان قدرت اور رحم دونون جمع ہون وہان تکلیف کا کیا کام۔ ہم اپنے بچون کو بمقتضای محبت راحت پہونچانے کی کوشش کرتے ہین جہانتک کہ ہم کو قدرت ہے پھر بھی پورا پورا آرام نہین پہونچا سکتے کیونکہ ہم مجبور ہین۔ بعض لوگ ہم سے زیادہ اپنے بچون کو راحت رسانی کی قدرت رکھتے ہین مگر وہ اسلئے نہین پہونچاتے کہ اُن کے دل مین کافی محبت نہین ہے۔ اگر انسان کو پوری محبت اور پوری قدرت حاصل ہو تو میرے خیال مین اسکے بچون کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے بلکہ وہ کامل آرام کے ساتھ زندگی بسر کرین۔ چونکہ خدا قادر مطلق اور عین رحم ہے اور اپنے بچون کو سرور دائمی کے لیئے پیدا کرتا ہے تاہم تمام عالم مصیبت مین مبتلا ہے کوئی متنفس رنج والم سے خالی نہین اس حالت سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ منجملہ اُن دو صفات کے ایک صفت مین وہ ناقص ہے اگر قادر مطلق ہے تو کامل رحیم نہین اور اگر رحم مین کامل ہے تو پوری قدرت نہین رکھتا ورنہ یہ عالم بہشت ہوتا اور ہر فرد بشر فرشتہ صفت خوش وخرم اپنی حالت موجودہ مین مسرور رہتا۔ پس اگر خدا مجبوری وناچاری کی وجہ سے ہماری مدد نہین کرسکتا تو اُسکی پرستش لاحاصل ہے ع پیر خود درماندہ شفاعت کرا کند۔ اور اگر اتنا رحیم نہین کہ سب کے ساتھ یکسان محبت رکھے بلکہ کسی سے دوستی کا برتاو کرتا ہے اور کسی سے دشمنی کا تو ایسے خوفناک خدا کو دور ہی سے سلام ہے۔ سوامی جی معاف کیجیئے یہ سوال کفر پر مبنی ہے مگر مین کافر نہین ہون بلکہ اس مسئلہ کی تحقیق چاہتا ہون تاکہ میرے دل کا تردد رفع ہوجائے۔۔۔

سوامی جی نے فرمایا کہ آپ نے یہ سوال حد کفر تک نہین پہونچایا کیونکہ منکر خدا تو نہین ہو دہریئے۔ نیچریئے۔ اور آج کل کے علوم مادہ کے عالم تو سرے سے خدا کی ضرورت ہی نہین سمجھتے کیونکہ اُن کی راے مین صرف قوانین قدرت انتظام عالم کے لیئے کافی ہین

اس لیئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مین پہلے وجود خدا کی نسبت چند دلائل پیش کرون اسکے بعد آپ کے سوال کا جواب دونگا - یہ بحث ہے تو بڑی طول طویل مگر مین مختصر ہی بیان کرتا ہون -

(۱) یہ تو ثابت ہو چکا کہ انسان کی فطرت مین سچدآنند کی طلب ہے کیونکہ سچدآنند ہی اسکی اصل ہے اور وہ ہمیشہ اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے ؎

از کف آن جان جان جامی ربود		این کسے داند کہ روزے زندہ بود

بھگوت گیتا مین لکھا ہے کہ میرا انس یعنی جز اس عالم مین جیو ہو کر قلب اور حواس کے ذریعہ سے سنسار کا بھوگ کرتا ہے اور جب سیر ہو جاتا ہے تو ترک و تجرید اختیار کرکے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے اور حصول تکمیل کے ذریعہ سے مرجع اصلی کو پہونچنا چاہتا ہے توریت مین بھی آیا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یعنی اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے ؎

ورنہ این قطرہ چرا شورش دریا میکرد		عین دریاست حبابم بہ نگاہ تحقیق

قرآن مین بھی آیا ہے "نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" پھونکی ہم نے انسان مین اپنی روح پس سچدآنند ایشور کا وجود ضرور ہے جسکی طرف اسکا جز انسان ہمیشہ رجوع کرتا ہے اور تا وقتیکہ مرتبۂ کمال کو نہین پہونچتا سعی و کوشش سے باز نہین رہتا ؎

حجت ہستی تست این حجت انکار ما		عین ہستی خود توئی پس از تو چون منکر شویم

(۲) اگر آپ رستہ مین ایک پتھر دیکھین اور کوئی پوچھے یہ کہان سے آیا تو غالباً آپ یہ جواب دینگے کہ مادہ کے ذرے جمع ہوتے ہوتے ایک عرصۂ دراز مین پتھر کی صورت پکڑ گئے - اچھا آگے چلکر ایک گھڑی پڑی پائین اور سائل وہی سوال کرے تو پہلا

جواب کافی نہو گا کیونکہ اُسکے مختلف پرزون کی ترتیب ایک غرض خاص کا پتا دیتی ہے
غالبًا آپ یون کہین گے کہ صناع نے یہ گھڑی اظہار وقت کے لئے بنائی ہے۔ اسطرح
کسی بن مین گذر ہو اور وہان آپ سے پوچھا جائے کہ یہ درخت کہان سے آئے تو کیا جواب
دوگے۔ شاید یہ دوگے کہ یہ تو خودرو ہین۔ جم نکلے۔ مگر ایک کمرہ مین میز۔ کرسی وغیرہ سب سامان
مرتب رکھا ہو تو کیا اُسکی نسبت بھی یہی جواب دے سکتے ہو کہ خودرو ہین نہین بلکہ اُن کی
ساخت و ترتیب جو غرض خاص کے لئے کی گئی ہے ایسا جواب دینے سے مانع ہو گی
لامحالہ آپ کہین گے کہ یہ اشیا انسان نے اپنی آسایش کے لئے بنائی اور ترتیب دی ہین
اگرچہ پتھر اور درخت کی ساخت مین بھی صنعت وحکمت ہے مگر ہماری چشم بصیرت دوربین
نہین اس لئے ہم اُن کی غرض و غایت کو سمجھ نہین سکتے۔ گھڑی اور میز کرسی وغیرہ
کی صنعت و ترتیب ہم کو صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔ اگر انسان غور کرے تو معلوم
ہو گا کہ اس عالم کے کل پرزے ایسی صنعت کے ساتھ بنائے اور ایسی حکمت سے ترتیب
دیئے گئے ہین اور ایسے اتحاد کے ساتھ کام کرتے ہین کہ بغیر ایک صانع فہیم کے محض مادہ
ہرگز نہین بنا سکتا۔ قوانین قدرت اپنے مقنن کے وجود پر دلالت کرتے ہین کیونکہ بغیر دانا
مقنن کے قانون کی ہستی ہو نہین سکتی۔ پس کل عالم مین خاصکر انسان کی ساخت مین صنعت
عجیب اور ترتیب غریب اور ضوابط دائمی کی پابندی کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ
ایک صانع حقیقی اس عالم کا ضرور ہے جسکی عقل کل اور قدرت کاملہ سے نظام عالم
قائم ہے ؎

کارکن در کارگہ باشد نہان		تو برو در کارگہ بنگر عیان	

(۳م) ہر قوم وملت کے کاملین کا اس پر اتفاق ہے کہ ذات باری کے قرب سے ہی

انسان کامل ہوسکتا ہے اسکے سوا کوئی اور صورت حصول کمال کی نہین ہے اور اُن کا ذاتی تجربہ ہے کہ جسقدر اس ذات پاک کا قرب انسان کو ہوتا ہے اسی قدر اُس کا علم و سرور زیادہ ہوجاتا ہے۔ جس نے ایک جھلک بھی جمال ذات کی دیکھ لی اُسکی نظر مین دنیا و مافیہا کی راحت ہیچ ہوجاتی ہے ؎

ہرکہ از دیدار برخوردار شد
این جہان در چشم او مردار شد

اور جو لوگ فقر و فنا مین کمال کو پہونچتے ہین اُنکے علم و سرور کا تو کچھ بیان ہی نہین ہوسکتا ؎

آن گروہے کہ رہیدند از وجود	چرخ و مہر و ماہ شان آرد سجود

شوتیا شتر اُپنشد مین لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رشیون نے جمع ہوکر بچار کیا کہ اس عالم کا صانع اور منتظم کون ہے؟ اول اُنھون نے اُن مسائل پر غور کیا جو اُس وقت رائج تھے۔ چنانچہ کال۔ سبھاو۔ نیت۔ یدرچھا۔ پرکرتی۔ پرش۔ یہ چھ چیزین جدا جدا مختلف فرقون کے نزدیک موجد عالم سمجھی جاتی تھین۔

(۱) ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ کال یعنی زمانہ موجد عالم ہے عالم کی آفرنیش اور بقا و فنا سب کال ہی سے ہوتی ہے۔ کل تغیرات کال ہی کرتا ہے۔ سمندر کی جگہ پہاڑ اور پہاڑ کی جگہ سمندر۔ بیابان کو آبادی اور آبادی کو بیابان۔ کال ہی بناتا ہے۔ اقوام کا عروج و زوال۔ علوم و فنون مین پایۂ بلندی پر پہونچنا اور پھر جہالت مین غرق ہوکر فنا ہوجانا یہ سب کال ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے غرض کال سب سے زبردست ہے کوئی اسکا مقابلہ نہین کرسکتا۔ بڑے بڑے بہادر سورما۔ سلاطین اعظم۔ حکمائے نامدار علمائے فضیلت شعار اُمرائے کامگار سب کو وہی بناتا اور انجام کار فنا کردیتا ہے ؎

کہاں ہے داراکہاں سکندر کہاں فریدون کہاں جشم ہے	
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر	

پس کال ہی اِس عالم کا موجد و منتظم ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ زمانہ پیدائش عالم کے بعد شروع ہوتا ہے کیونکہ سلسلہ واقعات کا نام زمانہ ہے اور سلسلہ واقعات ظہور عالم کے بعد ہوتا ہے لہذا زمانہ جو کہ عالم سے موخر ہے اِسکا موجد نہیں ہو سکتا علاوہ ازین زمانہ علیم و فہیم نہین لہذا وہ عالم کا صانع نہین ہو سکتا۔

(۲) دوسرے فریق کا دعویٰ ہے کہ سبھاؤ یعنی فطرت اس عالم کی موجد ہے۔ ذرات مادی کا سبھاؤ زمان لامحدود سے یہ چلا آتا ہے کہ وہ کشش اتصال سے کسی وقت خاص پر مجتمع ہو کر ظہور عالم کا سبب ہوتے ہین اسی طرح کسی وقت خاص پر کشش انفصال سے منتشر ہو کر خفائے عالم کا باعث ہو جاتے ہین اور یہ ظہور و خفا ہمیشہ یکے بعد دیگرے ذرات کے سبھاؤ سے ہوا کرتا ہے۔ بھگوت گیتا مین ایک اشلوک ہے جس کے معنی یہ ہین کہ کرم اور کرم کا کرنا اور کرم کا پھل سبھاؤ سے ہوتے ہین۔ ہر ایک شے اس عالم مین اپنے سبھاؤ کے مطابق کام کرتی ہے خلاف اُسکے کوئی کچھ نہین کر سکتا۔ لہذا سبھاؤ ہی اِس عالم کا موجد و منتظم ہے اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سبھاؤ جو علیم و فہیم نہین ہے وہ اتصال و انفصال ذرات اور اُن کی ترتیب مناسب کا موجد کیونکر ہو سکتا ہے انتظام عالم کے دیکھنے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص غرض کے لیئے عجیب و غریب صنعت کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے جسکا وجود بغیر صانع حکیم و فہیم کے ممکن نہین۔ پس سبھاؤ اس کا موجد نہین ہو سکتا۔

(۳) تیسرے فریق کا دعوے ہے کہ نیت یعنی قانون ہی اس عالم کا موجد ہے۔ کیونکہ

کل عالم کا دارومدار قانون پر ہے - ہر ایک شے پابند قانون ہے - ایک ذرہ بھی خلافِ ضابطہ کارروائی نہین کرسکتا - ہر ملک و قوم کا انتظام بھی قانون پر موقوف ہے بلکہ جمادات نباتات حیوانات اور انسان سب کے سب پابند قانون ہین - ہر قسم کی تکلیفات قانون کے برخلاف کارروائی کرنے سے پیدا ہوتی ہین اور تمام تر راحت و آرام قانون کی پابندی سے حاصل ہوتے ہین - پس قانون کے سوا کوئی موجد و منتظم اس عالم کا قرار نہین دیا جاسکتا - اس رائے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ عالم قوانین و ضوابط کا پابند ہے لیکن قانون کا وجود اور اسپر عملدرآمد کرانا بغیر دانا اور زبردست مقنن کے نہین ہوسکتا اسلیئے قانون بذات خود موجد عالم خیال نہین کیا جاسکتا بلکہ خود اسکے واسطے ایک حاکم قوی کی ضرورت ہے

(۴) چوتھے فریق کا بیان ہے کہ یدرچھا یعنی اتفاق ہی موجد عالم ہے - ذرات مادی اتفاقاً جمع ہوتے اور اتفاقاً منتشر ہوجاتے ہین اس لئے ہر ایک شے اس عالم کی حالت تغیر مین رہتی ہے ایک حالت پر کسیکو قیام نہین - اس تغیر تبدل کے دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ ظہور محض عالم اتفاق پر مبنی ہے - اس رائے پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تغیر و تبدل تو بیشک اس عالم مین ہو رہا ہے لیکن وہ اتفاقیہ اور بے قاعدہ نہین ہے بلکہ جو کچھ ظہور مین آتا ہے قواعد و قانون کے مطابق ہے لہذا یہ قول کہ اتفاق موجد عالم ہے قابل تسلیم نہین -

(۵) پانچوین فریق کا بیان ہے کہ پرکرتی یعنی مادہ ہی موجد عالم ہے اور اُس مین ذاتی قوت اس قسم کی موجود ہے کہ وہ بوقت ظہور ترتیب خاص سے مرتب ہوکر آفرینش عالم کا سبب ہوتا ہے دہریون کے نزدیک مادہ ہی سب کارروائی کرلیتا ہے اور پابند ضوابط ہوکر تمام عالم کو ترتیب مناسب پر چلاتا ہے - اس مسئلہ پر تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ بذات خود علیم و فہیم نہین ہے وہ از خود پابند ضوابط کیونکر ہوسکتا ہے

اور ترتیب مطلوب کیونکر پیدا کر سکتا ہے لہذا یہ مسئلہ بھی قابل تسلیم نہین۔

(۶) چھٹے فریق کا دعوی ہے کہ پُرش یعنی قوت مادہ کو ترتیب مناسب دیکر باعث ظہور عالم ہوئی ہے علوم مادی کے عالم بیان کرتے ہین کہ مادہ مین ایک قوت لطیف مخفی ہے جو کہ اُسکو ترتیب مطلوب دیکر ضوابط خاص کے ذریعہ سے جن کو قوانین قدرت کہتے ہین اس عالم کو چلاتی ہے اور وہی قوت ایک وقت مقررہ کے بعد اس ترتیب کو توڑ کر باعث خفائے عالم ہوتی ہے۔ اِس مسئلہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قوت بذات خاص علیم وفہیم نہین ہو سکتی لہذا وہ باضابطہ کارروائی بھی نہین کر سکتی۔ البتہ قوت ایک علیم فہیم مالک کے زیر ہدایت باضابطہ کارروائی کر سکتی ہے لہذا پرش بھی موجد اس عالم کا نہین ہو سکتا۔

(۷) بعدہٗ اُنھون نے بچار کیا کہ اگر یہ چند چیزین علیحدہ علیحدہ موجد اِس عالم کی نہین ہین تو شاید سب ملکر ہون اسپر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ بھی ممکن نہین کیونکہ اجتماع اشیا کسی خاص غرض کے لیئے اسیوقت ہو سکتا ہے جبکہ اُنکو کسی ذیفہم نے ترتیب دیا ہو اجتماع اشیاے مذکورہ بغرض تکمیل انسان ہے پس وہ از خود نہین ہو سکتا بلکہ کسی ذات فہیم کے منشا کے مطابق ہونا چاہیئے۔

(۸) پھر اُنھون نے یہ بچار کیا کہ جیو جس کی غرض سے یہ کل کارروائی ہے وہی اُسکا صانع موجد کیون نہو۔ اِسپر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جیو جو کم علم وکم اختیار اور رنج و راحت مین گرفتار ہے موجد عالم نہین ہو سکتا پس یہ آٹھون چیزین ایجاد عالم کی قابلیت نہین رکھتین۔

جب رشیون کو معلوم ہوا کہ ایجاد عالم کی نسبت جو مسائل مروج ہین وہ قابل اطمینان نہین ہین تو اُنھون نے دلائل عقلی کو ناکافی سمجھکر بذریعہ استغراق اس مسئلہ کو حل کیا چنانچہ سمادھی مین اُنھون نے عالم کی کل کارروائی کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ذات باری کی قوت ارادی کے ذریعہ سے کل عالم کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہی ذات واحد جو کل قیود

مکان وزمان سے مبرا ہے اپنی لامحدود گیان شکتی اور کریا شکتی کے ذریعہ کل عالم کو پیدا کر کے اسکو غیر متغیرہ ضوابط کا پابند بناتی اور انسان کی تکمیل کے لئے اسکو ترتیب مناسب پر چلاتی ہے۔ تب ان کو تسکین ہوئی اور انھون نے چند اشلوک باین معنی کے لکھے کہ ہم نے اُس پرم ویو پر میشر کو جو تمام عالم کا صانع اور مالک ہے اور جو پرستش کے قابل ہے جانا۔ اسکی تجلی مثل آفتاب ہے اور وہ ہر قسم کی تاریکی اور اگیان سے مبرا ہے اسی کے علم سے انسان موت پر غالب آتا ہے اور اس سے رہائی پا کر مکت ہوتا ہے۔ بجز اسکے اور کوئی ذریعہ نجات کا نہین ہے۔

جب یہ امر طے ہو چکا کہ ایک صانع اور منتظم اس عالم کا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی اصل غرض آفرینش عالم سے کیا ہے اس مسئلہ مین بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔

ایک فریق کہتا ہے کہ جب ذات باری کو تنہائی گران معلوم ہوئی تو اُسنے اپنے دل بہلانے کو یہ عالم بطور تماشا بنایا۔

دوسرا فریق کہتا ہے کہ اُس ذات پاک کی نسبت گرانی عاید کرنا کفر ہے مگر ہان تفریحاً یہ عالم ایک باغ پُر بہار کے طور پر اُسنے تیار کیا ہے۔ جس طرح باغ مین مختلف قسم کے درخت اور پھل پھول ہوتے ہین اسی طرح جمادات نباتات حیوانات اور انسان مختلف شکل وصورت اور مختلف رنگ ڈھنگ کے بنائے گئے ہین ایک وضع کی مخلوق ہوتی تو باغ عالم مین کچھ رونق نہ ہوتی ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن	اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

تیسرے فریق کا یہ قول ہے کہ عالم ایک کھیل ہے جسمین صانع عالم نے اپنے آپکو چھپایا ہے تمام انسان اور فرشتے اسکی جستجو مین سرگردان ہین جب اسکو کوئی پالیتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اُس سے

کہتا ہے کہ تم بھی چھپ جاؤ تاکہ اور سب ہم کو ڈھونڈین۔

چوتھا فریق کہتا ہے کہ خدا کچھ نہین کرتا یہ کل اُسکی مایا کا کھیل ہے۔

اب غور کیجئے کہ ذات باری جو عین سرور ہے اسکو تنہائی گران گزرنا یا تفریح کا محتاج ہونا یا اُسکا کھیلنا یا اپنی مایا کا کھیل دیکھنا کیسے لچر و پوچ خیالات ہین۔ انسان اپنی نادانی کی وجہ سے سچدآنند کے معنی پر تو غور کرتے نہین خداے تعالیٰ کو بھی ایک اعلیٰ درجہ کا انسان تصور کرکے اُس مین وہی صفات قائم کرتے ہین جو خود اُن مین پائے جاتے ہین اسی لیے بعض حکما کا قول ہے کہ خدا انسان کا بنا یا ہوا ہے نہ کہ انسان خدا کا لہذا جس درجہ کا تعلیم یافتہ انسان ہوتا ہے اُسی درجہ کا اُسکا خدا ہوتا ہے وحشی انسان اُسکو مثل ایک ظالم بادشاہ کے تصور کرتے ہین۔ نیم تعلیم یافتہ اُسکو مہربان بھی سمجھتے ہین اور غضبناک بھی دوستون پر مہربان اور دشمنون پر غضبناک۔ پورے تعلیم یافتہ اُسکو عین رحم سمجھتے ہین۔

حکماے ہند جنھون نے علم معرفت مین کمال حاصل کیا پیدایش عالم کی غرض مسئلہ "ایکو ہم بھوسیام" کو بیان کرتے ہین۔ اسکے معنی یہ ہین کہ مین ایک ہون بہت ہو جاؤن۔ جب پر برہم مین سچدآنند مرکز قائم ہوتا ہے تو اُس مین یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ جیسا مین اکیلا سرور ابدی سے مسرور رہون ویسے بہت سے اور بھی ہونے چاہئین لہذا پیدایش عالم کرنی چاہیئے کہ جس مین سے مثل میرے تینون صفات مین کامل مخلوق برآمد ہو۔ پس حسب منشاے الٰہی ہر روح اس عالم مین ہمیشہ حصول سچدآنند کی کوشش کرتی ہے۔ یہ منشا سرشت عالم کا ہر معقول انسان کو قابل تسلیم ہوگا کیونکہ وہ رحم باری تعالیٰ پر مبنی ہے سرور کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے مین محدود رہنا نہین چاہتا بلکہ ہر سمت پھیلنا چاہتا ہے خودی ہمیشہ راحت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور انانیت حقیقی جو سرور دائمی ہے ہمیشہ راحت رسانی سے

خوش ہوتی ہے لہذا جسقدر انانیت حقیقی انسان مین ظہور کرتی جاتی ہے اُسی قدر اُس مین بجاے خست کے جود وسخا کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کاملین ہمیشہ نگران رہتے ہین کہ انسان خودی دور کرکے اُن کی توجہ کے قابل بنجاے تاکہ اسکو سرور سے جو ان کو حاصل ہے مستفیض کرین۔ اِسی واسطے لکھا ہے کہ مرید کو مرشد کامل کی تلاش فضول ہے بلکہ خودی کی بیخ کنی کرکے اپنے مین قابلیت پیدا کرنی چاہیے۔ جب اُس مین حصول علم باطن کی قابلیت ہوگی تو مرشد خود اسکو تلاش کریگا۔ چنانچہ جسوقت وہ کسی کو طالب صادق پاتے ہین تو اُنکو کمال خوشی ہوتی ہے کہ ہمارا ایک اور بھائی جو مدت سے پردیس مین حیران وسرگردان تھا اب وطن کو واپس آناچاہتا ہے ؎

خوشا وقتے وخرم روزگارے	کہ یارے برخورد از وصل یارے

جو محبت گرو کو اپنے چیلے سے ہوتی ہے اسکی نظیر اس عالم مین نہین ہے۔ محبت مادری بھی اس سے کچھ نسبت نہین رکھتی۔ مرشد کو اپنے مرید کی حفاظت اور ترقی روحانی ہردم پیش نظر رہتی ہے اور وہ اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھتا ہے کہ اپنے مرید کو اُس درجہ کمال پر پہونچادے جو اُسکے حیطۂ اختیار مین ہے۔

قوانین کرم انتہا درجہ کے رحم پر مبنی ہین جب ہم اپنے گناہون کے نتائج پالیتے ہین تو اُنکے ناقص رنگ ہمارے تجس سے دور ہوجاتے ہین اور ہم مین روحانی ترقی کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے بشرطیکہ ہم آیندہ گناہ سے مجتنب رہین۔ قوانین توبہ وکفارہ بھی رحم پر مبنی ہین۔ پس پیدایش عالم۔ رہبری مرشد کامل۔ قوانین کرم۔ یہ تینون باری تعالی کے رحم پر مبنی ہین۔ چونکہ ہم عموماً انسان کو تکلیف مین پاتے ہین۔ کبھی کبھی نیکون کو تکلیف مین اور بدون کو راحت مین دیکھتے ہین تو نادان بچون کی طرح ہمارے دل مین یہ خیال

پیدا ہوتا ہے کہ انصاف و رحم محض الفاظ ہین بے معنی - مگر جب انسان کی خودی دور ہوتی ہے اور اُسکی چشم بصیرت کھلتی ہے تو اُسوقت ترحم ربانی نظر آتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ قوانین قدرت سراسر عدل و رحم ہین -

بعض اصحاب کا یہ اعتراض ہے کہ عدل و رحم دو صفات متضاد ہین جو ایک ہی وقت ذات واحد مین جمع نہین ہو سکتین - مگر اُنکے ذہن نے اس وجہ سے مغالطہ کھایا ہے کہ اُنھون نے عدل و رحم کے معنی پر غور کامل نہین کیا - عدل کے معنی ہین برابری کے اور اس سے یہ مراد ہے کہ فعل مین اور اُسکے نتیجہ مین برابری اور مناسبت ہو - یہ نہو کہ اچھے کام کا نتیجہ بُرا اور بُرے کا اچھا ہو جائے یا کام اور نتیجہ کی مقدار مین مناسبت قائم نرہے رحم کے معنی ہین مہربانی اور اُس سے مراد یہ ہے کہ صاحب راحت و سرور کی یہ خواہش ہو کہ جو کوئی راحت و سرور مین ناقص ہے وہ بھی اُسکی حالت مین شریک ہو جائے لیکن ظہور اس صفت کا بصورت عدل ہوتا ہے یعنی جسقدر استعداد راحت کسی کو حاصل ہے وہ بقدر اپنی استعداد کے شریک راحت کیا جاتا ہے اسی کا نام افعال نیک کی جزا ہے اور جسقدر کوئی شخص راحت سے دور ہے اُسیقدر اُس مین استعداد راحت پیدا کی جاتی ہے اسی کا نام افعال بد کی سزا ہے اور سزا اُسکو تکلیف مین ڈالتی ہے اور تکلیف کی وجہ سے وہ بدی سے متنفر اور نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ راحت کی استعداد حاصل کر کے صاحب رحم کی حالت راحت و سرور مین شریک ہو جاتا ہے - انسانی قوانین عدل اگرچہ کامل اور بے عیب نہین ہوتے مگر اُن کی بنیاد بھی رحم پر رکھی جاتی ہے - اُن مین بھی انسان کی ترقی و بہبودی ہمیشہ مد نظر رہتی ہے اور سزائے مجوزہ بھی اُنکی اصلاح پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ دل آزاری پر - پس درحقیقت رحم و عدل ایک دوسرے کی ضد نہین ہین -

بلکہ رحم جو راحت رسانی کی خواہش ہے اُسکا ظہور عدل کی صورت مین ہوتا ہے اور عدل کے دونون نتیجے خواہ سزا ہو خواہ جزا گو ظاہرا مختلف ہین مگر مقصود دونون کا ایک ہے چنانچہ آخر کار یہ دونون تلخ وشیرین دھارین بہتے بہتے رحم کے پاک سمندر مین غرق ہو جاتی ہین غرض کہ حق تعالی اپنی مخلوق کے لیئے سراسر ترحم ہے - ترحم ہی سے پیدائش عالم ہوتی ہے ترحم ہی کے ذریعہ سے ہم روحانی ترقی کرتے ہین - ترحم ہی ہمارا منزل مقصود ہے - پس خدا کے عین رحم ہونے مین کلام نہین -

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ قادر مطلق بھی ہے یا نہین - لیکن پہلے قادر مطلق کے معنی کا فیصلہ کرنا چاہیئے کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ دو فریق الفاظ زیر بحث کے معنی مختلف لیتے ہین اسلیئے مدت تک تکرار لفظی مین اُلجھے رہتے ہین - لفظ قادر مطلق سے اکثر اشخاص یہ سمجھتے ہین کہ جو ہر شے کے کرنیکی قدرت رکھتا ہو - یہ معنی ٹھیک نہین ہین کیونکہ محالات پر خدا قادر نہین ہو سکتا مثلاً دو اور دو چار ہوتے ہین خدا پانچ نہین کرسکتا - چونکہ وہ عین رحم ہے اسلیئے بیرحمی نہین کرسکتا کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے اِس سے کمال قدرت ایزدی مین کچھ فرق نہین آتا - پس لفظ قادر مطلق کے یہ معنی نہین ہوسکتے کہ جو ہر شے کے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بلکہ یہ معنی ہین کہ جو شے کرنے کے قابل ہو اوسکے کرنے کی قدرت کامل رکھتا ہو اور محتاج دوسرے کی مدد کا نہو اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ اس معنی مین قادر مطلق ہے یا نہین - انتظام عالم اور اُسکے قوانین استمراری کے دیکھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور قادر مطلق ہے مگر جب اُسکا منشا سرشت عالم سے یہ قرار دیا گیا کہ اُمین سے مخلوق قادر مطلق اور رحم مجسم مثل اُس ذات پاک کے برآمد ہو کر سرور ابدی سے مستفیض ہو اور چونکہ ہم یہ صفات اِنسان مین نہین پاتے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کی قدرت نہین رکھتا لہذا قادر مطلق نہین - غور کیجئے -

(۱) جبر و قدر ضدین ہین لہذا ایک ہی وقت ایک جگہ مین جمع نہین ہو سکتے۔ جبر مین کبھی قدرت پیدا نہین ہو سکتی۔ قدرت ہمیشہ آزادی مین پیدا ہوتی ہے اس واسطے انسانکو آزادی عطا کی گئی کہ چاہے نیکی کرے چاہے بدی اور قوانین کرم کے بموجب ہر دو افعال کے نتائج کا تجربہ کر کے بذریعہ علم ذاتی بدی سے ہمیشہ پرہیز کرے اور نیکی پر قادر رہو۔ اگر وہ مثل ایک کھلونے کے نیکی کرنے پر مجبور کیا جاتا تو وہ نیکی پر ہرگز قادر نہوتا نیکی پر قادر ہونے کے یہ معنی ہین کہ نیکی و بدی کے نتائج کو بخوبی سمجھکر بدی کرنے سے باختیار خود بچے پس قدرت بلا تکلیف برداشت کیئے پیدا نہین ہو سکتی۔

(۲) کل صفات الٰہی روح مین پوشیدہ ہین جن کا نشو و نما قانون باطنی سے ہوتا ہے نہ کہ خارجی قانون سے جمادات نباتات حیوانات جس خارجی قانون کے پابند ہین اُسکی پابندی انسان کے لیئے ہرگز نہین۔ انسان کی ترقی خود اُسکے ہاتھ مین ہے اور یہ ترقی جبرًا نہین بلکہ تجربہ کی محتاج ہے۔ البتہ حیوانات مین یہ تعلیم جبریہ ہے کیونکہ جانور اکثر بلا تکلیف و تجربہ محض بذریعہ عقل حیوانی محفوظ رہتے ہین۔ انسان بوجہ قوت ادراک جو جانورون مین نہین ہے بذریعہ ذاتی تجربات کے اس اعلیٰ مرتبہ کو پہونچتا ہے جسکا حصول بذریعہ جبر ممکن نہین تجربات بلا تکلیف نہین ہو سکتے۔ پس روحانی ترقی کے لیئے تکلیف کا سبق ضروری ہے۔

(۳) قدرت ہمیشہ علم سے پیدا ہوتی ہے اَلْعِلْمُ قُدْرَۃٌ مسئلہ مسلمہ ہے۔ چونکہ روح مین علم مثل دیگر صفات باری محجوب ہے اور جب تک کہ روح مین تعین پیدا نہین ہوتا اُسوقت تک علم کا ظہور نہین ہوتا اسلیئے روح کو اجسام سے وابستہ کیا جاتا ہے تاکہ بذریعہ تجربات ذاتی کے ہفت طبقات عالم کا علم حاصل کر کے روح قادر مطلق بنجائے۔

(۴) رحم کی صفت بھی تکلیف سے پیدا ہوتی ہے جس کے پاؤن نہ جائے بوائی

وہ کیا جانے پیر پرائی ؎

جو ہو آشنا درد سے دل وہی ہے	کسی کی محبت کے قابل وہی ہے

جب تک ہمکو خود تکلیف نہین ہوتی اُسوقت تک ہم دوسرون کی تکلیف کو بخوبی سمجھ نہین سکتے اور نہ اُنسے پوری پوری ہمدردی کر سکتے ہین۔

ہماری تعمیر خارجًا نہین ہوتی بلکہ باطنًا ہوتی ہے اور جو تکلیفین بوجہ نقائص ہم کو پہونچتی ہین وہ گویا اینٹ پتھر ہین جن سے آخر کار روح کامل کا محل بنایا جائیگا اور وہ محل تکلیف زدہ بھائیون کی یاد دلاکر ہمدردی کی تحریک پیدا کرے گا اور دوسرون کی امداد کے لئے پیام رحمت ہوگا۔ اگرچہ انجام مین تکلیف کا وجود باقی نرہیگا لیکن تعمیر مین تکلیف اُٹھانا ضروری ہے لہذا انسان کو فی الحال تکلیف مین دیکھکر یہ نتیجہ نہین نکالنا چاہیے کہ خدا اپنی مخلوق کو راحت پہونچانے پر قادر نہین بلکہ یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ وہ اُسکو ضروری تکلیف کے ذریعہ سے سرور دائمی کے لئے تیار کرتا ہے۔

انسان اپنی غلط فہمی سے تکلیف کو مصیبت خیال کرتا ہے اگر غور کرے تو سمجھے کہ یہی رفیق صادق معلم کامل ہے اور اُسکے امراض کا طبیب حاذق۔ یہ تکلیف ہی کا تصدق ہے کہ انسان اس عالم فانی سے دل برداشتہ ہوکر عالم باقی کی طرف رجوع کرتا ہے اگرچہ اکثر افراد انسان ایسے ہین کہ باوجود تکلیفات کے اس عالم بے ثبات مین ہی ابھی بستر جمائے بیٹھے ہین۔ ؎

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی	ہزارون اُٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے مجلس کی

خوب ہی ہوا جو یہان پوری آسایش اور جی بھر کے آرام میسر نہین ہوتا ورنہ کوئی بھلا مانس یہان سے جنبش نہ کرتا اور منشاے ظہور عالم بالکل فوت ہو جاتا۔ پس ہماری اصلی بہبودی کا باعث

تکلیف ہے تکلیف ہی کی بدولت علوم فنون ایجاد ہوئے نہرین سڑکین ریل تار
یہ سب اسی کے جلبے ہین-چنانچہ مثل ہے کہ ضرورت اُم الایجاد ہے-اسی طرح علم باطن
کا سراغ جسکے توسل سے انسان سرور دائی حاصل کرتا ہے اس تکلیف ہی کی رہبری سے لگا ہے
بلا امداد اس رفیق طریق کے انسان کچھ حاصل نہین کرسکتا چونکہ تکلیف ہی انسان کو قادر مطلق
اور رحم مجسم بناکر راحت دوام کو پہونچاتی ہے لہذا اُسکو پیام رحمت سمجھنا چاہیئے وہ قسوس
نفرت کے قابل نہین بلکہ خیر مقدم کے لائق ہے-یون سمجھو کہ خدا ے تعالےٰ نے
بدین خیال کہ جور استاد بہ ز مہر پدر-اپنے پیارے بچون کو ابتدائی تعلیم و تربیت کے لیئے
معلمۂ تکلیف کے سپرد کردیا ہے-اب اس مہربان اُستانی کی تعلیم پر ذرا تفصیل کے ساتھ
غور و تامل کیجیئے کہ وہ کیا کیا سکھاتی پڑھاتی ہے-

(۱) روح بطور بچہ کے جب اس اجنبی عالم مین وارد ہوتی ہے تو پہلے پہل
اشیا کا احساس شروع ہوتا ہے-منجملہ محسوسات کے بعض کو راحت رسان اور بعض کو تکلیف دہ
پاتی ہے پس احساس راحت کیطرف رغبت اور احساس رنج سے نفرت پیدا ہوتی ہے
لہذا آزار دہ چیزون کو چھوڑکر راحت بخش چیزون مین مستغرق ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ
آخر کار رنج ہوتا ہے-اپنشد مین ایک جگہ لکھا ہے کہ جسم ایک گاڑی ہے روح اُسکا سوار ہے
حواس گھوڑون کی طرح اُس مین جوتے ہین-من گاڑیبان ہے-یہ گھوڑے روح کو محسوسات
کی طرف کھینچے لیئے جاتے ہین اگر گاڑیبان کو گھوڑون کی روک تھام پر قابو نہین تو یہ منھ زور
گھوڑے سوار کو محسوسات کے غار زار مین جا ڈالتے ہین اور وہ ہمیشہ رنج و بلا مین مبتلا
رہتا ہے-جبکہ بار بار یہ تجربہ ہوتا ہے کہ بلا تمیز نیک و بد محسوسات مین مستغرق ہوجانیکا
نتیجہ سوائے رنج و کلفت کے اور کچھ نہین ہے تو روح کو یہ علم ہوتا ہے کہ اس عالم مادی مین

جسم کے متعلق کچھ ایسے قوانین بھی ہین جنکی پابندی لازم ہے اور جن کے خلاف کارروائی کرنے سے رنج پہونچتا ہے لہذا وہ قانون کے وجود سے آگاہ ہو کر حصول راحت اور دفع مضرت کے لیئے تعمیل قانون پر آمادہ ہوجاتی ہے پس تجربات رنج سے اس کو قانون خارجی کا علم اور خودداری کا سبق حاصل ہوتا ہے اور یہ تکلیف کا پہلا سبق ہے۔

(۲) بھگوت گیتا مین لکھا ہے کہ خواہش ام التکالیف ہے جب تک انسان کو دنیوی اشیا کی خواہش لگی رہتی ہے اُسوقت تک اُسکو یہان آنا ضرور ہے۔ خواہش ہی دورتنا سخ کا سبب ہے کیونکہ جو انسان خواہشات نفسانی کی رسیون مین بندھا ہے وہ دوسری جگہ جا نہین سکتا اور خواہشات کا سلسلہ کبھی ختم نہین ہونے پاتا بلکہ ایک خواہش کے پورے ہوتے ہی دوسری شروع ہوجاتی ہے اور دوسری کے بعد تیسری غرض یہ سلسلہ غیر منقطع چلا ہی جاتا ہے اور راحت عارضی کے سوا اصلی راحت کبھی حاصل نہین ہوتی۔ جیسے آگ پر گھی ڈالنے سے آگ بجھتی نہین بلکہ اور بھڑک اُٹھتی ہے یہی کیفیت خواہش کی ہے کہ جسقدر پوری ہو اُسی قدر اُس مین ترقی ہوتی ہے۔ خواہش روح کو بجاے باطن کے ظاہر کیطرف مائل کرتی ہے اور اُسکو اُس اعلیٰ حالت سے باز رکھتی ہے جو اُسکے باطن مین ہے۔ جب تک خواہش سے نجات نہین ہوتی تکلیف سے بھی انسان نہین بچ سکتا لہذا اول خواہش کی جڑ کاٹنا ضروری ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواہش کیونکر دور ہو۔ مرض مصیبت افلاس رنج وغیرہ سے ہمکو علم ہوتا ہے کہ ہر شے عالم مادی مین متغیر اور فانی ہے۔ پس اس طوفان تغیرات مین وہ جو غیر متغیر ہے سکون نہین پاسکتا کیونکہ از روے بطون ہم دائمی ہین نہ کہ عارضی۔ پس وہ شے جو کہ ہمیشہ تبدیل و فنا ہوتی رہتی ہے اور جسپر موت کا تصرف ہے وہ روح کے لیئے اطمینان بخش اور راحت و سکون دائمی کی دینے والی نہین ہوسکتی

پس رنج کا تجربہ روح کو عالم ظاہری سے دل برداشتہ کرکے آخر کار اُس عالم کیجانب جہان راحت وسکون دائمی کا سرچشمہ ہے متوجہ کر دیتا ہے - لہذا انسان محسوسات بیرونی کو چھوڑ چھاڑ کے اندرونی مکاشفات کی طرف مائل ہوجاتا ہے یعنی تلاش راحت جو ابتک اشیاء خارجی پر محدود تھی وہ حقائق باطنی کی طرف رجوع کرتی ہے - جسم کو چھوڑ کر دماغ کی طرف متوجہ ہوتی ہے کیونکہ راحت دماغی بمقابلہٗ راحت جسمانی زیادہ پائدار ولطیف ہے - جب بہیمی خصلت مطیع ہوجاتی ہے اور ذہن وادراک مین مزہ ملنے لگتا ہے تو انسان ایک اور ہی مخلوق ہوجاتا ہے - مذاق ذہنی بمقابلہٗ لذات حسی زیادہ دل کش معلوم ہوتا ہے اس حالت مین فلسفہ مذہب علوم وفنون ترقی پاتے ہین - وہ لوگ انسانی ترقی کے معاون ہین جو جسم کو چھوڑ کر دماغ کی طرف توجہ کرتے ہین اور زیادہ پائدار لذات کے جویان ہین - حالانکہ جسکو اب مستقل و پائدار سمجھے ہین آیندہ وہ بھی عارضی ثابت ہوگا تاہم غنیمت ہے کہ جسم سے دماغ کیطرف عروج کیا جائے یعنی محسوسات سے تصورات کیطرف حواس ظاہری سے حواس باطنی کی طرف - جب انسان خارجی اشیاء سے مدرکات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو آپس کا بغض وحسد عناد وفساد کم ہوجاتا ہے کیونکہ مقاصد خواہش طبقہ مادی کے محدود ہین اور اُن مین ہر شخص شرکت چاہتا ہے لہذا نزاع وخصومت پیدا ہوتی ہے اور مذاق ذہنی بمقابلہ انکے غیر محدود ہین اسلئے وہ موجب رشک نہین ہوتے - اگر ایک کا مذاق اعلےٰ ہے تو دوسرے کے لئے یہ امر وجہ افلاس نہین - اگر ایک کا حصہ زیادہ ہے تو یہ زیادتی دوسرے کا حصہ کم نہین کر دیتی - پس ذہنی ترقی پاکر انسان بجاے حریف ہونے کے ایک دوسرے کے معاون ہوتے اور اخوت واُلفت کا سبق سیکھتے ہین کیونکہ اب حیات اعلےٰ کی طرف بازگشت شروع ہوئی ہے - اور اُس جہان مین بخشش ہی

بخشش ہے یہ خواہش نہین کہ ہمکو تنہا ملے - وہان حسنت اور شکایت کا موقع ہی نہین کیونکہ ہر شخص دوسرے کے شریک حال ہوکر بخشش کرنے سے محتاج نہین بن جاتا - لیکن روح کو یہان بھی اطمینان نہین کیونکہ خواہش موجود ہے - محسوسات کی نہسہی تصورات کی خواہش تو باقی ہے اور جب تک یہ خواہش کا کانٹا کھٹکتا ہے خوشی معلوم - کیونکہ خواہش کا تو خاصہ ٹھہرا کہ کبھی ختم نہین ہوتی - پس خوشی اُسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ عارضی سے دائمی کی طرف رجوع کرتا ہے اگر تمھارا طریقہ خواہشات کا پورا کرنا ہے تو گو کیسا ہی مہذب کیون نہو تم ایسی راہ جا رہے ہو جسکی کہین انتہا نہین - اس راہ مین تم ہمیشہ غیر آسودہ رہوگے اور وہ راحت کبھی نصیب نہوگی جو طبعًا روح انسانی کی منزل مقصود ہے - غرض کچھ عرصہ کے بعد عدم آسایش یعنی تکلیف سے روح کو یہ علم ہوتا ہے کہ یہ راہ بھی راحت دائمی کو نہین پہونچاتی لہذا اسکا ترک بھی لازم آتا ہے - پس لذات حسی اور مذاق ذہنی دونون کا ترک تکلیف کا دوسرا سبق ہے -

(۳) اب انسان غور کرتا ہے کہ تلاش راحت مین خواہش کے ساتھ ساتھ باہر پھرا - ناکام رہا - دماغ کی طرف رجوع کی محروم رہا (دماغ بھی بمقابلہ روح خارجیات سے ہے) ہر جگہ راحت کے بدلے تکلیف ہی پائی ؎

قدم نامبارک و مسعود		چون بدر یار رود برآرد دود	

غرض کہ عدم آسودگی سے تنگ آکر اب خارج سے پھر باطن کی طرف دوڑتا ہے اور دماغ کو چھوڑکر اندرون دماغ کی طرف تلاش کرتا ہے - البتہ یہان آغاز سکون نظر آتا ہے اور راحت اصلی کی جھلک دکھائی دیتی ہے مگر یہان بھی تکلیف کے احاطہ سے باہر نہین ہوا کیونکہ ہنوز مرکز راحت نہین ملا گو اُسکو یہ علم ہوگیا کہ مین جسم نہین دماغ نہین لیکن تاہم ایک اندرونی کلفت محسوس ہوتی ہے اور خلاف طبع کارروائی ناگوار گذرتی ہے

گو ظاہر مین نہین مگر باطن مین کوئی خلش باقی ہے اور وہ ایک لطیف خواہش ہے جو شانتی مین خلل ڈالتی ہے اب جو غور کرتا ہے کہ یہ تکلیف کہان سے آئی تو سمجھ مین آتا ہے کہ ہنوز خودی باقی ہے۔ ابھی نفس کامل نہین ہوا۔ اگر کامل ہوگیا ہوتا تو کسی شے کی مجال نہ تھی کہ اسکو تکلیف پہونچا سکے۔ یہ جو تکلیف کا احساس باقی ہے یہی خامی نفس کی علامت ہے چونکہ نفس طینت اوسنے اسے آزاد ہوکر پورے طور پر مشغول باطن نہین ہوا ہے لہذا اس تکلیف کی رہنمائی سے اور رہبر کامل کی دستگیری سے پھر باطن در باطن کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب تک تکلیف کی پھانس چبھی رہتی ہے وہ اپنی جد وجہد مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتا اور اُسوقت اطمینان پاتا ہے جبکہ تکلیف کا احساس قطعاً بند ہوتا ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ خودی قطعاً نیست ونابود ہو جاتی ہے اور کوئی خواہش ہی باقی نہین رہتی کہ باعث تکلیف ہو یہ خودی کی بیخکنی تکلیف کا تیسرا سبق ہے۔

(۴) اب اس اعلیٰ مرتبت روح کو معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کی غایت محض انسانی تکمیل نہین بلکہ تکمیل دور موجودہ ہے اور تکمیل انسانی کسی اور تکمیل کا دیباچہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ زمانہ موجودہ مین صاحب کمال ہوتے ہین وہ نروان کے سکون کو چھوڑ کر دور ظہور مین بخوشی پھر آتے ہین نہ اس غرض سے کہ تعلیم حاصل کرین بلکہ اس غرض سے کہ اپنے تکلیف زدہ بھائیون کی مدد کرین اور تجربات حاصل شدہ سے اُنکے ہادی بنین نہ صرف اس دور ظہور مین بلکہ ظہور آئندہ مین بھی معمار اور فرشتے بنکر نوع انسان کے ہادی و معلم ہون یہ کام جیون مکتون کا ہے۔ سالک طریقت ہمیشہ تکلیف کو برضا ورغبت پسند کرتا ہے تاکہ اسکے ذریعہ سے ہمدردی کا سبق حاصل ہو۔ بغیر ہمدردی کے بہت قوی نفس بھی ناکارہ ہے کیونکہ منشائے سرشت عالم سے تخالف کرتا ہے۔ طالب کو خارجی دنیا کی

تکلیفات کا حس جسقدر رہوتا ہے اُسی قدر اُسکے دل مین ان تکالیف کے دفعیہ کا جوش پیدا ہوتا ہے نفس وہ مجاہد ہے کہ جو کسی وقت کائنات کا مرکز بنیگا اور ہر دور ظہور مین ہی جوش ہمدردی پیدا ہو کر اوروں کی مداد کا پیام رحمت ہوگا پس تعلیم ہمدردی تکلیف کا چوتھا اور آخری سبق ہے۔

وہ لوگ غلطی پر ہین جنکا خیال ہے کہ تکلیف ہی ہر شے کا انجام ہے۔کیونکہ روح عین شادمانی ہے نہ کہ رنج۔بہجت محض ہے نہ کہ تکلیف۔او طریقت محض طریقت ہے نہ کہ منزل مقصود۔طریقت غم محض وسیلہ ہے نہ کہ غایت کیونکہ وہ بحر شادمانی جہان سے کائنات کی ابتدا ہوئی ہے راحت دائمی کا مبدا ہے اور عالم ظہور مین بھی روح کا ورثہ ہے تکلیف کا تصرف محض غلاف مین ہے جو کہ روح کا ملبوس ہے جوہر اصلی اس سے پاک و منزہ ہے لہذا تکلیف تھاری نظر کو شادمانی کیطرف سے نہ روکے اور مکروہات فانی تم کو خیال شادمانی سے محروم نہ کرین۔کائنات کا لفظ خاتمہ شادی ہے اور انسانیت کا ماحصل سرور و آزادی۔

اِنسان کی تعلیم صرف تکلیف ہی سے مکمل نہین ہوتی البتہ جب تک وہ بچپن کی حالت مین ہے اُسوقت تک اُس سخت مزاج معلم کے تشدد سے ہی کچھ سیکھتا ہے۔مگر جب کچھ شعور آجاتا ہے تو پھر نرم مزاج بیچارنامی اتالیق سے بھی سبق لیتا ہے۔یہ صاحب بہت ملائم طریقے سے تعلیم دیتے ہین۔انکا طرز تعلیم اس طور پر ہے۔اے عزیز تم راحت دوام کے متلاشی ہو کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ رنج و کلفت تم کو ہمیشہ ناگوار خاطر ہوتے ہین مگر افسوس ہے کہ تم راحت کا فلسفہ سمجھے ہی نہین اس لئے تلاش راحت مین قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتے ہو اور انجام کار بجائے راحت کے تم کو رنج ہی نصیب ہوتا ہے اب مین تمکو علم راحت تعلیم کرتا ہون اور راحت کا فلسفہ سمجھاتا ہون۔بغور سنو اور اُسپر عمل کرو تو راحت دوام تم کو ضرور حاصل ہوگی۔

(۱) سبق۔ست اور است کا ببیک یعنی باقی و فانی کی تمیز

عزیز من! اگر تم اپنی فطرت کو نظر غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ دو مختلف قوتین تم کو اطراف مقابل مین کھینچتی ہین طینت اعلےٰ ہمیشہ اُس مقام مقدس کیجانب جذب کرتی ہے جو قیود مکان و زمان سے مبرا ہے۔ اسی لئے تمکو مرنا کبھی پسند نہین آتا۔ علم محدود سے تمھاری سیری نہین ہوتی رنج ہمیشہ ناگوار ہوتا ہے اور تم حیات ابدی علم کل اور سرور دائمی کے ہمیشہ متلاشی رہتے ہو طینت ادنیٰ تمکو لذائذ حسی کی طرف مائل کرتی ہے اور باوجود تکالیف گوناگون ہمیشہ فانیات ہی کی طرف راغب رکھتی ہے۔ طینت اعلیٰ تمکو بیبیک ویراگ دیا شانتی وغیرہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور طینت ادنیٰ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ وغیرہ کی طرف لیجاتی ہے طینت اعلیٰ تم کو دھرم اور نیکی کیجانب بلاتی ہے۔ طینت ادنیٰ تمکو ادھرم اور بدی کے لئے اُکساتی ہے۔ طینت اعلیٰ ہمیشہ بخشش سے خوش ہوتی ہے طینت ادنیٰ ہمیشہ حظ ذاتی کی خواہشمند رہتی ہے۔ طینت اعلیٰ تم کو محبت و ہمدردی کی طرف مائل کرتی ہے۔ طینت ادنے تمکو بغض و حسد کی طرف کھینچتی ہے وغیرہ وغیرہ سوچو! جب تم بچے تھے طینت اعلیٰ طینت ادنیٰ کی مطیع تھی اور تم لذائذ نفسانی مین مشغول رہتے تھے مگر جب سے آثار بلوغ نمودار ہوئے اُسوقت سے طینت اعلیٰ بھی زور آزمائی کرتی ہے اور دونون قوتون مین جنگ و جدل برپا رہتی ہے کبھی یہ اُسکو پچھاڑ لیتی ہے کبھی وہ اسکو دے پٹکتی ہے۔ اسی جنگ کو پرانون مین دیواسر سنگرام کہا ہے۔ اہل تصوف نے اسکا نام جہاد اکبر رکھا ہے۔ وجہ اس جنگ و جدال کی یہ ہے کہ تم مین ایک جزو تو فانی ہے اور دوسرا باقی۔ جز باقی تو ہمیشہ بقا کی طرف مائل کرتا ہے اور جز فانی ہمیشہ اشیائے فانی کی طرف جھکاتا ہے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز	کبوتر با کبوتر باز با باز

پس باقی اور فانی دونون قوتون کو بخوبی زیر نظر رکھنا اور فریقین کی جنگ کو بغور

ملاحظہ کرناست اور است کا ببیک کہلاتا ہے -

(۲) سبق - ویراگ یعنی ترک - اگر پہلا سبق خوب ذہن نشین ہوگیا ہے تو تم کو معلوم ہو گا کہ انسان اپنے جزباقی ہی کے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچ سکتا ہے نہ کہ بذریعہ جزفانی کے - پس دیواسر سنگرام مین اگر خصلت ملکوتی نے فتح پائی تو تمھارا نام فہرست امیدواران راحت دوام مین درج ہوجائیگا اور تم کسی نہ کسی وقت اپنی مراد کو پہونچوگے - اور اگر خصلت بہیمی نے فتح پائی تو پھر چوراسی اور مصیبت کے پھندے مین پھنسوگے - دیکھئے پھر کب یہ موقع ہاتھ آتا ہے کتنی مدت بعد یہ جنگ پھر نصیب ہوتی ہے بھگوت گیتا مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین - بہت خوش قسمت ہین وہ چھتری جنکو یہ جنگ نصیب ہوتی ہے - اس لیے اس جنگ مین تمھاری پوری کوشش وامداد دھرم کیجانب ہونی چاہیئے تاکہ ملکوتی خصلت فتحیاب ہو اور بہیمی خصلت قطعی اُسکی مطیع ہوجاے - جب طینت ادنی مطیع ہوجاتی ہے تو انسان فرشتون سے بھی فائق ہوجاتا ہے کیونکہ فرشتون مین بہیمی خصلت نہین ہے - اور جب طینت اعلی مغلوب ہوجاتی ہے تو انسان بہائم سے بدتر ہوجاتا ہے کیونکہ بہائم مین ملکوتی خصلت نہین ہے -

از ملائک حصہ داری وز بہائم نیز ہم	بگذر از حد بہائم کز ملایک بگذری

طینت ادنی کے مطیع ہونے پر درحقیقت ویراگ پیدا ہوتا ہے ویراگ کی چار قسمین ہین -

اول - اسمشان ویراگ وہ ویراگ ہے جو کسی شخص کے دفن کرنے یا جلانے کے وقت ہمراہیون کے دل مین پیدا ہوتا ہے - اُس گھڑی تو اُنکو دنیا ومافیہا ہیچ معلوم ہوتی ہے اور ذات خدا کے سوا کسی کی بقا نظر نہین آتی - تھوڑی دیر کو دنیا کی محبت دل سے دور ہوجاتی ہے اِدھر مردے کو داب کر یا جلا کر واپس آئے اور اپنے دنیوی مشغلون مین مصروف ہوے پھر وہی حسی لذات ہین اور وہ ہین - یہ ادنی قسم کا ویراگ ہے - اسمشان کہتے ہین مردہ جلانے کی جگہ کو

اور یہ ویراگ بس اسی جگہ تک رہتا ہے وہانسے واپس آئے اور بھول بھال گئے۔

دوئم لکھوٹا ویراگ وہ ویراگ ہے جو کسی مصیبت کے پیش آنے پر پیدا ہوتا ہے۔
اسکو لکھوٹا گیان بھی کہتے ہین۔ جب تک مصیبت کا سامنا رہتا ہے یہ ویراگ بھی
رہتا ہے۔ جب مصیبت دور ہو جاتی ہے یہ گیان اور ویراگ بھی جاتا رہتا ہے اور
انسان پھر انھین لذائذ نفسانی اور کاروبار دنیوی مین مشغول ہو جاتا ہے اور جیسا مصیبت سے
پہلے غافل و بیخبر تھا ویسا ہی پھر ہو جاتا ہے۔ یہ لکھوٹا ویراگ اسواسطے کہلاتا ہے کہ جیسے آنچ
سے لاکھ پگھل جاتی اور اس سے دور ہوتے ہی پھر سخت ہو جاتی ہے یہی کیفیت مصیبت کے
واقع ہونے اور اُسکے ٹل جانے پر انسان کی ہوتی ہے۔

سوئم مند ویراگ وہ ویراگ ہے کہ جس مین دنیا کے ساتھ راگ اور ویراگ دونون پائے
جاتے ہین۔ کبھی تو یہ خیال غالب ہوتا ہے کہ بے شک دنیا ہیچ و پوچ ناپائدار و فانی ہے
اس مین دل لگانا عبث ہے اسکو ترک کرنا چاہیئے یہ سوچ کر دل کو اُسکی طرف سے روکتا ہے
دوسرے وقت خواہشات کا ایسا زبردست ریلا آتا ہے کہ اسکے جوش خروش مین وہ ویراگ
بہا چلا جاتا ہے۔ بار بار انسان کوشش کرتا ہے اور کبھی وہ دنیا پر اور کبھی دنیا اُسپر غالب آتی
ہے۔ یہ حالت کشمکش عین ویوا سر سنگرام کا وقت ہوتا ہے۔ آخر کار دنیا غالب رہی تو انسان
گیا گذرا ہوا اور جو دنیا کو مغلوب کر لیا تو میدان اسکے ہاتھ رہا۔ یہ نہایت نازک وقت ہوتا ہے
طالب کو چاہیئے کہ بہت سمجھ بوجھ کے اس راہ مین قدم رکھے اور نفس سرکش پر پورا پورا قابو
حاصل کرے راہ عرفان تیز تلوار کی دھار پر چلنا ہے اس مین خوب ثابت قدم رہنا چاہیئے
ذرا سی لغزش ہمت کا کیا کرایا کام بگاڑ دیتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک عابد کسی ندی کے کنارے مشغول عبادت تھا وہین

ایک دھوبی آیا اور کپڑے دھونے لگا جنکی چھینٹین عابد پر پڑتی تھین مگر اُسنے کچھ دیر تک اپنے نفس کو روکا اور غصہ کو ضبط کیا - مہاراج سری کرشن جی اُسوقت مہارانی رکمنی جی کے ساتھ دوارکا مین چوسر کھیل رہے تھے اُنکو دھوبی کی یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی وہ پاسے تو مہاراج کے ہاتھ سے چھوٹے تیسرا ہاتھ کا ہاتھ ہی مین رہگیا کیونکہ اُسوقت خیال دوسری طرف کا تھا اور چاہتے تھے کہ دھوبی کو سزا دین اتنے مین عابد کو غصہ آہی گیا لگا دھوبی سے لڑنے اور تو تو مین مین کرنے - پھر تو مہاراج ہنس پڑے - رکمنی جی نے بہت پوچھا تو فرمایا کہ کوئی خاص بات نہ تھی وہ دھوبی آپس مین لڑتے تھے میرا خیال اُن کی طرف بٹ گیا تھا - یہ کہکر بدستور کھیل مین مصروف ہوگئے -

چہارم درڈھ ویراگ وہ ویراگ ہے کہ جس مین دنیا کا پورا ترک ہو جاتا ہے پھر تو دل مین الفت دنیا کی بوبھی باقی نہین رہتی - یہ ویراگ ہمیشہ ایک سا بنا رہتا ہے اور یہ دل کی وہ حالت ہے کہ جب خصلت ملکوتی فتح کامل پالیتی ہے اور بہیمی خصلت ہمیشہ کو مطیع و مغلوب ہوجاتی ہے - درڈھ ویراگ ہی اصلی ویراگ ہے باقی تین قسمین جو بیان کی گئین وہ اُسکی ناقص صورتین ہین اسواسطے کہ اُن مین کمی بیشی کو دخل ہے -

نقل ہے کہ ایک شخص کبیرداس جی کی تلاش مین اُنکے گھر پہونچا - دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی کی نعش کے ہمراہ گئے ہین - اُسنے پوچھا کہ وہان تو بہت سے آدمی ہون گے اُنکو کیونکر پہچانون تو کبیر کے لڑکے نے جواب دیا کہ آپ کو کل ہمراہیان کے سر کے گرد ایک حلقۂ نور معلوم ہوگا جو واپسی کے وقت کم ہونا شروع ہو جائیگا یہانتک کہ گھر پہونچتے پہونچتے اُسکا کچھ اثر باقی نہ رہیگا مگر کبیرداس جی کا حلقۂ نور برابر ایک سا رہیگا پس یہی اُن کی پہچان ہے چنانچہ وہ شخص گیا اور جو کیفیت سُنی تھی وہی دیکھی کبیرداس جی کو پہچان لیا اور

اُنکے ساتھ ساتھ اُنکے مکان پر آیا۔ پہلا سوال اُس شخص نے اس حلقہ نوری کی نسبت کیا کبیر نے جواب دیا کہ اسوقت سب لوگون پر اسمشان ویراگ کی حالت طاری تھی جو واپسی کے وقت کم ہونے لگی اس لئے انکا حلقہ نور بھی جو ویراگ سے پیدا ہوا تھا جاتا رہا مجکو درڈہ ویراگ حاصل ہے اسواسطے میرا حلقۂ نور قائم و دائم ہے۔

(۳) سبق۔ کھٹ سمپتی یعنی چھ صفات جو ویراگ سے پیدا ہوتے ہین۔

اول شم۔ دل کا مطمئن ہونا یعنی ہوا وہوس سے پاک ہوجانا۔ دوم دم۔ اندریون کا محسوسات کی طرف نہ کھنچنا۔ سوم اُپرتی تعصب وطرفداری کا دور ہوجانا۔ چہارم تتکشا سردی گرمی مان اپمان کو صبر سے برداشت کرنا پنجم شردھا۔ شاستر اور کاملین کے اقوال پر یقین کامل کرنا ششم سمادھان۔ سُکھ دکھ مین طبیعت کا یکسان رہنا یعنی شانتی۔

(۴) سبق۔ ممکشتو یعنی خواہش نجات۔ جب ہر سہ سبق مذکورہ دلپر منقوش ہوجاتے ہین اور دل مین شانتی آجاتی ہے توطالب فانی سے ہٹ کر باقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ باقی کو حاصل کرکے فانی سے ہمیشہ کے لئے نجات پاوے۔

تلاش باقی مین تمکو مرشد کامل سے مدد ملیگی۔ مگر جب تک یہ چارون سبق یاد نکرلوگے اُسوقت تک مرشد کامل کے پانے کی قابلیت تم مین پیدا نہوگی اسواسطے پہلے ان سبقون کے یاد کرنے مین دل سے کوشش کرو۔ ان چار سبقون کے یاد ہوجانیکے بعد تم کو تکلیف سے بہت کچھ رہائی حاصل ہوجائیگی اور ایسی راحت پاؤگے جو اس وقت تمھارے قیاس مین بھی نہین آسکتی۔ تکلیف دور مین تمکو راحت کی تلاش مین وقتاً فوقتاً مدد دیتے رہینگے مگر حصول راحت دوام بلا رہبری ودستگیری مرشد کامل ناممکن ہے۔ جب یہ چارون سبق خوب یاد کرلوگے تو مرشد کامل نصیب ہوگا

اور بذریعہ چار سبق کے تم کو پدرانہ محبت کے ساتھ تعلیم و تلقین کریگا اور درجۂ کمال کو پہونچائے گا تب تمکو راحت دوام حاصل ہوگی ؎

پیر را بگزین کہ بے پیر این سفر	هست بس پر آفت و خوف و خطر
ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر	دامن آن نفس کش را سخت گیر
دامن او گیر زو تر بے گمان	تا رہی از آفت آخر زمان
دست زن در ذیل صاحب دولتے	تا ز افضالش بیابی رفعتے
رو بجنب اندر پناہ مقبلے	دو کہ آزادت کند صاحبدلے

اے عزیز! ایک نصیحت کرتا ہون اُسکو کبھی نہ بھولنا کتنی ہی ترقی کرلو کبھی غرور نہ کرنا ؎

بے نہایت حضرت ست این بارگاہ	صدر را بگذار صدر تست راہ

کم ظرف آدمی تھوڑی ترقی سے مغرور ہوجاتے ہین اُن کو منازل آیندہ کا خیال نہین رہتا انکساری اور فروتنی کو ہمیشہ عزیز رکھنا اور تکبر کے شیطان کو کبھی دل مین جگہ نہ دینا اور ہمیشہ اس مضمون کو دل نشین رکھنا ؎

بندگی اور حق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز	کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہین
یہ جو کچھ ہونا ہوا نا جسکو کہتے ہین میان	فقر مین ہستی یہی ہے اور ہستی کچھ نہین

بس خودی کا مٹانا ہی راحت دوام کا پانا ہے۔

روایت ہے کہ ایک عابد کسی پہاڑ پر کنج خلوت مین مصروف عبادت تھا جب اسی طور سے ایک مدت گذری تو اُسکے دل مین یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میری اس ریاضت کا نتیجہ کچھ ظہور مین نہ آیا۔ چونکہ ابھمان کا ہونا خرابی کا باعث ہے لسلئے ایشر اپنے بھگتون کو

اُس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس واسطے اُس عابد کو آکاش بانی (ندائے غیب) ہوئی کہ کاشی میں فلان بنیئے کے پاس جا۔ چنانچہ وہ حسب ہدایت کاشی پہونچا۔ وہان دیکھا کہ ایک چھوٹی سی گلی میں پرچون کی دکان پر وہ بنیا آٹا دال نون تیل بیچ رہا ہے اور اپنے کام میں ایسا مستغرق ہے کہ گویا دنیا و مافیہا کی اُسکو کچھ خبر نہیں۔ عابد نے دل میں خیال کیا کہ یہ بیچارہ نون تیل بیچنے والا ایسا کیا ہے جسکے پاس میں بھیجا گیا ہون۔ بہت دیر تک اُس دُکان کے کنارے لگا کھڑا رہا۔ بنیئے نے صورت دیکھتے ہی پہچان تو لیا مگر قصداً اُس کی طرف کچھ التفات نکیا۔ جب بہت عرصہ ہوگیا اور سودا بیچنے سے لالہ کو کچھ فرصت ملی تو عابد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کیون کھڑے ہین۔ عابد نے کہا میرا ایک مطلب ہے بنیئے نے مونڈھا ڈال دیا اور کہا کہ بیٹھو اور پھر بدستور اپنے کاروبار مین مصروف ہوگیا۔ دوپہر کو دُکان بند کی اور عابد کو اپنے گھر ساتھ لایا۔ اشنان پوجا سے فراغت کرکے پہلے اُس کو کھانا کھلوایا پھر آپ کھایا بعد ازان کہا کہ سنو صاحب آپ میرے پاس اس واسطے بھیجے گئے ہین کہ اول تو آپ کو اپنی تپسیا کا ابھمان ہوگیا ہے یعنی سمجھتے ہو کہ ہم نے بہت تپسیا کی دوسرے اس تپسیا کا نتیجہ چاہتے ہو سو یہ دونون خیال غلط ہین۔ اول تو تپسیا کرنا اور یاد الٰہی مین مشغول رہنا ہمارا عین فرض ہے اسمین ابھمان کی کیا بات ہے۔ زندگی بھر ہم کھانا کھاتے ہین مگر کبھی یہ ابھمان نہین ہوتا کہ ہمکو اتنی مدت کھانا کھاتے ہوگئے یہی حال پوجن بھجن کا سمجھو جو روح کی غذا ہے۔ دوم نتیجہ کی خواہش جو آپ کے دل مین ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابھی آپ ادنےٰ درجہ کے کرم مین ہین۔ ایک درجہ بھی ترقی نہین کی۔

کرم چار قسم کے ہوتے ہین۔ سکام۔ نشکام۔ ایشور آرپن۔ سوابھاوک۔

(۱) سکام کرم۔ وہ ہین جو غرض کے لیئے کیے جاتے ہین اور اُن سے کوئی خاص نتیجہ

مد نظر ہوتا ہے۔

(۲) نشکام کرم وہ ہین کہ بلا خیال نتیجہ کے صرف فرض سمجھکر کیئے جاتے ہین ایسے کرمون سے صفائی قلب ہوتی ہے۔

(۳) ایشور آرپن کرم۔ اسی کو شرنا گتی مارگ بھی کہتے ہین جب نشکام کرم کے ذریعہ سے صفائی قلب حاصل ہوتی ہے تو انسان کے دل مین بھگتی پیدا ہوتی ہے اور درجہ بدرجہ اسقدر غلبۂ عشق ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے سب کرمون کو ایشور آرپن کر دیتا ہے ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را	تو دانی حساب کم و بیش را

اور آخر کار پریم کے دریا مین غرق ہوجاتا اور قید خودی سے رہائی پاتا ہے۔ اس مقام پر پہونچکر فرائض کی پابندی بھی لازم نہین رہتی ؎

اینجا بتحقیق رسد مرد	گر محنت کفر و دین شود فرد

لیکن اس مرتبہ کو پہونچنے سے پہلے ترک فرائض ناجائز ہے۔

(۴) سوا بھاوک کرم۔ جب انسان کو پوری بھگتی ہوتی ہے تو اُسکو ایشور کی قربت اور عرفان حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ بذریعہ حق الیقین ہمہ اوست کے مرتبہ کو پہونچکر کل عالم کو جلال ربانی دیکھتا اور دوئی سے نجات حاصل کرتا ہے صفات باری کو پاکر مثل ذات باری سراپا رحم ہوکر سوا بھاوک کرم کرتا ہے۔

بھگوت گیتا مین مبتدی کو بار بار یہی ہدایت کی ہے کہ سکام کرم چھوڑ کر نشکام کرم پر قائم ہو کیونکہ نشکام کرم سے بھگتی ہوتی ہے اور بھگتی سے گیان اور گیان سے موکش۔ اس لیئے نشکام کرم عرفان کی پہلی منزل ہے تپیشوری جی مہاراج اب آپ غور کیجیے

کہ منزل مقصود سے آپ کس قدر دور ہین ابھی تو سکام کرم ہی مین آپ پھنسے ہوئے ہین ۔ راہ عرفان مین تو قدم بھی نہین رکھا اور ابھی سے آپ کو غرور ہو گیا ۔ بلاغرض یاد خدا کرنا اور اُسکی مخلوق کی خدمت بجا لانا عبادت کہلاتی ہے ۔ مناسب ہے کہ اس غرور سے توبہ کر کے عبادت شروع کیجیے ۔ یہ سنکر عابد کا غرور دور ہو گیا اُس نے بنئیے کے قدم چھوئے اور اجازت لیکر عبادت کرنے کو چلدیا ۔

آنان کہ ہوئے عشق مستند ا ۔۔۔ حق را ز برائے حق پرستند
حق را بامید وبیم خوانی ۔۔۔ ہیہات بعاشقان چہ مانی
اے بے خبر این غرور تاکے ۔۔۔ سودائے بہشت وحور تاکے
ای درتگ وپوئے مزد وپاداش ۔۔۔ این نیست مگر طریق اوباش
آن قبلہ برون ازین جہات ست ۔۔۔ آن کعبہ ورائے کائنات ست

یعنے

دیدار حق

حصۂ دوم

سدرشن کا یہ حصہ پہلے حصے سے زیادہ دلچسپ مضامین سے مملو ہے - اسکی سات منزلین قرار دی گئی ہین - منزل اول عیش نگر - منزل دوم دیندار نگر عرف تعصب نگر - منزل سوم [illegible] نگر - منزل چہارم عالم نگر - منزل پنجم اطمینان نگر عرف شانتی پور - منزل ششم آزاد نگر عرف مکت نگر منزل ہفتم [illegible] نگر عرف آنند نگر - انکے مضامین ان منزلون کے نامون سے ظاہر ہین - اور [illegible] جی کے سفر نامون کے پیرایہ مین مصنف نے علوم وفنون کے دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے - ہر ایک منزل بجاے خود ایک عالمانہ لکچر ہے اور دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے - [illegible] اس قدر مقبول ہوا ہے کہ ہزارون کی تعداد مین اسکے دو ایڈیشن طبع ہو چکے ہین - تیسرا ایڈیشن بعد نظر ثانی زیر طبع ہے - قیمت باعتبار ضخامت بہت ہی کم یعنے ۱۸/ رکھی گئی ہے -

کتاب ملنے کا پتہ

۱- منیجر تھیوسوفیکل پبلشنگ سوسائٹی بنارس ۲- منیجر نولکشور پریس لکھنؤ